بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سرورِ عالم

صلی اللہ علیہ وسلم

کا شانۂ مبارک میں

علی اصغر چوہدری

مکتبہ تعمیرِ انسانیت ○ اردو بازار لاہور

طابع : محمد سعید اللہ صدیق بن شیخ محمد قمرالدین مرحوم
ناشر : مکتبہ تعمیرانسانیت اُردو بازار۔ لاہور
مطبع : سویرا آرٹ پریس۔ لاہور
طبع : اوّل ۱۹۸۵ء
قیمت : ۳۶ روپے

حرفِ اوّل

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ
نَحۡمَدُهٗ وَنُصَلِّيۡ عَلٰى رَسُوۡلِهِ الۡكَرِيۡمِ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کے کسی بھی پہلو پر کچھ لکھنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ کیونکہ محبوبِ رب العالمین بنی نوعِ انسان کے لیے "انسان کامل" کا ایک ایسا مظہر ہیں جس سے رشد و ہدایت کی کرنیں نکل کر اکنافِ عالم کو رہتی دنیا تک منور کرتی رہیں گی۔

آپؐ کا ارشاد ہے :-

"تم میں سب سے اچھا وہ ہے جو،
اپنے گھر والوں کے ساتھ سب سے اچھا ہو
اور میں اپنے گھر والوں کے ساتھ سب سے اچھا سلوک
کرنے والا ہوں"۔

اس چھوٹی سی کتاب میں آپؐ کی حیاتِ مبارکہ کے اسی پہلو کی عکاسی ——— اس جذبے کے تحت ——— کی گئی

ہے کہ ہمارے گھروں میں بھی احساس ذمّہ داری اور حسنِ سلوک کی چاندنی پھیل جائے۔

اللہ پاک سے دعا ہے کہ ہماری لغزشوں کو معاف فرمائیں

۹ ربیع الثانی ۱۴۰۵ھ — علی اصغر چودھری
۲ جنوری ۱۹۸۵ء

فہرست

صفحہ	عنوان	نمبر شمار

کاشانہ مبارک

مکّہ مکرّمہ میں

ولادت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مکہ مکرمہ میں مقام سوق اللیل کے اس[1] مکان میں ہوئی۔ جو بعد میں حجاج بن یوسف کے بھائی محمد بن یوسف ثقفی نے خریدا تھا۔ اور اس کے نام سے مشہور تھا۔ آج کل یہاں ایک عالی شان عمارت موجود ہے جس میں بہترین لائبریری قائم کی گئی ہے۔ اس مکان میں آپؐ کو بہت تھوڑا عرصہ رہنے کا موقع ملا تھا۔

رضاعت

اُس وقت کے مروجہ دستور کے مطابق قریش کے متمول گھرانوں کی عورتیں اپنے بچوں کو خود دُودھ نہیں پلاتی تھیں بلکہ دیہات سے دائیوں کی جو ٹولیاں مزدوری کے لیے آتیں ان کے حوالے کر دیتی تھیں تاکہ بچوں کی پرورش کھلی ہوا میں ہو وُہ صحت مند اور تندرست رہیں اور فصیح عربی بولنا سیکھ جائیں یہ دائیاں اس کے صلہ میں مُنہ مانگی مزدوری پاتی تھیں یہ ان کا ذریعہ معاش تھا۔ دائیاں گھروں میں جا کر خود اپنی خدمات پیش کرتیں اور مائیں اپنی پسند کی دائیوں سے معاملہ طے کر لیتی تھیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دُودھ پلانے اور پرورش کرنے کا شرف جس خوش نصیب دائی کو حاصل ہوا ان کا نام حلیمہؓ تھا جو قبیلہ سعد بن بکر سے تھیں ان کا اپنا ایک بچہ عبداللہ بن حارث اس وقت شیر خوار تھا۔ جب انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلانے کے لیے آپؐ کی والدہ محترمہ بی بی آمنہ سے لیا تھا۔

---

[1] محمد رسول اللہ صفحہ ۳۵۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم
بنو سعد کے خیموں میں

بی بی حلیمہؓ اور ان کے شوہر حارثؓ غریب لوگ تھے۔ بھیڑ بکریاں پال کر گزارہ کرتے تھے طائف کے آس پاس خیموں میں زندگی بسر کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو سال کی عمر میں دودھ پینا چھوڑ دیا تھا۔ اور جب اچھی طرح چلنے اور دوڑنے پھرنے کے قابل ہو گئے تو اپنے رضاعی بھائی عبداللہ اور رضاعی بہن شیما کے ساتھ کھیل کود سے دل بہلایا کرتے تھے۔ دلکش فضا۔ ریت کے ٹیلے۔ دلفریب سنگریزے۔ چکنے پتھر پیارے ہم جولی۔ کلیلیں کرتے ہوئے میمنے۔ اور چہچہاتے ہوئے پرندے یہ سب آپؐ کے لیے جاذبیت اور انبساط کا باعث تھے۔

تاریخ کے اوراق سے معلوم ہوتا ہے کہ چار سال کی عمر میں آپؐ اکثر عبداللہ اور شیما کے ساتھ بکریاں چرانے جایا کرتے تھے۔ اور یہ اُن ہی دنوں کا واقعہ ہے۔ جب آپؐ نے کسی بات پر شیما کی پُشت پر کاٹ لیا تھا۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے ابن ہشام نے سیرت ابن ہشام کے صفحہ ۵۱۸ پر لکھا ہے۔

"آپ (شیما) غزوۂ حُنین میں گرفتار ہو کر آئیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ میں آپؐ کی رضاعی بہن شیما بنت حلیمہ سعدیہؓ ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نشانی پوچھی تو عرض کیا کہ آپؐ نے بچپن میں کھیلتے ہوئے میری پشت پر کاٹ لیا تھا۔ اس کا نشان ابھی تک موجود ہے"

یہ سُن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر رقت طاری ہو گئی اپنی چادر بچھا کر اس پر بٹھایا اور فرمایا!

"چاہو تو میرے پاس رہو"

لیکن شیما نے واپس اپنی قوم کے پاس جانا چاہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت انعام واکرام دے کر رخصت کیا"

ایام رضاعت اور اس کے بعد جتنا عرصہ آپؐ وہاں بنو سعد کے خیموں میں رہے۔ بی بی حلیمہؓ یا ان کے خاندان کے کسی فرد نے آپؐ کے متعلق کبھی کوئی شکایت نہیں کی بلکہ ہر شخص آپؐ کو دل سے چاہتا اور بے اختیار پیار کرتا تھا دوسرے بچوں کی طرح لڑنا جھگڑنا۔ شور شرابا کرنا۔ روتے رہنا یا ضد کرنا نافرمانی کرنا یا کسی کو اذیت دینا آپؐ کا وطیرہ نہ تھا نہ ہی ایسی کوئی بات کسی سے منقول ہے۔ اور یہ ممکن بھی نہ تھا کیونکہ سارے جہاں کی ہدایت کے لیے مبعوث ہونے والی شخصیت کی زندگی کا ایک ایک لمحہ بھی رشد و ہدایت اور برکت و سعادت کا باعث تھا۔ اور بنو سعد تو آپؐ کی مکہ مکرمہ واپسی کے بعد بھی مدتوں تک آپؐ کی یاد نہ بھلا سکے تھے۔ بعض اہل دل اپنی ذاتی واردات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ان جگہوں پر ـــــ جہاں آپؐ اپنے بچپن کے اس زمانے میں کھیلا کرتے تھے ـــــ اب تک بھی ایک خاص قسم کی جاذبیت اور دلکشی پائی جاتی ہے جسے الفاظ میں بیان کرنا محال ہے۔

مکّہ مکرّمہ میں واپسی

چار سال کی عمر تک بنو سعد کے ہاں رہنے کے بعد آپؐ واپس اپنی والدہ محترمہ بی بی آمنہ کے پاس پہنچا دیئے گئے۔ اور اپنے والد جناب عبداللہ کے مکان میں رہنے لگے۔ جہاں آپؐ کے والد محترم کی کنیز بی بی اُم ایمنؓ (برکہ) آپؐ کی نگہداشت اور پرورش کیا کرتی تھی۔ یہ خوش نصیب خاتون آپؐ سے بے حد پیار کرتی تھی۔ وہ آپؐ کو کھلاتے پلاتے۔ نہلانے دھلانے اور کپڑے پہنانے میں دلی خوشی محسوس کرتی تھی۔ آپؐ نے بی بی حلیمہؓ اور بی بی ام ایمنؓ دونوں کو زندگی بھر ای بعد اتی سمجھا اور پکارا ہے اور ان کی بے حد تعظیم و تکریم کی ہے۔

بی بی حلیمہ کے ہاں سے واپسی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تھوڑا عرصہ ہی اپنے آبائی مکان میں رہنے کا موقع ملا۔ کیونکہ آپؐ کی والدہ محترمہ بی بی آمنہ کو ان کے مرحوم شوہر جناب عبداللہ کی یاد دکھ نے بے چین کر دیا تھا اور وہ مدینہ منورہ (اس وقت کے یثرب)

میں جا کر ان کی قبر کی زیارت کرنا چاہتی تھیں۔

مدینہ منورہ کے دار النابغہ میں [1]

یثرب کے بنو نجار آپؐ کے دادا جناب عبدالمطلب کے ننھیال تھے۔ جہاں آپؐ کے والد جناب عبداللہ شام کے تجارتی سفر سے واپس آتے ہوئے بیمار ہوئے اور فوت ہو جانے کے بعد وہیں دفن کر دیئے گئے تھے۔ بی بی آمنہ ام ایمن کے ہمراہ آپؐ کو لے کر یثرب پہنچ گئیں۔ اور دار النابغہ میں مقیم ہو گئیں۔

اس مکان میں آپؐ کے والد کی قبر تھی۔ جسے آپؐ کی والدہ ٹکٹکی باندھے بڑے دکھ سے دیکھا کرتی تھیں اور اکثر محویت کے عالم میں بہت دیر تک ساکت رہا کرتی تھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پیاری ماں کی یہ حالت دیکھ کر مغموم اور پریشان ہو جایا کرتے تھے۔ اور نہایت کرب و اضطراب سے کبھی اپنی امی کو اور کبھی برکہ کو دیکھا کرتے تھے۔ جو آپؐ کو محبت سے تھپتھپاتی اور دلاسہ دیا کرتی تھی اور جب آپ زیادہ پریشان ہو جاتے تو برکہ آپؐ کو اس اداس اور بوجھل ماحول سے دور لے جایا کرتی تھی۔

دار النابغہ کے قیام کے دوران آپؐ بنو نجار کی ایک ہم عمر لڑکی انیسہ سے کھیلا کرتے تھے سلمٰے قلعہ پر ایک سفید پرندہ آ کر بیٹھا کرتا تھا۔ جسے بچے پتھر مار مار کر اڑایا کرتے تھے۔ آپؐ اسے دیکھ کر بہت خوش ہوتے تھے۔ آپؐ نے بنو نجار کی باؤلی میں تیرنا بھی سیکھ لیا تھا۔ اور اس سے خوب لطف اٹھاتے تھے۔ کبھی سنگریزے جمع کر کے مینار بناتے۔ کبھی دوڑتے۔ کبھی ٹیلوں۔ جھاڑیوں۔ اور کھجور کے بلند و بالا درختوں

---

[1] فٹ نوٹ۔ اس مکان میں حضورؐ کے والد کی قبر تھی اور یہ ۱۳۴۹ھ تک مسجد نبوی کے مغرب میں چند منٹ کے فاصلہ پر موجود تھا (رسول اکرم کی سیاسی زندگی صفحہ ۲۱۹)

کو دیکھا کرتے تھے۔ آپؐ کے ہم جولی آپس میں لڑتے جھگڑتے بھی تھے لیکن آپؐ کو یہ پسند
نہ تھا۔ اس لیے آپؐ سے سب کھیلنا پسند کرتے تھے۔

دارالنابغہ میں ایک ماہ تک قیام کے بعد جب آپؐ کی والدہ محترمہ بی بی آمنہؑ آپؐ
کو اور اپنی کنیز برکہ کو لے کر مکہ مکرمہ کی طرف واپس روانہ ہوئیں اور مقام ابواء پر پہنچیں تو ان کا
انتقال ہو گیا اور بی بی برکہ ــــ ام ایمنؓ ــــ آپؐ کو سینے سے لگائے بڑی ہمت اور
جانفشانی سے مکہ مکرمہ پہنچ گئیں حالانکہ اس وقت اس خاتون کی عمر تقریباً بیس سال کی تھیں۔

اس طرح آپؐ اپنے دادا جناب عبدالمطلب کے ہاں پہنچ گئے کیونکہ اب اپنے آبائی
مکان میں آپؐ کو سنبھالنے والا کوئی نہ تھی۔ اس وقت آپؐ کی عمر چھ سال تھی۔

اپنے دادا جناب عبدالمطلب کے گھر میں

آپؐ کے دادا آپؐ سے بہت محبت کرتے تھے۔ یہاں تک کہ جب وہ کعبہ
کے زیر سایہ اپنی سرداری کی گدی پر بیٹھتے تو آپؐ کو اس مسند پر اپنے ساتھ بٹھاتے۔ اور
پیار سے آپؐ کی پیٹھ تھپتھپاتے رہتے تھے۔ حالانکہ اس گدی پر سردار عبدالمطلب کے
سوا کسی دوسرے کو بیٹھنے کی اجازت تھی نہ جرأت۔ خود ان کے بیٹے (حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کے چچا) ان سے دور بیٹھتے تھے ڈاکٹر محمد حمید اللہ اپنی کتاب "رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی"
کے صفحہ ۴۰ پر لکھتے ہیں۔

"جب دادا قبیلے کے اہل الرائے لوگوں کے ساتھ ہم بزم ہوتے۔ اور "سردار"
یا "حاکم عدالت" یا "پنچ" کی حیثیت سے ان کے لیے مسند بچھائی جاتی تو اس
وقت لاڈلا پوتا بھی ساتھ ہوتا اور مسند پر ہی اپنے لیے جگہ چاہتا۔ لوگ
منع کرتے اور کسی کونے میں بیٹھنے کو کہتے۔ لیکن دادا فوراً دخل دیکر اپنے
پاس بلا لیتے اور بتاتے کہ بچے میں خود شناسی کا نادر وصف ہے، اور

وُہ اپنے کو بزرگ سمجھتا ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ بہت بڑے مرتبے والا ہوگا آپؐ کا ادب اور تمیز۔ محفل میں شکایت کا باعث نہ بنتا دادا کو یہاں تک محبت تھی۔ کہ ایک مرتبہ خشک سالی میں اپنے اس پوتے کی خوبیوں کا واسطہ دیکر خدا سے بارش کے لیے گڑگڑا کر التجا بھی کی۔ بروایت ابن سعد وہ تنہا کھانا نہیں کھاتے تھے۔ اور پوتے کو بُلانے کا حکم دیتے تھے،،

دادا کی یہ شفقت دوسروں کے لیے باعث رشک تھی۔ لیکن گھر کی چار دیواری میں آپؐ کو یتیمی۔ اور محرومی کا شدت سے احساس ہوتا تھا۔ کیونکہ آپؐ کے ایک ہم عمر چچا عباسؓ کی متمول ماں نتیلہ اپنے خاوند سردار عبدالمطلب سے اپنے بیٹے کے لیے طرح طرح کی فرمائشیں کیا کرتی تھی۔

دوسرے ہم عمر چچا حمزہؓ کی والدہ ہالہ بنت وہب بھی اپنے لاڈلے کے چونچلے برداشت کرتی اور سردار عبدالمطلب سے تقاضے کیا کرتی تھیں۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تقاضے اور فرمائشیں کرنے والا کوئی نہ تھا۔ نہ ماں تھی نہ باپ۔ نہ کوئی بھائی تھا نہ بہن۔ آپؐ کے دل سے ہوک سی اُٹھتی تھی۔ ماں کی یاد ستاتی تھی اور بے اختیار یتیمی کا احساس غالب آجاتا تھا۔ اللہ تعالےٰ نے اس واقعہ کے تقریباً چالیس سال بعد مشکلات کے دور میں آپؐ کو یتیمی کا یہ وقت یاد دلا کر تسلی دی تھی کہ اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی (کیا، آپ کو یتیم پا کر ہم نے پناہ نہیں دی)

بہر حال دادا کے گھر میں آپؐ خاموشی سے پرورش پاتے رہے اور اس طرح دو سال گزر گئے اس دوران آپؐ کی سب سے بڑی مونس و غمخوار بی بی اُم ایمن تھیں جسے آپؐ کے دلی جذبات کا بخوبی احساس تھا۔

دو سال کے بعد جب آپؐ کی عمر آٹھ سال دو ماہ تھی آپؐ کے شفیق دادا کا انتقال ہو گیا اور آپؐ کو غم والم نے نڈھال کر دیا۔ دادا نے اپنے انتقال سے پہلے موت کی

گھڑیوں میں۔ اپنے پیارے پوتے کی کفالت جناب ابوطالب کے ذمہ لگادی جو آپؐ کے والد جناب عبداللہ کے ماں جائے بھائی تھے اور جس قدر شفقت کی توقع ان سے کی جاسکتی تھی، دوسروں سے اس کی امید نہیں تھی۔

دادا کی وفات کا آپؐ کو بہت دکھ تھا اور آپؐ ان کے جنازے کے ساتھ ساتھ روتے ہوئے چلے جاتے تھے۔

اپنے چچا جناب ابوطالب کے گھر میں

جناب ابوطالب اگرچہ مالی لحاظ سے کمزور تھے۔ اور ان کا گزارہ بھی مشکل سے ہوتا تھا لیکن انہوں نے اپنے یتیم بھتیجے کو بے حد محبت اور شفقت سے گلے لگایا۔ وہ آپؐ کو زیادہ تر اپنے ساتھ ہی رکھتے تھے۔ اور ہر طرح سے دلجوئی کیا کرتے تھے تاکہ آپؐ اداس نہ ہونے پائیں۔

جناب ابوطالب کے گھر میں یہ دستور تھا کہ بچوں کے لیے کھانا ایک جگہ رکھ دیا جاتا تھا۔ اور بچے چھینا جھپٹی کر کے جو مل جاتا کھا جاتے تھے۔ آپؐ کو اس گھر میں آئے ہوئے تین یا چار دن گزرے تھے کہ ایک روز آپؐ کی چچی جناب فاطمہؓ بنت اسد نے دیکھا کہ تمام بچے کھانے میں مصروف ہیں لیکن جناب عبداللہ کا یتیم لاڈلا نہایت خاموشی سے ایک کونے میں بیٹھا ہوا ہے انہوں نے آگے بڑھ کر آپؐ سے پوچھا "بیٹا تم کھانے میں شامل کیوں نہیں ہوتے" آپؐ نے فرمایا "چچی جان۔ میں اس طرح کی چھینا جھپٹی میں شامل نہیں ہونا چاہتا" یہ سن کر آپؐ کی چچی جان نے بے اختیار پوچھا "بیٹا، تم کتنے دنوں سے ایسا

لہ ابن سعد کے مطابق ابوطالب کے گھر میں بچوں کا ناشتہ جب آتا تو سب مل کر لوٹ لیتے جب چند مرتبہ دیکھا کہ یتیم بھتیجا اس لوٹ میں شریک نہیں ہوتا تو آپؐ کا ناشتہ الگ اور مستقل دیا جانے لگا (رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی صفحہ ۴۲)

کر رہے ہو۔"

آپ نے فرمایا۔

"جب سے اس گھر میں آیا ہوں"

چچی جان کو یہ سن کر بے حد حیرت ہوئی اور انھوں نے نہایت تعجب سے پوچھا۔

"بیٹا! آخر پیٹ کس سے بھرتے رہے ہو؟"

فرمایا

"چچی جان! میں آب زمزم سے پیٹ بھرتا رہا ہوں"

شفیق چچی کے دل پر ایک چوٹ سی لگی اور آپ کی معصوم صورت دیکھ کر ان کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔ اس کے بعد سے انھوں نے یہ وطیرہ بنالیا تھا کہ آپ کا کھانا بالکل علیحدہ رکھتیں تاکہ آپ کو کوئی تکلیف نہ ہونے پائے۔ سبحان اللہ! دوسروں کا حق مارنا، لوٹ کھسوٹ میں حصہ لینا شکوہ کرنا، اور بے صبری کا اظہار کرنا آپ کو کسی قیمت پر پسند نہ تھا اور آپ ہی کی وجہ سے اس گھر میں برکت کے سوتے پھوٹتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس مشفق چچی کو۔ جو بعد میں مسلمان ہو کر مدینہ منورہ آگئی تھیں۔ ہمیشہ امی کہا تھا اور جب ان کا انتقال ہو گیا تو آپ نے ان کے سرہانے بیٹھ کر فرمایا۔

"اے میری ماں کے بعد میری ماں۔ اللہ تجھ پر رحم فرمائے"

اور ان کی تعریف کی اور اپنی چادر میں کفنایا

اس مشفق چچی نے آپ کی کفالت میں خاص توجہ دی تھی یہ اس احسان کا بدلہ تھا کہ آپ نے فاطمہ رضی بنت اسد یعنی اپنی چچی کو اپنی چادر میں کفنایا تاکہ

---

[1] سیرت رسول عربی صفحہ ۸۲۷

وہ آتش دوزخ سے محفوظ رہیں اور آپؐ ان کی لحد میں لیٹ گئے تاکہ انہیں راحت و آرام رہے۔[1]

بکریوں کی پاسبانی

آپؐ جب اپنے چچا جناب ابو طالب کی کفالت میں آئے تو آپؐ کی عمر آٹھ سال تھی۔ اور چونکہ ابو طالب کثیر العیال ہونے کے ساتھ ساتھ تنگ دست بھی تھے۔ اس لیے آپؐ کو بکریاں چرانے کے لیے دوسروں کے ساتھ باہر جانا پڑتا تاکہ اپنے چچا کی مالی مدد کر سکیں۔ مولانا مناظر احسن گیلانی اپنی کتاب "النبی الخاتم" کے صفحہ ۲۸ پر لکھتے ہیں۔

"ابو طالب غریب آدمی تھے مدت سے ان کی گزران ان قراریط (سکوں) پر تھی جو بکریوں اور اونٹوں کو چرانے کے صلے میں ان کا بھتیجا مکہ والوں سے مزدوری میں پاتا تھا اگر ابو طالب معاشی طور پر تنگ دست نہ ہوتے تو آٹھ نو سال کا ان کا یتیم بھتیجا بکریاں چرانے پر کیوں مجبور ہوتا"

آپؐ نے ایک مرتبہ اپنے چند صحابہؓ سے فرمایا تھا۔

"اراک (پیلو) کے وہ پھل کھاؤ جو سیاہ ہو چکے ہوں چوپانی کرتے وقت میں بھی کھایا کرتا تھا"[2]

بکریوں کی پاسبانی کے دنوں کا ذکر ہے کہ ایک بار آپؐ اپنے چند ہم جولیوں کے اصرار پر شہر میں عیش و نشاط اور راگ رنگ کی ایک محفل میں شرکت کے لیے روانہ تو ہو گئے لیکن راستہ میں ایک گھر کے سامنے سو گئے

---

[1] رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی صفحہ ۱۴۱ [2] رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی صفحہ ۱۴۱۔

اور ساری رات وہاں سوتے رہے یوں اللہ پاک نے آپؐ کو ایسی مجلس سے دُور رکھا چنانچہ دوسرے دن جب ساتھیوں نے پھر شرکت کے لیے آمادہ کرنا چاہا تو فیصلہ کن انداز میں فرمایا۔

"میں ہرگز نہیں جاؤں گا"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم دن بھر جنگل میں بکریاں چراتے۔ جھڑبیریوں کے بیر کھاتے۔ اونٹوں کی مہار پکڑ کر چلتے۔ بکری کے بچوں سے پیار کرتے فطرت کی سرگوشیاں سنتے اور رات کو تھکے ماندے سو جاتے۔ آپؐ کو اس کی کوئی خبر نہ ہوتی کہ شہر میں کون آتا ہے اور کیا ہوتا ہے

شام کا سفر

جب آپؐ کی عمر بارہ سال ہوئی تو آپؐ اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ ایک تجارتی سفر میں ملک شام گئے اور اس سفر میں بحیرہ راہب سے آپؐ کی ملاقات ہوئی۔

حرب فجّار میں شرکت

آپؐ کی عمر پندرہ سال تھی جب آپؐ پہلی بار حرب فجار میں شریک ہوئے اور اس کے کچھ عرصہ بعد دوسری بار بھی اس جنگ میں شرکت فرمائی۔ یہ جنگ بنو کنانہ اور بنو ہوازن کے درمیان حُرمت والے مہینوں ہوئی تھی۔ اس لیے حرب فجار کہلاتی ہے۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ اپنی کتاب "رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی" کے صفحہ ۶۴ پر لکھتے ہیں

"عرب میں ابو برا ملاعب الاسنہ نامی ایک مشہور تیر باز تھا کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حرب فجار میں بڑی بہادری سے اس کو نیزہ مارا تھا ابن ہشام نے چوتھے حرب فجار کے بارے میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان تیروں کو روکنے میں حصہ لیتے تھے۔ جو آپؐ کے چچاؤں پر ان کے دشمن نشانہ لگا کر چلاتے تھے۔ ابن سعد نے اس وقت آنحضرت صلی اللہ

وسلم کی عمر بیس سال بتائی ہے اور آپ کا یہ جملہ نقل کیا ہے کہ

"میں تب وہاں اپنے چچاؤں کے ساتھ شریک تھا اور کچھ تیر بھی چلائے اور یہ مجھے پسند نہیں ہے کہ میں نے ایسا کیا ہوتا"

حلف الفضول میں شرکت

حرب فجار کے خاتمہ پر جب کہ آپ کی عمر تقریباً سولہ سال تھی۔ عبداللہ بن جدعان رئیس مکہ کی تحریک پر حلف الفضول[1] کی تجدید کی گئی تھی۔ تاکہ حرب فجار یا ایسی ہی دوسری جنگوں کا خطرہ باقی نہ رہے۔ اور عبداللہ ہی کی تحریک پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حلف الفضول کی اس تجدید اور تحریر کے موقع پر شمولیت کی دعوت دی گئی تھی جسے آپ نے بخوشی قبول کر لیا تھا۔ ابن ہشام اور حمیدی وغیرہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس[2] بیان کی روایت کی ہے کہ:

27487

"میں عبداللہ بن جدعان کے گھر حلف لینے کے لیے شریک ہوا تھا۔ اور سرخ اونٹوں کے گلے کے عوض بھی اس شرکت کے اعزاز سے دست بردار ہونا نہیں چاہتا اور اگر اب زمانۂ اسلام میں بھی مجھے کوئی

---

[1] یہ ایک معاہدہ تھا جنگ نہ کرنے کا۔ جس کے محرک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زبیر بن عبدالمطلب اور رئیس مکہ عبداللہ بن جدعان تھے۔ اور جن لوگوں نے اسے اس سے قبل مرتب کیا تھا ان میں سے ہر ایک کا نام فضل تھا اس لیے حلف الفضول کے نام سے مشہور ہوا۔

[2] رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی صفحہ ۷۰۔ محسن انسانیت صفحہ ۱۲۵۔

اس کی دُہائی دے کر پکارے تو میں اس کی مدد کو دوڑوں گا۔“

تاجر کی حیثیت سے

جناب ابوطالب کے گھر میں رہتے ہوئے آپؐ کو تقریباً بارہ برس گزر چکے تھے اور آپؐ کی عمر اس وقت بیس سال تھی۔ آپؐ اپنی دیانت اور صداقت کی وجہ سے ”الامین“ اور ”الصادق“ مشہور ہو چکے تھے، بات کے کھرے اور وعدہ کے پابند تاجر کی حیثیت سے جانے پہچانے جاتے تھے۔ عبداللہ بن ابی الحمساء اس بات کی شہادت دیتا ہے۔ کہ

”میں نے محمدؐ سے سودا طے کیا تھا اور تھوڑی دیر میں واپس آنے کا وعدہ کر کے چلا آیا تھا، مگر اسے بھول گیا، اور تین دن گذرنے کے بعد یاد آیا تو بھاگا ہوا وہاں پہنچا دیکھا تو محمدؐ وہیں موجود تھے۔ میں نے معذرت کی تو آپؐ نے اسے قبول کرتے ہوئے فرمایا

”عبداللہ تم نے مجھے مشقت میں مبتلا کیا ہے۔
میں تین دن سے متواتر تمہارے انتظار میں رہا ہوں“[1]

اس زمانہ تجارت میں ہی ابوبکرؓ سے دوستی ہو گئی تھی جو خود تاجر تھے اور دیانت دار بھی اس لیے دونوں میں جلد ہی گہری مؤانست ہو گئی۔ اب لوگ تجارت میں آپؐ سے ساجھا کرنے یا آپؐ کو گماشتہ بنانے کی سوچا کرتے تھے۔ آپؐ اپنی محنت کا صلہ، منافع اور تجارت سے حاصل ہونے والی رقم اور سامان وغیرہ اپنے چچا ابوطالب کی خدمت میں پیش کر دیا کرتے تھے۔ اس طرح آپؐ کی محنت اور برکت کے صدقے میں جناب ابوطالب کی مالی حالت کافی سدھر گئی تھی اور اب ان کی معاشی مشکلات تقریباً ختم ہو چکی تھی۔ بلکہ تاریخ کے اوراق یہ

---

[1] طبقات ابن سعد حصہ ہفتم صفحہ ۲۲۔

بتاتے ہیں کہ جناب ابو طالب خود تجارت میں زیادہ حصہ لینے لگے تھے۔

سیّدہ خدیجہؓ کا سامانِ تجارت

اور

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حُسن کارکردگی

سیدہ خدیجہؓ مکہ مکرمہ کی سب سے زیادہ متموّل اور پاکباز بیوہ تھیں جو طاہرہ کے لقب سے مشہور تھیں۔ وہ اپنا سامان تجارت گماشتوں کے ذریعے دوسرے ملکوں میں بھیجا کرتی تھیں ان کے پہلے دو شوہر عتیق بن عابد مخزومی اور ابو ہالہ بن زرارہ فوت ہو چکے تھے۔ جن کی نشانی ہالہ۔ حارث اور ہند تین لڑکے زندہ تھے۔

انہوں نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دیانت۔ امانت اور شرافت کا شہرہ سنا تو ارادہ کر لیا کہ اب کی بار انہیں سامان تجارت کے ساتھ ملک شام میں بھیجا جائے۔ اس غرض سے انہوں نے اپنے غلام میسرہ کے ذریعے آپؐ کو بلایا اور مناسب معاوضہ دینے کا وعدہ کر کے آپؐ کو سامان تجارت دیکر ملک شام کی طرف روانہ کیا اس سفر میں ان کا غلام میسرہ بھی آپؐ کے ساتھ ہمراہ تھا۔ آپؐ کی فراست اور برکت و سعادت کے باعث اس دفعہ مال تجارت میں اتنا منافع ہوا کہ اس سے پہلے کبھی اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا

اس کے بعد آپؐ سیدہ خدیجہؓ کا سامان تجارت لے کر کئی بار دوسرے ملکوں میں گئے اور اس معاوضہ سے اپنے چچا ابو طالب کو اپنی مالی مشکلات پر قابو پانے میں بھرپور مدد دی۔ سیدہ خدیجہؓ نے آپؐ کو جہاں جہاں تجارت کی غرض سے بھیجا تھا۔ ان میں جرش بھی شامل ہے جو یمن میں ہے۔ اعلان نبوت کے بعد جس سال آپؐ کی خدمت میں عرب کے دور دراز مقامات کے وفود آئے تھے۔ ان میں جب بحرین سے عبدالقیس

کا وفد آیا اور آپؐ نے بحرین کے ایک ایک مقام کا نام لے کر وہاں کا حال پوچھا تو لوگوں نے تعجب سے عرض کیا کہ آپؐ تو ہمارے ملک کا حال ہم سے بھی زیادہ جانتے ہیں اس پر آپؐ نے فرمایا[1]

"میں نے تمہارے ملک کی خوب سیر کی ہے"

آپؐ اب ایک کامیاب تاجر اور پاک باز نوجوان کی حیثیت سے مکہ اور اس کے گرد و نواح میں متعارف ہو چکے تھے۔ اور سیدہ خدیجہؓ آپؐ کی خوبیوں کی دل سے معترف تھیں۔

سیدہ خدیجہؓ سے نکاح

سیدہ خدیجہؓ نے آپؐ کے اخلاق و سیرت دیانت و امانت اور فضائل حمیدہ سے متاثر ہو کر آپؐ سے نکاح کی درخواست کی۔ اس کے متعلق دو روایتیں ہیں۔

(۱) ڈاکٹر محمد حمید اللہ اپنی کتاب "رسول کریمؐ کی سیاسی زندگی" کے صفحہ ۸۰ پر لکھتے ہیں۔

"ابن سعد سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مکے میں وقتاً فوقتاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بی بی خدیجہؓ سے ملنے جاتے تھے۔ جو آپؐ کو بہت چاہنے لگی تھیں اور کسی وقت اپنی سہیلیوں میں بیٹھی ہوتیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آتے تو آپ ان سے ضرور ملتیں۔ ان سماجی ملاقاتوں میں اور امور کے ساتھ ساتھ معاشی کاروبار کے امور پر بھی گفتگو ہوتی ہو گی۔"

اور اسی کتاب کے صفحہ ۸۲ پر لکھتے ہیں۔

"حضرت خدیجہ رضہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے اس قدر متاثر ہوئیں

---

[1] رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی صفحہ ۷۹۔

کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی کا ارادہ کر لیا اور اپنی سہیلی نفیسہ کے ذریعے بات چیت کی۔ لیکن محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ حضرت خدیجہؓ نے آپؐ کو بلا کر بالمشافہ بات پختہ کی۔

اور اس موقعہ پر اس پسند کی وجہ جو انہوں نے بیان کی وہ خود ان کے الفاظ میں یہ ہے۔

انها قالت لما خطبنا انی قد رغبت فیك لحسن خلقك وصدق حدیثك۔

(میں نے آپؐ کی صداقت اور اچھے اخلاق کی وجہ سے آپؐ کو پسند کیا ہے"

ابن ہشام نے صفحہ ۹۸ پر لکھا ہے۔

"حضرت خدیجہؓ نے حضورؐ کو پیغام بھیجا کہ اے میرے چچا زاد کیونکہ تم مجھ سے قرابت داری رکھتے ہو۔

اور امانت وصدق اور اخلاق حسنہ کے ساتھ موصوف ہو لہٰذا تمہاری جانب میرا میلان خاطر ہے"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابو طالب کے مشورہ سے یہ پیش کش قبول کر لی اور آپؐ کا نکاح سیدہ خدیجہؓ سے ہو گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقعہ پر دعوت ولیمہ فرمائی جس میں ایک اور بقول بعض دو اونٹنیاں ذبح کرائیں اور لوگوں کو کھانا کھلایا اور سیدہ خدیجہؓ نے اپنی کنیزوں کو رقص کرنے اور دف بجانے کا حکم دیا اور جناب ابو طالبؑ نے اس موقعہ پر بے حد خوش ہو کر کہا۔

"خدا ہی کے لیے سب تعریفیں ہیں جس نے ہماری پریشانیوں کو دور کیا اور ہمارے رنج والم کو مٹا دیا۔

یہ پہلا ولیمہ تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم

سیّدہ خدیجہؓ کے دولت کدہ میں

نکاح کے بعد سیّدہ خدیجہؓ کی اولین آرزو یہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر میں مستقل طور پر منتقل ہو جائیں چنانچہ ان کی یہ آرزو پوری ہوئی اور آپ نے کاشانہ سیّدہ خدیجہؓ کو اپنا مسکن بنا لیا۔

اس گھر میں آپؐ کے لیے راحت تھی آرام تھا اور فکر معاش نہ تھی۔ اس کے بعد آپؐ کسی تجارتی سفر پر باہر تشریف نہیں لے گئے تھے۔ بلکہ گھر پر ہی سامان تجارت اور کاروبار تجارت کی نگرانی فرمایا کرتے تھے۔ اس فارغ البالی کے دور کے متعلق اللہ پاک نے تقریباً بیس سال بعد یاد دلایا تھا۔

۱؎ محمد رسول اللہ صفحہ ۶۵۔

۲؎ شادی کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہؓ کے مکان پر آ گئے تھے۔ لیکن آپؐ کے پدری حصہ کا مکان مکہ ہی موجود تھا۔ عقیلؓ نے جو حضورؐ کے چچا زاد بھائی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حقیقی بھائی تھے اور اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ اس مکان پر قبضہ کر لیا۔ چنانچہ فتح مکہ کے بعد جب حضورؐ مکہ تشریف لائے تو لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ آپ کہاں قیام فرمائیں گے کیا آپؐ اپنے دولت خانہ پر ٹھہریں گے۔ تو آپؐ نے فرمایا، عقیل نے ہمارے لیے گھر کہاں چھوڑا،،

سیرت النبی جلد دوم صفحہ ۱۹۲۔

وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَاَغْنٰی

(اور تمہیں نادار پایا اور پھر مالدار کر دیا) والضحیٰ آیت نمبر ۸۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ تفہیم القرآن جلد ششم صفحہ ۳۷۳-۳۷۲ پر لکھتے ہیں۔

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے آپ کے والد ماجد نے میراث میں صرف ایک اونٹنی اور ایک لونڈی چھوڑی تھی۔ اس طرح آپ کی زندگی کی ابتدا افلاس کی حالت میں ہوئی تھی۔ پھر ایک وقت آیا کہ قریش کی سب سے زیادہ مالدار خاتون حضرت خدیجہؓ نے پہلے تجارت میں آپ کو اپنے ساتھ شریک کیا اس کے بعد انہوں نے آپ سے شادی کر لی۔ اور ان کے تمام تجارتی کاروبار کو آپ نے سنبھال لیا۔ اس طرح آپ نہ صرف یہ کہ مال دار ہو گئے بلکہ آپ کی مالداری اس نوعیت کی نہ تھی کہ مخلص بیوی کے مال پر آپ کا انحصار ہو ان کی تجارت کو فروغ دینے میں آپ کی محنت و قابلیت کا بڑا حصہ تھا"

اس گھر کے مکینوں میں ہندؓ بن ابی ہالہ اور زیدؓ بن حارثہ بھی شامل ہیں۔ ہندؓ تو سیدہ خدیجہؓ کے پہلے شوہر ابی ہالہ کے فرزند ہیں۔ اور زیدؓ بن حارثہ سیدہ خدیجہؓ کے غلام ہیں جنہیں انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کر دیا تھا۔ اس گھر میں آپؐ کو ہر طرح کا آرام میسّر تھا۔

اب آپؐ کے دوستوں میں ابو قحافہؓ کے فرزند ابوبکرؓ سیدہ خدیجہؓ کے بھتیجے حکیمؓ بن حزام۔ قبیلہ ازد کے ایک سردار ضمادؓ اور عبداللہ بن ابی الحمسا شامل ہو گئے تھے گھر کی چار دیواری کے اندر مسرت و شادمانی کی حکمرانی تھی اور باہر وقار و تمکنت اور کاروبار کی فراوانی تھی۔ غرض اس گھر سے بہتر کسی دوسرے گھر کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔

اس دولت کدہ میں علیؓ کی آمد

اس گھرانے کے حسن سلوک سے متاثر ہو کر زیدؓ نے اپنے والد حارث اور چچا کعب کے ساتھ واپس اپنے قبیلہ اور خاندان میں جانے سے انکار کر دیا تھا۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کو دنیا کی ہر آزادی پر ترجیح دی اور اسی آستانہ کے ہو کر رہ گئے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی کاشانہ مبارک میں تھے جب آپؐ نے حجر اسود کو اس کی جگہ پر نصب کرنے کی مشکل کو آسان کر دیا تھا۔ اور آپؐ کے حسن تدبیر سے قبائل قریش خون خرابہ سے محفوظ رہے تھے۔ اُس وقت آپؐ کی عمر سینتیس سال تھی۔

ان ہی دنوں کا ذکر ہے کہ مکہ مکرمہ قحط کی لپیٹ میں آگیا اور لوگ خشک سالی مفلوک الحالی اور فاقوں سے جاں بلب ہو گئے آپؐ نے ہر مفلس و محتاج کی دل کھول کر مدد کی۔ آپؐ کا درِ دولت ہر پریشان حال کے لیے کھلا رہتا تھا۔ آپؐ کی زوجہ مطہرہ ام المومنین حضرت خدیجہؓ اس سخاوت اور ہمدردی میں اپنے سخی اور کریم شوہر کا پورا پورا ساتھ دے رہی تھیں اور اس پاک باز جوڑے نے بہتوں کو بھوکوں مرنے سے بچا لیا تھا۔

اس قحط سالی اور زبوں حالی کے دور میں آپؐ نے اپنے چچا ابو طالب کی پریشانی دُور کرنے کے لیے ان کے فرزند علیؓ کی کفالت کا ذمہ لے لیا۔ اور ان کے دوسرے بیٹے جعفرؓ کو پرورش کے لیے دوسرے عم محترم عباسؓ کے حوالے کر دیا جو کھاتے پیتے آدمی تھے۔ اس طرح ابو طالب کی پریشانیوں میں کمی آگئی اور علیؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مستقل رفاقت مل گئی۔ زہے نصیب۔ علیؓ اس وقت چھوٹی عمر کے تھے یعنی انہوں نے زندگی کی صرف پانچ بہاریں دیکھی تھیں،

کاشانہ مبارک اور بچے

اس گھر میں سب سے پہلے قاسمؓ کا اضافہ ہوا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی اولاد تھے لیکن دو سال بعد ان کا انتقال ہو گیا۔

ان کے بعد بی بی زینبؓ کا ہنستا مسکراتا چہرہ پیغام مسرت لایا پھر عبداللہؓ جنہیں طیب اور طاہر بھی کہتے ہیں کی ولادت ہوئی مگر وہ بھی کمسنی میں فوت ہو گئے۔ ان کے بعد ام کلثومؓ۔ رقیہؓ اور فاطمہؓ کی ولادت ہوئی اور اب اس گھر میں خوب چہل پہل ہو گئی تھی۔

سیدہ زینبؓ کا نکاح ان کے خالہ زاد ابوالعاص سے ہوا۔ رقیہؓ کی منگنی ابولہب کے بیٹے عتبہ سے اور ام کلثوم کی منگنی ابولہب ہی کے دوسرے بیٹے عتیبہ سے ہوئی اور تھوڑے ہی دنوں کے بعد ان کی شادی ہو گئی لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد ابولہب نے سخت مخالفت کی وجہ سے اپنے بیٹوں سے بنات النبی کو طلاق دلوا دی اس وقت تک ان صاحب زادیوں کی رخصتی نہیں ہوئی تھی۔

کاشانہ مبارک سے غار حرا تک

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر جب انتالیس سال ہوئی۔ تو آپؐ کو تنہائی پسند آنے لگی اور اسرار کائنات کو پالنے کی آرزو نے آپؐ کو مضطرب کر دیا۔

اس لیے آپؐ نے زیادہ وقت مکہ مکرمہ سے مشرق کی جانب تین میل کے فاصلہ پر واقع غار حرا میں گزارنا شروع کیا کاشانہ مبارک سے دور، شہر کے شور و غل سے دور۔ دنیا کے ہنگاموں سے دور، غار حرا میں عبادت۔ ذکر۔ تدبر اور غور و فکر کیا کرتے تھے جسے تحنث کہا جاتا ہے۔ آپؐ کاشانہ مبارک سے پانی کی چھاگل اور ستو اپنے ساتھ لے جاتے تھے اور کئی کئی دن تک

متواتر غار حرا میں محو تحنث رہتے تھے۔ بعض روایات کے مطابق سیدہ خدیجہؓ خود بھی کبھی کبھی پانی اور ستو آپؐ کو غار حرا میں پہنچا دیا کرتی تھیں۔

کاشانہ مبارک میں آفتاب نبوّت کی کرنیں

آپؐ کی عمر چالیس سال تھی کہ ایک روز آپؐ اضطراب کی حالت میں کاشانہ مبارک میں تشریف لائے اور آتے ہی فرمایا "زملونی زملونی" یعنی مجھے کمبل اوڑھا کمبل اوڑھا دو۔

سیدہ خدیجہؓ نے جلدی جلدی بستر بچھایا جس پر آپؐ نے تھوڑی دیر تک استراحت فرمائی اور جب طبیعت میں ذرا سکون پیدا ہوا تو سیدہ خدیجہؓ کے استفسار پر فرمایا "خدیجہؓ میں ایسے واقعات دیکھتا ہوں کہ مجھے اپنی جان کا ڈر[1] ہو گیا ہے"۔

آپؐ کا یہ ارشاد سن کر سیدہ خدیجہؓ فوراً بول اٹھیں،

"ہرگز نہیں۔ خدا کی قسم، خدا آپ کو اندوہگین نہ کرے گا آپؐ عزیزوں اور رشتہ داروں سے حسن سلوک کرتے ہیں ناتوانوں بے کسوں اور غریبوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں جن کے پاس کچھ نہیں ہوتا انہیں دیتے ہیں مہمانوں کی تواضع کرتے ہیں مصائب میں حق کے مددگار ہیں آپؐ صادق القول ہیں"

اس کے بعد سیدہ خدیجہؓ آپؐ کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں تاکہ اس واقعہ کے متعلق ان سے دریافت فرمائیں کیونکہ وہ کتب سماوی کے بہت بڑے عالم اور عیسائی تھے۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ساری واردات سننے کے بعد کہا۔

---

[1] سیرت النبی جلد اول صفحہ ۱۸۹

[2] تفہیم القرآن جلد ششم صفحہ ۳۹۳۔

"یہ وہی ناموس اکبر ہے جو اللہ نے موسیٰ علیہ السلام پر نازل کیا تھا۔ کاش میں آپ کے زمانہ نبوت میں قوی جوان ہوتا۔ کاش میں اس وقت تک زندہ رہوں جب آپؐ کی قوم آپؐ کو نکالے گی"۔

ورقہ کی یہ بات سن کر آپؐ بہت متعجب ہوئے اور فرمایا۔

"کیا یہ لوگ مجھے نکال دیں گے"۔

ورقہ نے جواب دیا۔ ہاں۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی شخص وہ چیز لے کر آیا ہو۔ جو آپؐ لائے ہیں۔ اور اس سے دشمنی نہ کی گئی ہو اگر میں نے آپؐ کا وہ زمانہ پایا۔ تو میں آپؐ کی پُر زور مدد کروں گا"۔

جبریل امین کاشانہ مبارک میں

آپ نے فرمایا ہے۔

"ایک[1] روز میں راستے سے گزر رہا تھا۔ یکایک میں نے آسمان سے ایک آواز سُنی۔ سر اٹھایا تو دیکھا کہ وہی فرشتہ جو غار حرا میں میرے پاس آیا تھا۔ آسمان اور زمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہوا ہے۔ میں یہ دیکھ کر سخت دہشت زدہ رہ گیا۔ اور گھر پہنچ کر میں نے کہا۔

"مجھے اوڑھا دو۔ مجھے اوڑھا دو"۔

چنانچہ گھر والوں نے مجھ پر لحاف (یا کمبل) اوڑھا دیا اس وقت خدا نے یہ وحی کی (یعنی جبریل امین نے خدا کا یہ پیغام پہنچایا)

"اے[2] اوڑھ لپیٹ کر لیٹنے والے۔

---

[1] تفہیم القرآن جلد ششم صفحہ ۱۳۸۔

[2] سورۂ مدثر کی ابتدائی سات آیات جن میں تبلیغ کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔

اٹھو اور خبردار کرو۔

اور اپنے رب کی بڑائی کا اعلان کرو۔

اور اپنے کپڑے پاک رکھو۔

اور گندگی سے دور رہو۔

اور احسان نہ کرو زیادہ حاصل کرنے کے لئے۔

اور اپنے رب کی خاطر صبر کرو"

پھر لگاتار مجھ پر وحی کا نزول شروع ہو گیا۔

لیکن کچھ دنوں کے بعد وحی کا سلسلہ پھر بند ہو گیا۔ آپؐ بہت مضطرب ہو گئے۔ اور کاشانہ مبارک کے اندر اور باہر ہر جگہ آپؐ ہجر و فراق۔ اور سوز و گداز کی وجہ سے بے چینی سی محسوس کیا کرتے تھے۔ گھر سے باہر تشریف لے جاتے تو لوگ ٹھٹھا مار کر کہتے۔

"محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا رب ان سے ناراض ہو گیا ہے۔ اور اس نے انہیں بالکل چھوڑ دیا ہے"

گھر میں تشریف فرما ہوتے تو سگی چچی ام جمیل۔ ابو لہب کی بیوی۔ جو آپؐ کی پڑوسن تھی۔ دیوار سے گردن اٹھا کر کہتی

"محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) معلوم ہوتا ہے۔ تمہارے شیطان نے تمہیں چھوڑ دیا ہے۔ اب تو تم نے کوئی نئی بات کئی روز سے نہیں کی۔ میں نا کہتی تھی۔ تم پر کسی آسیب کا سایہ ہے۔ جسے تم اب تک خواہ مخواہ وحی کہتے رہے ہو"

سینہ چھلنی کر دینے والی یہ باتیں اب برداشت سے باہر ہوتی جا رہی تھیں۔ لیکن اس کا علاج بھی کیا ہو سکتا تھا۔ آپؐ کو کبھی کبھی یہ پریشانی لاحق ہو جاتی تھی۔ کہ محبوب ازلی کہیں روٹھ تو نہیں گیا؟

لیکن ایک روز جبریل امین یہ مژدۂ جانفزا لیے ہوئے حاضر ہوئے "قسم[1] ہے روز روشن کی۔

اور رات کی جب کہ سکون کے ساتھ طاری ہو جائے (اے نبیؐ) تمہارے

رب نے تم کو ہرگز نہیں چھوڑا اور نہ وہ ناراض ہوا۔

اور یقیناً تمہارے لیے بعد کا دور پہلے دور سے بہتر ہے۔

اور عنقریب تمہارا رب تم کو اتنا دے گا۔ کہ تم خوش ہو جاؤ گے"۔

کاشانہ مبارک میں بنو ہاشم کی دعوت

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ پاک کی طرف سے یہ حکم دیا گیا کہ

"اپنے[2] قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤ"

تو آپؐ نے خاندان بنو ہاشم کی دعوت کا بندوبست کیا تاکہ ان میں اسلام کی تبلیغ کی جائے۔ لیکن ابولہب اس دعوت میں شراب کی باتیں کرتا رہا اور اس شور و غل میں آپؐ کو اپنی بات کہنے کا موقع نہ ملا۔ اس لیے آپؐ نے دوسرے روز ان کی دعوت کا اہتمام کیا اور جب کاشانہ مبارک میں جمع ہونے والے سب مہمان کھانے سے فارغ ہو گئے تو آپؐ نے ان سے فرمایا۔

"اے حاضرین میں تم سب کے لیے دنیا اور آخرت کی بہبود لے کر آیا ہوں۔ اور میں نہیں جانتا کہ عرب بھر میں کوئی شخص بھی اپنی قوم کے لیے اس سے بہتر اور افضل کوئی شے لایا ہو۔ مجھے اللہ تعالےٰ نے حکم دیا ہے

---

[1] سورۂ والضحیٰ۔

[2] سورۂ الشعراء آیت نمبر ۲۱۴۔

کریں آپ لوگوں کو اس کی دعوت دوں ــــــ بتاؤ تم میں سے کون میرا ساتھ دے گا؟"

یہ سن کر پوری مجلس پر سناٹا طاری ہو گیا مگر آپؐ کے پروردہ علیؓ نے جن کی عمر اُس وقت صرف آٹھ سال تھی اٹھ کر کہا۔

"یا رسول اللہ میں حاضر ہوں۔ گو مجھ کو آشوب چشم ہے میری ٹانگیں پتلی ہیں اور میں گھر میں سب سے کم عمر ہوں تاہم میں آپؐ کا ساتھ[1] دوں گا"

ابولہب نے اپنی بدطینتی کی وجہ سے شور مچانا شروع کر دیا لہٰذا یہ دعوت بھی بغیر کسی نتیجہ کے ختم ہو گئی لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کے حکم کی تعمیل میں چند روز بعد پھر اپنے کاشانہ مبارک میں بنو ہاشم کو کھانے کی دعوت دی اور اپنے دادا کی اولاد کو خطاب کرتے ہوئے ایک ایک کا نام لے کر صاف صاف کہہ دیا۔

"اے عباسؓ۔ اے صفیہؓ رسول اللہ کی پھوپھی اے فاطمہؓ محمدؐ کی بیٹی تم سب لوگ آگ کے عذاب سے اپنے آپ کو بچانے کی فکر کرو۔ میں خدا کی پکڑ سے تم کو نہیں بچا سکتا۔ البتہ میرے مال میں سے تم لوگ جو کچھ چاہو مانگ سکتے ہو"

حاضرین سب خاموش تھے البتہ ابوطالب نے آپؐ سے مخاطب ہو کر کہا "میں دین عبدالمطلب کو تو نہیں چھوڑنا چاہتا۔ مگر جس کام کا تم کو حکم دیا گیا ہے۔ تم اُسے کرو میں تمہاری حمایت وحفاظت کروں گا"

پھر جب کچھ عرصہ بعد آپؐ کو اللہ پاک کی طرف سے یہ حکم دیا گیا کہ:

---

[1] سیرت النبی جلد چہارم صفحہ ۴۰۶

[2] سیرت النبی جلد چہارم صفحہ ۴۰۶۔

"پس نبیؐ جس چیز کا تمہیں حکم[1] دیا جا رہا ہے۔ اسے ہانکے پکارے کہہ دو۔ اور شرک کرنے والوں کی ذرا پرواہ نہ کرو"

تو آپؐ نے کوہ صفا پر کھڑے ہو کر اہل مکہ کو اللہ پاک کا پیغام پہنچایا لیکن سننے والوں میں سے ابولہب نے چلا کر کہا۔

"تو برباد[2] ہو جائے کیا تو نے ہمیں یہی سنانے کے لیے یہاں جمع کیا تھا"

اس کی یہ بات سن کر سارا مجمع چھٹ گیا اور آپؐ تنہا کھڑے رہ گئے۔

خاندان بنو ہاشم ——— کاشانہ مبارک میں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سے تبلیغ اسلام کے لیے زیادہ تندہی سے کام شروع کیا تھا۔ کفار قریش کے ظلم وستم بھی شدت آگئی تھی۔ اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی تھی۔ کہ آپؐ کی جان کو خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ چنانچہ موقع کی نزاکت کا احساس کرتے ہوئے جناب ابوطالب نے خاندان بنو ہاشم کو ایک روز اپنے ہاں دعوت دے کر انہیں حالات سے آگاہ کیا اور اپنے خاندان کی عزت وآبرو کی خاطر جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرنے کے لیے سب کو تاکید کی۔ جس پر سب نے بیک زبان کہا۔

"اے شیخ۔ ہم سب آپ کے ساتھ ہیں آپ کے ہر حکم کی تعمیل ہم پر واجب ہے۔

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تنہا نہیں چھوڑا جا سکتا یہ خاندانی وقار کی بات ہے۔ ہم نے بہت عرصہ تک صبر اور برداشت سے کام لیا ہے لیکن

---

[1] سورۃ الحجرات آیت نمبر ۹۴

[2] تفہیم القرآن جلد ششم صفحہ ۵۲۱

اب ترکی بہ ترکی جواب دیا جائیگا،،

اس فیصلے کے دوسرے دن جناب ابو طالب اور دوسرے اہل خاندان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کاشانہ مبارک پر آئے تاکہ انہیں اس فیصلے سے آگاہ کر سکیں۔ لیکن آپ وہاں موجود نہ تھے۔ اور گھر والوں میں سے کسی کو آپ کے متعلق کوئی یقینی بات معلوم نہ تھی۔ جناب ابوطالب کا ماتھا ٹھنکا۔ سب کو یہ خدشہ لاحق ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جان خطرے میں ہے اس لیے سب جناب ابوطالب کے مکان پر جمع ہوئے اور بنی عبد المطلب اور بنو ہاشم کے جوانوں کو اکٹھا کر کے جناب ابوطالب نے کہا۔

،،ایک ایک خنجر یا کوئی اور ہتھیار اپنے کپڑوں میں چھپالو اور میرے پیچھے پیچھے آؤ جب میں حرم میں داخل ہو جاؤں تو دیکھو کہ قریش کی کس مجلس میں ابوجہل بیٹھا ہے۔ بس اس مجلس کے کسی شخص کو زندہ نہ چھوڑنا۔ کیونکہ لامحالہ اسی مجلس کے آدمیوں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کیا ہوگا،،

بنو ہاشم جناب ابوطالب کی قیادت میں کعبہ کی طرف روانہ ہوئے لیکن راستہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ بولے بیٹے زیدؓ بن حارثہ مل گئے جناب ابوطالب نے ان سے آپ کے متعلق دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ خیریت سے ہیں اور زیدؓ ان سب کو لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہاشمیوں نے جب آپ کو دیکھا تو ان کی بے چینی دور ہوئی لیکن جناب ابوطالب نے یہ ضروری سمجھا کہ کفار قریش کو اس واقعہ کی خبر دی جائے چنانچہ یہ لوگ حرم کعبہ میں پہنچے اور وہاں جناب ابوطالب نے قریش کو مخاطب کر کے کہا۔

،،یا معشر قریش۔ اگر تم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دیا، تو میں تم میں سے کسی ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑوں گا یہاں تک کہ ہم لڑ لڑ کر ختم ہو جائیں،،

سرداران قریش اس دستہ کے جوش و خروش کو دیکھ کر دنگ رہ گئے۔

بی بی حلیمہؓ کاشانہ مبارک میں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کاشانہ مبارک میں موجود تھے۔ اور سیدہ خدیجہؓ صحن میں کسی کام سے کھڑی تھیں اتنے میں دروازہ کھلا اور ایک بوڑھی عورت اندر داخل ہوئی سیدہ خدیجہؓ اسے ٹکٹکی باندھے دیکھتی رہیں۔ اور جب وہ قریب پہنچی تو انہوں نے پوچھا۔

"تم کون ہو"۔

بوسیدہ لباس میں ملبوس اس عورت کا چہرہ جھریوں سے بھرا ہوا تھا جس پر غربت اور افلاس کی لکیریں واضح تھیں وُہ خالی ہاتھ تھی۔

اس نے جواب میں کہا۔ "میں حلیمہؓ سعدیہ ہوں"

سیدہ خدیجہؓ ابھی کچھ کہنے بھی نہ پائی تھیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم۔ جنہوں نے حلیمہؓ کی آواز سن لی تھی۔ نہایت بے تابی اور تیزی سے باہر آئے اور "میری ماں میری ماں" کہتے ہوئے اس بڑھیا سے لپٹ گئے اور فرط جذبات سے دونوں کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک سے ماں کی محبت کے سوتے پھوٹ نکلے تھے۔ وُہ رؤف و رحیم تھے۔ اور شفقت ان کے رگ و پے میں سمائی ہوئی تھی۔ حلیمہؓ نے انہیں اپنی چھاتیوں سے سیراب کیا تھا، گودوں کھلایا تھا۔ لوریاں سنائی تھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے حلیمہؓ کے دن پھر گئے تھے۔

حلیمہؓ بلائیں لے رہی تھی آپؐ پر رقت طاری تھی۔ اور سیدہ خدیجہؓ حیران کھڑی تھیں۔[1]

---

[1] سیرت النبی جلد اوّل صفحہ ۱۷۲۔

جب ذرا طبیعت سنبھلی تو آپؐ نے اپنی چادر بچھا دی۔ اور فرمایا
"امی جان ۔ یہاں بیٹھیے"
سیدہ خدیجہؓ نے اپنے شوہر نامدارؐ کی رضاعی ماں کے احترام میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی اور جب وہ چند دنوں کے بعد واپس جانے لگیں تو آپ (سیدہ خدیجہؓ) نے اپنے پاس سے چالیس بکریاں اور سامان سے لدی ہوئی ایک اونٹنی تحفۃً پیش کی

ضمادؓ کاشانہ مبارک میں

ضمادؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست۔ بنو ازد کے سردار اور مشہور طبیب وجراح تھے۔ آپؐ کی بعثت کے بعد جب وہ ایک روز مکہ مکرمہ میں آئے تو قریش نے انہیں یہ یقین دلانے کی پوری پوری کوشش کی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جنون ہوگیا ہے ضمادؓ کو یہ سن کر بہت دکھ ہوا انہوں نے کہا میں اپنے جھاڑ پھونک سے ان کا علاج کروں گا۔ چنانچہ وہ سیدھا آپؐ کے در دولت پر آئے۔ اور جب باریابی کی اجازت پائی تو آپؐ سے مل کر خوشی کا اظہار کیا۔ آپؐ کو بھی ان سے مل کر بے حد خوشی ہوئی ضمادؓ نے کچھ دیر تک گفتگو کرنے کے بعد کہا میں نے سنا ہے کہ آپؐ کو جنون ہوگیا ہے میں اس لیے حاضر ہوا ہوں کہ اپنے جھاڑ پھونک سے اس کا علاج کروں"
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی باتیں سن کر فرمایا۔
"تمام ستائشیں اللہ کے لیے ہیں ہم اس کی ستائش کرتے ہیں اسی سے مدد مانگتے ہیں۔
جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا غلط راستہ پر نہیں ڈال سکتا جسے اللہ راستہ سے پھرا دے۔ اسے کوئی ہدایت کرنے والا سیدھے راستہ پر نہیں ڈال سکتا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

وُہ یگانہ و یکتا ہے۔
اس کا کوئی شریک نہیں۔

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں،، ضمادؓ یہ کلام سن کر مبہوت رہ گئے انہیں جھاڑ پھونک کرنے کا خیال تک نہ رہا انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اصرار کر کے تین بار یہ کلام سنا اور بے اختیار بول اٹھے۔

،، خدا کی قسم۔ میں نے ایسا کلام کبھی نہیں سنا تھا۔ میں نے کاہنوں کا کلام سنا ہے شاعروں کا کلام سنا ہے۔ ساحروں کا کلام سنا ہے۔ مگر ایسا کلام نہیں سنا یہ تو سمندر کی تہہ تک پہنچتا ہے،،

پھر انہوں نے اسلام قبول کر لیا اور اپنی طرف سے اور اپنی قوم کی طرف سے آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

ضمادؓ کاشانہ مبارک میں داخل ہوئے تھے تو انہیں اپنے جھاڑ پھونک پر بڑا ناز تھا اور جب اس مبارک گھر سے باہر آئے تو ہدایت پا جانے پر نازاں تھے۔

کاشانہ مبارک اور اس کا پڑوس

یہ کاشانہ مبارک مکہ مکرمہ کے اس محلہ میں آباد تھا جہاں سب متمول لوگ رہتے تھے۔ یہ سب تاجر۔ سود خور اور صاحب ثروت تھے اس دولت کدہ کے دائیں بائیں ابولہب اور عقبہ بن ابی معیط کے گھر تھے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تنگ کرنے کا کوئی موقعہ ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے۔ ایک دن ابولہب کی بیوی ام جمیل نے ــــ جسے قرآن مجید میں حمالۃ الحطب لکھ کر پکارا گیا ہے ــــ آپؐ پر عین سجدہ کی حالت میں اوجھڑی ڈال دی جس سے آپؐ کا اُجلا لباس داغدار ہو گیا۔ اور چاروں طرف غلاظت پھیل گئی ــــ لیکن آپؐ نے سجدہ سے سر نہ اٹھایا ام جمیل کا ہنستے ہنستے بُرا حال ہو گیا

ابولہب بھی کھی کھی کرتا ہوا دیوار سے سر اٹھا کر دیکھتا رہا۔

اسی طرح ایک دن عقبہ بن ابی معیط نے موقع پاکر آپؐ کی پکتی ہوئی ہانڈی میں غلاظت پھینک دی اور پھر قہقہوں کا سیلاب آپؐ کے دولت کدہ کے دائیں بائیں دونوں جانب سے امنڈ پڑا اپنی دانست میں ان لوگوں نے اپنے دیوتاؤں کو برا کہنے کا بدلہ لے لیا تھا۔ اور بڑے تکبر و غرور سے کہتے تھے "دیکھیں اب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا خدا کیا کرتا ہے"۔

یہ ان پڑوسیوں کا وطیرہ تھا۔ اور ام جمیل نے اسے دستور بنا لیا تھا کہ رات کی تاریکی میں آپؐ کے کاشانہ مبارک کے باہر کانٹے ڈال دیتی تھی تاکہ جب آپؐ اپنے گھر سے باہر تشریف لائیں تو کانٹوں میں الجھ کر رہ جائیں۔ لیکن آپؐ نے بڑے صبر و ضبط سے ان کی مکروہ حرکات کو برداشت کیا اور جب کبھی زیادہ دکھ محسوس ہوتا تو گھر سے باہر تشریف لا کر نہایت دردمندانہ لہجہ میں فرمایا کرتے تھے۔

"اے بنی عبد مناف کیا یہ حق ہمسائیگی ہے جو تم ادا کرتے ہو؟"

پاکباز خاتون مکہ ——— سیدہ خدیجہؓ ——— جو کچھ عرصہ پیشتر تک ان سب لوگوں کے نزدیک انتہائی محترم تھیں اب ان کے ہاتھوں طرح طرح کے ستم کا نشانہ بن چکی تھیں۔ یہ سب کچھ صرف اس لیے تھا کہ کفار قریش اپنے معبودوں کے خلاف کچھ بھی سننا گوارا نہیں کرتے تھے اور اس مقدس جوڑے کو طرح طرح سے دکھ دے کر اپنے دل کی بھڑاس نکال لیتے تھے۔

اس دولت کدہ سے ملحق اونٹوں کی قرد گاہ میں اب وہ رونق باقی نہیں رہی تھی۔ نہ ہی مال و اسباب سے گودام بھرپور نظر آتے تھے۔ لونڈی غلام کی کثرت بھی کم ہو گئی تھی۔ وجہ صرف یہ تھی کہ گھر کے مالک ـــ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ـــ اب تجارت کے بدلے تبلیغ میں منہمک ہو گئے تھے۔ اور آپؐ کی ساری توجہ اللہ جل شانہ کا پیغام

اس کے بندوں تک پہنچانے کی طرف مرکوز ہو گئی تھی ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم شعب ابو طالب میں

کفار قریش نے جب یہ دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام توحید آہستہ آہستہ دلوں کو مسخر کرتا چلا جا رہا ہے، اور خود ان کے گھروں میں بھی نور توحید کا اُجالا پھیل رہا ہے۔ تو ضبط کے سارے بند ٹوٹ گئے اور انہوں نے آنے والے خطرہ کو بھانپ کر باہم مشورہ کیا کہ بنی عبد مناف کا مکمل مقاطعہ کیا جائے چنانچہ یکم محرم ۷ بعثت کو منصور[1] بن عکرمہ نے قریش کی منظور کردہ قرار داد کی تحریر لکھی اور قریش کے سب نمائندوں نے اس کی توثیق کر دی ۔ بنو ہاشم میں سے ابو لہب خود اپنے ہی خاندان کے خلاف اس معاہدہ میں شریک ہوا اور اس کی توثیق بھی کر دی ۔ اس معاہدہ کی مندرجہ ذیل شقیں تھیں ۔

۱۔ خاندان بنو ہاشم سے کوئی رشتہ ناطہ نہ کرے گا ۔

۲۔ نہ ان سے کوئی چیز خریدی جائیگی ۔

۳۔ نہ ان کے پاس کوئی چیز فروخت کی جائیگی ۔

۴۔ نہ انہیں کھانے پینے کا کوئی سامان دیا جائیگا ۔

۵۔ نہ ان سے میل جول رکھا جائیگا ۔

۶۔ نہ ان سے کبھی صلح کریں گے ۔

۷۔ نہ اپنے دلوں میں ان کے لیے نرمی اور رحم کو جگہ دیں گے ۔

اس طرح یہ پورا خاندان اور ان کے چند ہمدرد شعب ابو طالب میں حضور

---

[1] سیرت النبی جلد اول صفحہ ۲۴۶، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے بد دعا کی تھی اور اس کے دونوں ہاتھ شل ہو گئے تھے ۔

ہو کر رہ گئے تھے۔ اور جب بھوک کے بچوں کے رونے کی آوازیں بلند ہوتیں تو قریش خوشی سے پھولے نہ سماتے تھے۔ اور کہتے تھے۔ ان کے ساتھ ایسا ہی ہونا چاہیئے یہ ہمارے دیوی دیوتاؤں کی توہین کرتے تھے اب انہیں خوب سزا مل رہی ہے۔

خرید و فروخت اور میل جول کی تمام راہیں یکسر مسدود ہو گئی تھیں اور ان کو صرف ایام حج اور ماہ حرام میں شعب ابو طالب سے باہر نکلنے اور کچھ خریدنے کا موقع ملتا تھا کیونکہ ان مہینوں میں کفار قریش ان کے خلاف کچھ نہ کر سکتے تھے۔ یہ حرمت والے مہینے تھے۔ اور عرب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے یہ دستور چلا آ رہا تھا کہ حرمت کے مہینوں میں کوئی کسی پر ہاتھ نہ اٹھا سکتا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم توان مہینوں میں بھی تبلیغ اسلام کی کوششوں میں مصروف رہتے تھے۔ لیکن ابولہب بد بخت آپؐ کے پیچھے پیچھے جاتا اور لوگوں سے کہتا تھا۔

"یہ دیوانہ ہے اس کی بات نہ سنو ورنہ تباہ ہو جاؤ گے"

شعب ابو طالب میں اس خاندان کی مظلومانہ کیفیت کا ایک نقشہ مولانا مناظر احسن گیلانی نے اپنی کتاب "النبی الخاتم" کے صفحہ ۱۱۱ پر ان الفاظ میں کھینچا ہے۔

"وہی فطرت (رأفت و رحمت) جو انسان تو انسان کی جانور کے دکھ کو دیکھ کر تڑپ جاتی تھی اس کے لیے آزمائش کی کیسی کڑی گھڑی تھی کہ ننھے ننھے بچے اس لیے بلبلاتے تھے کہ ان کی ماؤں کی چھاتیوں میں دودھ نہیں ہے آٹھ آٹھ دن دس دس دن سے ان کے منہ میں اڑ کر کوئی کھیل بھی نہیں پہنچی ہے۔ کیسا سخت وقت ہے کہ

---

[۱] شعب کے معنی گھاٹی کے ہیں۔ شعب ابی طالب کوہ ابو قبیس کی گھاٹیوں میں سے ایک گھاٹی ہے جس میں ابو طالب رہتے تھے۔ اب اس کا نام شعب علی ہے اور اسے سوق اللیل بھی کہتے ہیں۔ سفرنامہ ارض القرآن صفحہ ۱۵۴۔

پیشاب سے تر اور اور خشک چمڑے کو دھو کر بھون بھون کر ان کو کھانا پڑا جنکے دانت نے شاید سو کھا گوشت بھی نہیں چبایا تھا۔ جو پتے شاید بکریاں بھی شوق سے نہ کھاتیں ان پر ہفتوں بسر کرنا پڑا۔

مصیبت کی ان چیخوں، تکلیف کی ان پکاروں میں اس احساس فطرت طیبہ کے لیے کسی عظیم پریشانی تھی۔ اس کا اندازہ وہی کر سکتے ہیں، جن کے دل میں درد ہو۔ اور جو دردوالوں کے لیے اپنے اندر کوئی ٹیس رکھتے ہوں۔

(آخر میں سب جانتے ہیں کہ کھانا بند کر دیا گیا۔ پانی بند کر دیا گیا۔ زندگی کے تمام ذرائع روک گئے ایک دو ماہ نہیں پورے تین سال تک ابو طالب کی گھاٹی میں اسی حال میں رہنے پر مجبور کیا گیا۔ تو دان کو مجبور کیا گیا اوران کے ساتھ ابو طالب اور معصوم بچے ناتوان عورتیں۔ جو بنی ہاشم اور چند دوسرے خاندانوں کی تھیں اس حال میں ڈالے گئے")

مقاطعہ کی تحریر کو جب دیمک چاٹ گئی اور آپؐ نے اپنے چچا جناب ابوطالب کو اس کی اطلاع دی تو انہوں نے کعبہ میں آکر قریش سے کہا کہ اب معاہدہ ختم ہے کیونکہ تحریر ختم ہو چکی ہے۔ تو سرداران قریش اس دیمک خوردہ تحریر کو دیکھ کر دنگ رہ گئے ان کی زبانیں گنگ ہو گئیں لیکن وہ مقاطعہ ختم کرنے پر آمادہ نہ ہوئے جناب ابو طالب نے بیت اللہ کی دیواروں سے لپٹ کر دعا کی۔

"خدایا ان لوگوں کے مقابلہ پر ہماری مدد فرما جنہوں نے ہم پر ظلم کیا۔ ہم سے قطع رحمی کی اور وہ کچھ اپنے لیے حلال کر لیا جو ہمارے معاملے میں ان پر حرام تھا"

تین سال گزر چکے تھے۔ کہ ایک روز مطعم بن عدی اپنے چار مسلح ساتھیوں سمیت شعب ابو طالب میں داخل ہوا اور بنو ہاشم کو اپنے اپنے گھر جانے کی امان

دے دی۔ ان کو ہتھیار بند دیکھ کر قریش میں سے کسی کو جرات نہ ہوئی۔ کہ مزاحمت کرتا۔

عام الحزن

شعب ابوطالب سے نکلنے کے تھوڑا ہی عرصہ بعد جناب ابوطالب بیمار ہو گئے اور جب ان کی حالت زیادہ بگڑ گئی اور بیماری زور پکڑ گئی تو انہوں نے بمشکل تمام نحیف آواز میں آپؐ سے مخاطب ہو کر کہا۔

"بھتیجے جب میں مر جاؤں تو تم اپنے دادا کی ننھیال بنی نجار کے پاس یثرب میں چلے جانا۔ کیونکہ وُہ اپنے گھروں کی حفاظت میں سب لوگوں سے بڑھ کر سخت ہیں"

اس کے بعد ان کا انتقال ہو گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اس شفیق اور مہربان چچا کی وفات پر دلی دکھ ہوا اور آپؐ بہت مغموم ہو گئے۔ جناب ابوطالب نے آپؐ کی ہر ممکن مدد کی تھی۔ اور ان کی زندگی میں کفار کو یہ ہمت نہ ہو سکتی تھی کہ آپؐ پر ہاتھ ڈال سکیں یا آپؐ کی زندگی سے کھیل سکیں یہ رمضان سنہ ۱۰ بعثت کا واقعہ ہے۔

شفیق چچا کے انتقال کو ابھی چند ہی روز گزرے تھے۔ کہ خدیجہؓ کی طبیعت زیادہ خراب ہو گئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب سیدہ کے پاس بوقت انتقال تشریف لائے اور آسمان کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ تم اس مرض سے جانبر نہ ہو سکو گی۔ تو انہوں نے عرض کیا۔

"میں حق تعالےٰ کے حکم کو بخوشی قبول کرتی ہوں"

اس کے بعد رحلت فرما گئیں۔[1]

---

[1] مواعظ اشرفیہ جلد اوّل صفحہ ۱۲۵۔

حضرت فاطمہؓ کو ـــــ جو اس واقعہ کو دیکھ رہی تھیں ـــــ کمال تعجب ہوا کہ باوجودیکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے خاص محبت تھی مرتے وقت ایسا دل شکن لفظ کیوں فرمایا۔ آخر بعد ان کی وفات کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اس میں کیا مصلحت تھی ارشاد فرمایا۔

"میں نے ان کا نامہ اعمال دیکھا۔ تو کوئی نیکی ایسی نہ تھی کہ اس میں نہ ہو سوائے شہادت کے۔ اس واسطے میں نے یہ تدبیر کی کہ ان کو ایک رنج پہنچایا جائے اور وہ اس پر صبر کریں اور شہادت سے محروم نہ رہیں"

محرم اسرار سیدہ خدیجہؓ کی وفات سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بے حد صدمہ ہوا، کیونکہ وہ ہجوم مصائب میں تنہا آپؐ کی مونس و غمخوار تھیں۔

کاشانہ مبارک اُداسیوں کی زد میں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پیارے چچا کی وفات کا سانحہ ہی کچھ کم جانکاہ نہ تھا اور ان کی وفات کا غم ابھی غلط نہیں ہوا تھا کہ جانثار بیوی بھی داغ مفارقت دے گئی آپؐ کو اس صدمہ نے سخت مضمحل کر دیا۔ اس لیے آپؐ نے اس سال کو عام الحزن (غم کا سال) فرمایا تھا۔ اس پاک باز خاتون کی وفات سے کاشانہ مبارک میں اُداسیاں اس طرح دبے پاؤں داخل ہو گئیں کہ رفتہ رفتہ سب در و دیوار پر بھی ان کی پرچھائیاں دکھائی دینے لگیں کیونکہ یہ سیدہ خدیجہؓ ہی تھیں جنہوں نے مایوسیوں میں آپؐ کی ڈھارس بندھائی تھی۔ اُداسی میں سکون پہنچایا تھا نکاح ہو جانے کے بعد اپنی ساری دولت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر نچھاور کر دی تھی۔ آپؐ کی رفاقت میں پچیس سال اس طرح گزار دیئے تھے کہ ارض و سما کی سعادتیں اس مقدس جوڑے پر قربان ہوتی تھیں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار حضرت عائشہؓ سے فرمایا تھا۔

۱۔ وہ مجھ پر ایمان لائیں جب اوروں نے کفر اختیار کیا۔
۲۔ انہوں نے میری تصدیق کی جب اوروں نے مجھے جھٹلایا۔
۳۔ انہوں نے اپنے مال میں مجھے شریک کیا جب اوروں نے مجھے کسب مال سے روکا
۴۔ خدا نے مجھے ان کے بطن سے اولاد دی۔ جب کہ کسی دوسری بیوی سے نہیں ہوئی۔

آپؐ کے اس فرمان سے اندازہ کیجئے کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں سیدہ خدیجہؓ کے لیے کتنی محبت تھی۔ اور آپؐ ان کی کتنی قدر کیا کرتے تھے۔ وہ ایسی نیک اور خوش نصیب خاتون تھیں۔ جنہیں خود اللہ پاک نے جبریل امین کے ذریعے سلام بھیجا خود جبریل آمین نے بھی انہیں سلام کہا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ساری عمر ان کی یاد اپنے دل سے محو نہ کر سکے۔

بیوی تو رفیقہ حیات ہوتی ہے اس سے بڑھ کر خاوند کا مونس و غمگسار اور کون ہو سکتا ہے۔ وہ جلوت و خلوت کی راز دار ہے۔ اس سے شوہر کی خوبیوں اور خامیوں کا کونسا گوشہ مستور رہ سکتا ہے۔ اور یہاں تو معاملہ مکہ کی پاکباز خاتون سیدہ خدیجہؓ طاہرہ اور محبوب خدا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کا ہے۔ رفاقت بھی پچیس سالہ۔ جب کہ سیدہ کے سرتاج بھرپور جوانی کی منزلیں طے کر رہے تھے۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جلوت و خلوت کی رفیقہ اس جہان فانی سے کیا

لہ یہ بات اس وقت آپؐ نے فرمائی تھی جب کہ حضرت عائشہؓ نے ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ آپ اس بڑھیا (سیدہ خدیجہؓ) کو بہت یاد کرتے ہیں حالانکہ خدا نے آپؐ کو ان سے اچھی بیویاں دی ہیں اس پر آپؐ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا ایسا نہیں ہے، اور پھر یہی بات ارشاد فرمائی۔

رخصت ہوئیں کہ آپؐ ہجوم افکار میں گھر کر رہ گئے۔ اگر تبلیغ اسلام کے لیے گھر سے باہر تشریف لے جاتے تو گھر کی چار دیواری میں ننھی صاجزادیاں اکیلی اور پریشان رہ جاتیں اور اگر آپؐ گھر میں تشریف فرما ہوتے تو تبلیغ اسلام کا فرض منصبی ادا نہ ہو سکتا تھا۔

(۱) ادھر کفار و مشرکین کی چیرہ دستیاں پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گئی تھیں کیونکہ جناب ابو طالبؑ اور سیدہ خدیجہؓ ایسی بابرکت ہستیاں تھیں جن کی ذاتی وجاہت کی وجہ سے مخالفین کو آپؐ پر ہاتھ اٹھانے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ لیکن اب یہ دونوں سہارے جاتے رہے تھے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم روز افزوں مشکلات کی وجہ سے اکثر اداس اور مغموم رہنے لگے تھے۔

(۲) گھر کی چار دیواری میں داخل ہونے پر استقبال کرنے والا ہنستا مسکراتا چہرہ اب نگاہوں سے ہمیشہ کے لیے اوجھل ہو چکا تھا۔ دکھ درد کی بات سننے والی مونس و غمگسار رفیقۂ حیات کی میٹھی اور پیاری آواز ہمیشہ کے لیے خاموش ہو چکی تھی۔ اب گھر کی چار دیواری میں اس چاہت اور اضطراب سے انتظار کرنے والی کوئی بھی ایسی ہستی موجود نہ تھی۔ جو آپؐ کی راحت کے ساتھ ساتھ محرم راز بھی ہوتی۔

اُمّ المومنین حضرت سودہؓ بنت زمعہ کا شانہ مبارک میں

آپؐ کے ایک جانثار صحابی حضرت عثمانؓ بن مظعون کی بیوی حضرت خولہؓ نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں پریشان دیکھا تو انہیں بہت دکھ ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر تبلیغی سرگرمیاں کے علاوہ دو کمسن بچیوں ام کلثومؓ اور فاطمہؓ کی خبرگیری کا بوجھ بھی پڑ گیا تھا کیونکہ سیدہ خدیجہؓ کی وفات کے بعد گھر میں دوسرا کوئی ایسا

فرد موجود نہ تھا جو ان ذمہ داریوں کو سنبھالتا۔ آپؐ بہت خطرناک حالات میں بھی فرائض رسالت ادا کرنے کے لیے باہر تشریف لے جاتے تو یہ صاحبزادیاں گھر میں بالکل بے سہارا رہ جاتیں اور یہ مسئلہ آپؐ کے لیے پریشانی کا باعث تھا۔

آپؐ کی اس پریشانی کو شدت سے محسوس کرتے ہوئے حضرت خولہؓ نے ایک روز آپؐ کو حضرت سودہؓ بنت زمعہ سے نکاح کر لینے کا مشورہ دیا تاکہ گھر کا انتظام سنبھالنے کا مسئلہ حل ہو جائے یہ نیک اور بیوہ خاتون حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہم عمر اور بہت سخی اور فیاض تھیں آپؐ نے اس پر رضامندی کا اظہار فرمایا۔ تو حضرت خولہؓ کی کوشش سے یہ نکاح ہو گیا۔ اور ام المومنین حضرت سودہؓ نکاح کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کاشانہ مبارک میں آگئیں اور یوں اس گھر کی رونق دوبارہ بحال ہو گئی۔

اب آپؐ کو بچیوں کی خبر گیری اور گھر بار کی نگرانی سے فراغت حاصل ہو گئی۔ اور آپؐ یکسوئی سے اپنے فرض منصبی کی ادائیگی میں مشغول ہو گئے۔

اس نکاح کے تقریباً ساتھ ہی ساتھ آپؐ نے حضرت خولہ رضؓ کی تحریک پر حضرت ابوبکر رضؓ کی بیٹی حضرت عائشہ رضؓ سے بھی نکاح کر لیا یہ شوال ۱۰ بعثت کا واقعہ ہے۔ اگرچہ رخصتی ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں جا کر ہوئی تھی۔

✓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول[1] تھا کہ جب کبھی کاشانہ مبارک میں کوئی جانور ذبح ہوتا تو آپؐ ڈھونڈ ڈھونڈ کر حضرت خدیجہ رضؓ کی ہم نشین عورتوں کے ہاں گوشت بھجواتے جو ان کے لیے آپ کی محبت کا آئینہ دار ہے۔

سیدہ سودہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کاشانہ مبارک کی حفاظت اور بچیوں کی پرورش و دستگیری اس خوبی سے کی کہ آپ اطمینان سے تبلیغ اسلام میں مصروف

---

[1] سیرۃ النبی جلد دوم صفحہ ۴۹۳

ہو گئے ۔ اور آپ کو گھر کی فکر نہ رہی ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طائف سے کاشانہ مبارک میں واپسی

ایک تبلیغی سفر میں اہل طائف نے جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تنگ کیا تھا اس سے آپؐ بہت پریشان ہوئے اور یہ سوچ کر آپؐ نے کسی کی امان حاصل ضروری سمجھا کہ اس کے بغیر مکہ میں داخلہ بہت خطرناک ثابت ہو سکتا ہے ۔ کیونکہ اہل طائف کی چیرہ دستوں سے کفار مکہ کے حوصلہ بڑھ گئے تھے ۔ جس کا علم آپؐ کو واپسی پر راستہ میں عبداللہ بن اریقط کی زبانی ہوا ۔ اس نے قریش کے مکروہ عزائم سے بھی آپؐ کو آگاہ کیا ۔ اس لیے آپؐ نے عبداللہ ہی سے فرمایا کہ تم بنی عبد مناف کی شاخ بنی نوفل کے مطعم بن عدی کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم سے کہتے ہیں ،، کیا تم مجھے پناہ دے سکتے ہو ۔ تاکہ میں اپنے رب کا پیغام آزادی سے لوگوں تک پہنچا سکوں ،،

مطعم کو جب یہ پیغام ملا ۔ تو اس نے بلا جھجک اسے قبول کر لیا اور کہلا بھیجا کہ آپؐ بے دھڑک مکہ چلے آئیں چنانچہ آپؐ دوسرے دن مکہ میں اس طرح داخل ہوئے کہ مطعم اونٹ پر سوار اعلان کر رہا تھا ۔ کہ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پناہ دی ہے اور ارد گرد مطعم کے بیٹے اور بھتیجے کمر سے تلواریں لٹکائے ہاتھوں میں نیزے لیے کعبہ کی طرف چلے آ رہے تھے ۔ مطعم نے کعبہ میں کھڑے ہو کر اعلان کیا

لہ مطعم بن عدی کا ہی احسان تھا جس کی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کے قیدیوں کے متعلق فرمایا تھا ۔ کہ اگر مطعم زندہ ہوتا اور مجھ سے ان گھناؤنے لوگوں کے متعلق بات کرتا تو میں اس کی خاطر انہیں چھوڑ دیتا ۔

(ترجمان القرآن اکتوبر ۷۶ صفحہ ۱۶)

کہ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پناہ دی ہے۔

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کاشانہ مبارک میں داخل ہوئے جس کے مکینوں کو نئی زندگی مل گئی اور در و دیوار پھر سے تجلیات و انوار سے منور ہو گئے۔ یوں کاشانہ مبارک میں پھر سے چہل پہل ہو گئی

کاشانہ مبارک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری رات

آپؐ کا دستور تھا کہ حج کے دنوں میں مختلف لوگوں اور وفدوں سے ملتے ان کو اسلام کی دعوت دیتے۔ لیکن آپؐ کی کوششیں بار آور نہ ہوتی تھیں اس لیے اب آپؐ رات کی تاریکی میں بھی اپنا یہ مشن جاری رکھتے۔ ۱۱ بعثت کا ذکر ہے کہ ایک رات جب آپؐ اپنے کاشانہ مبارک سے نکل کر عقبہ میں پہنچے تو چند مدنی حاجیوں سے ملاقات ہو گئی آپؐ نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا اور پوچھا۔

"کیا اللہ کی طرف آتے ہو خدا کے سامنے جھکتے ہو"۔

اس کے جواب میں انہوں نے تھوڑی دیر تک سوچ بچار کرنے کے بعد شرح صدر سے دعوت اسلام کو قبول کر لیا۔ ان کی تعداد چھ تھی۔

دوسرے سال آپؐ پھر رات کی تاریکی میں اپنے کاشانہ مبارک سے نکلے اور اسی جگہ تشریف لے گئے۔ جہاں مدنی حاجی آپؐ کے انتظار میں چشم براہ تھے۔ وہاں آپ کی زبان مبارک سے دعوت اسلام کی تبلیغ سن کر مزید سات حاجیوں نے اسے قبول کر لیا۔

تیسرے سال یعنی ۱۳ بعثت میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم رات کی تاریکی میں اپنے کاشانہ مبارک سے نکل کر اپنے چچا عباسؓ کی معیت میں عقبہ تک پہنچے تو اکہتر مردوں اور دو عورتوں کو وہاں موجود پایا ان لوگوں نے اسلام قبول کیا اور حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کو یثرب تشریف لانے کی دعوت دیتے ہوئے یہ یقین دلایا کہ وہ ہر حال میں آپ ؐ کا ساتھ دیں گے خواہ انہیں کتنی بڑی قربانی کیوں نہ دینی پڑے۔

۲۷ صفر ۱۳ بعثت کی رات مکہ مکرمہ کے کاشانہ مبارک میں آپ ؐ کی آخری رات تھی کفار مکہ نے آپ ؐ کی جان لینے کے لیے ایک منصوبہ تیار کر لیا تھا اور آج اس پر عمل کرنے کی غرض سے آپ ؐ کے کاشانہ مبارک کو محاصرہ میں لے لیا تھا اللہ پاک نے آپ ؐ کو اس منصوبے سے آگاہ کرتے ہوئے یثرب کی طرف ہجرت کر جانے کی اجازت بھی دے دی تھی۔

اس کاشانہ مبارک کے دروازے ہر وقت مسکینوں۔ محتاجوں، بیواؤں اور بے نواؤں کے کھلے رہتے تھے۔ لیکن آج کفار قریش نے اپنے مذموم ارادوں کی تکمیل کے لیے اس کی دربندی کر دی تھی۔

"تھوڑی سی دیر میں اس مکان کا محاصرہ مکمل ہو گیا اور ہر شخص اپنی اپنی کمین گاہ میں بے تاب نظر آنے لگا۔

ان کی مجموعی تعداد بارہ تھی۔ یہ رحمۃ للعالمین کا مسکن مبارک ہے۔

اس کی چار دیواری میں وہ رہتا ہے جس نے ہر کسی کا بھلا چاہا ہے۔ جس نے اہل مکہ کو گمراہی کی عمیق غاروں سے نکالنے کے لیے تن من دھن کی بازی لگا دی ہے جو مجسم اخلاق ہے۔ جس کی راتیں لوگوں کی بھلائی کے لیے دعائیں مانگتے میں گزری ہیں جس کے دن ان کی فلاح و بہبود میں کٹے ہیں۔ مگر حرص و ہوا کے بندے اور نفس کے پجاری آج محسن انسانیت کو اپنی راہ سے ہمیشہ کے لیے ہٹانے کی خاطر یہاں جمع ہو گئے ہیں۔

اِدھر محاصرین اپنے اپنے ارادوں کی تکمیل کے لیے بے تاب دکھائی دیتے تھے۔

اُدھر چار دیواری کے اندر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کی آمد سے

قبل ہی علیؑ کو اپنی سبز چادر اوڑھا کر اپنے بستر پر سلا دیا اور ارشاد فرمایا۔

"علیؑ۔ تم بے دھڑک اس بستر پر سو جاؤ۔
تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیگا۔
میرے بعد لوگوں کی امانتیں واپس کر کے یثرب میں مجھ سے آملنا یہ خون کے پیاسے اوزان دیوار سے جھانک کر تسلی کر لیتے تھے کہ ابھی تک تو آپؐ محو استراحت ہیں لیکن جب باہر تشریف لائیں گے تو یکبارگی ان پر لوٹ پڑیں گے۔

کاشانہ مبارک میں اُن ظالموں کی امانتیں موجود تھیں جو آپؐ کے خون کے پیاسے ہو رہے تھے۔ اور آپؐ کو ایسے نازک وقت میں بھی ان کا اس قدر خیال تھا کہ علیؑ کو ان کی واپسی کے لیے ظالموں کے محاصرے میں چھوڑ رہے تھے۔

آپؐ اول شب میں ہی کاشانہ مبارک سے باہر تشریف لائے اور خاک کی ایک چٹکی محاصرین کے سروں پر ڈال کر سورۂ یٰسین کی ابتدائی آیات کی تلاوت کرتے ہوئے ان کے درمیان سے اس طرح نکل گئے کہ انہیں کانوں کان خبر نہ ہوئی۔

کاشانہ مبارک پر صبح کے وقت محاصرین نے یکبارگی ہلہ بول دیا۔ اور جب اندر داخل ہوئے اور چادر اٹھا کر دیکھا تو بستر مبارک پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ حضرت علیؑ کو سویا ہوا پایا۔ مارے غیظ و غضب کے تلملا اٹھے۔ اور انہیں ڈانٹ ڈپٹ کرنے لگے لیکن بعد میں ان سے امانتیں وصول کرنے کے لیے انہیں چھوڑ دیا۔ اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں سرگرداں ہو گئے۔

مکہ مکرمہ میں آپؐ کا کاشانہ مبارک اب ہمیشہ کے لیے آپؐ کی دید سے محروم ہو گیا اور اس کے در و دیوار پر حسرت و یاس کے سائے بڑھ گئے۔

کاشانہ مبارک سے دُور

آپؐ کاشانہ مبارک سے نکل کر اپنے رفیق حضرت ابوبکرؓ کے ہاں پہنچے اور پھر دونوں جبل ثور پر پہنچکر غار ثور میں پناہ گزیں ہو گئے اس سفر میں آپؐ نے حزورہ کے مقام پر پہنچکر بیت اللہ کی طرف رخ کیا اور فرمایا۔

"اے مکہ خدا کی قسم تو مجھے خدا کی زمین میں سب سے زیادہ محبوب ہے۔ اور خدا کو بھی اپنی زمین میں تو ہی سب سے بڑھ کر محبوب ہے اگر تیرے باشندوں نے مجھے نہ نکالا ہوتا۔ تو میں کبھی تجھے چھوڑ کر نہ نکلتا"

"آج دنیا کا سب سے بڑا محسن اور خیر خواہ بغیر کسی قصور کے بے گھر ہو رہا تھا۔ آج وہ ان جگہوں کو چھوڑ رہا تھا جن میں چل پھر کر وہ جوان ہوا اور جن میں اس نے حق کا بول بالا کرنے کے لیے ہزاروں چکر کاٹے تھے جن میں اس نے گالیاں سنی تھیں۔ اور ایذائیں سہی تھی۔

آج مکہ کے پیکر سے اس کی رُوح نکل گئی تھی۔

آج اس چمن کے پھولوں سے خوشبو اڑی جا رہی تھی۔

آج یہ چشمہ خشک ہو رہا تھا۔

آج اس کے اندر سے با اصول اور صاحب کردار ہستیوں کا آخری قافلہ روانہ ہو رہا تھا"

کاشانہ مبارک

مدینہ منوّرہ میں

آفتاب نبوت ۔ کلثوم بن ہدم کے مکان میں

۲۷ صفر ۱۳ بعثت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے تین روز تک غار ثور میں پناہ گزیں رہے اور پھر وہاں سے عبد اللہ بن اریقط عامر بن فہیرہ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ ۸ ربیع الاوّل ۱۳ بعثت (۲۳ ستمبر ۶۲۲ء) بروز دوشنبہ یثرب کی ایک بستی قبا میں پہنچے۔ جہاں آپؐ کا استقبال کرنے والوں کی تعداد تقریباً پانچ سو کے لگ بھگ تھی۔ آپؐ جب قبا میں داخل ہوئے تو ہر شخص کی یہ دلی خواہش تھی کہ اسے آپؐ کی میزبانی کا شرف حاصل ہو

لیکن یہ شرف سب سے زیادہ عمر رسیدہ انصاری حضرت کلثوم بن ہدم کو حاصل ہوا۔ جو حضور کی ہجرت سے پہلے ہی مسلمان ہو گئے تھے۔ ان کا انتقال بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے تھوڑا عرصہ بعد ہو گیا تھا۔

چونکہ آپؐ کی ملاقات کے لیے آنے والوں کا تانتا بندھا رہتا تھا۔ اس لیے آپؐ لوگوں سے ملاقات کرنے کے لیے حضرت سعدؓ بن خیثمہ کے ہاں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ کیونکہ وہ مجرّد (غیر شادی شدہ) تھے۔ اور ان کا گھر مردوں کی آمد و رفت کے لیے موزوں تھا۔ یہ دونوں گھر مسجد قبا سے متصل جنوب کی جانب۔ یعنی قبلہ رُخ تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابھی تک اسی مکان میں تشریف فرما تھے کہ حضرت علیؓ بھی مکہ سے ہجرت کر کے وہاں اس حال میں پہنچے کہ شکستہ اور میلا لباس زیب تن تھا چہرہ اُترا ہوا۔ پاؤں زخمی اور تلوے پھٹے ہوئے تھے۔ لیکن آنکھوں میں دلی مسرت کی چمک ہویدا تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ کو یکایک اپنے سامنے دیکھ کر انہیں بے اختیار سینہ سے لگا لیا اور دیر تک پیار کرتے رہے۔ ان کے پائے فگار اور حالت زار کو دیکھ کر آپؐ کی چشم مبارک سے آنسو بہہ نکلے۔

سیّد الانبیاءؐ ـــــ ابوایوبؓ انصاری کے مکان میں

۱۲/ربیع الاوّل ۱ھ بروز دوشنبہ آپؐ قبا سے روانہ ہو کر یثرب میں پہنچے جو آپؐ کی تشریف آوری کی وجہ سے مدینۃ النبی (نبیؐ کا شہر) اور پھر مدینہ کہلایا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ میں تشریف آوری عجیب فرحت و انبساط کا باعث تھی۔ لوگ زیارت کے لیے گلیوں میں دو رویہ بے تاب کھڑے تھے۔ عورتیں مکانوں کی چھتوں پر موجود تھیں ہر شخص بے حد خوش تھا کہ رسولؐ اللہ تشریف لا رہے ہیں آپؐ کی ناقہ جہاں سے گزرتی تھی لوگ میزبانی کا شرف حاصل کرنے کے لیے درخواست کرتے تھے لیکن آپؐ فرماتے تھے۔

"میری ناقہ کا راستہ چھوڑ دو۔ یہ اللہ کی طرف سے مامور ہے،،

ہر محلہ کے رؤسا عرض کرتے اے اللہ کے رسولؐ قوت اور حفاظت کی طرف آیئے،، (مقصد یہ تھا کہ ہماری جان اور ہمارا مال سب کچھ حاضر ہے) آپؐ یہی فرماتے تھے میری ناقہ کا راستہ چھوڑ دو یہ اللہ کی طرف سے مامور ہے، چلتے چلتے آپؐ کی اونٹنی بنی مالک بن نجار کے محلہ میں عین اس جگہ جا کر بیٹھ گئی جہاں اب مسجد نبوی ہے۔ اس کے عین سامنے ایک دو منزلہ مکان تھا جس کے مالک حضرت خالدؓ بن زید نے جنہیں لوگ ابوایوبؓ انصاری کے نام سے جانتے ہیں۔ ایک آہ بھری اور یہ آرزو ان کے لبوں پر پھیل گئی۔

"کاش، محبوب خدا میرے ہاں قیام فرمائیں،،

اتنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "یہی جائے قیام ہے اگر اللہ نے چاہا،،

حضرت ابوایوبؓ انصاری نے آگے بڑھ کر بڑی لجاجت سے عرض کیا

"یا رسولؐ اللہ سامنے میرا ہی غریب خانہ ہے حکم ہو تو سامان لے چلوں،،

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا کر فرمایا،

"ہاں،،

حضرت ابوایوب کو یوں محسوس ہوا جیسے کائنات میں پھلجھڑیاں سی چل رہی ہیں اور قوس قزح کے رنگ پھیل گئے ہیں۔

حضرت ابوایوبؓ کا مکان اگرچہ سادہ تھا۔ مگر اس کی دو منزلیں تھیں اور سارا گھر بالکل صاف ستھرا تھا۔ آپؐ نے اپنے قیام کے لیے نیچے والی منزل کو پسند فرمایا تو حضرت ابوایوبؓ ____ میزبان رسولؐ ____ نے عرض کیا۔

"یا رسولؐ اللہ آپ بالائی منزل میں قیام فرمائیں ہمارا وہاں رہنا سخت بے ادبی کی بات ہے۔

لیکن آپؐ نے اپنے ملاقاتیوں کی آسانی کے لیے اس منزل کو پسند فرمایا چنانچہ وہاں آپؐ کی استراحت کا سامان جمع کر دیا گیا۔

حضرت ابوایوبؓ کو اس بات سے سخت پریشانی ہوتی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تو ملائکہ آتے ہیں اور وحی نازل ہوتی ہے۔ اس لیے ہمارا بالائی منزل میں رہنا مناسب نہیں ہے آخر ان کی التجائیں قبول ہوئیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بالائی منزل میں منتقل ہو گئے جس کا زینہ کھجور کی لکڑی کا بنا ہوا تھا۔

اس مکان میں تشریف لاتے کے بعد آپؐ کی خدمت میں سب سے پہلے حضرت زیدؓ بن ثابت نے ثرید (جس میں روٹی گھی اور دودھ تھا) کا ایک بڑا دیگچہ پیش کیا اس کے بعد حضرت سعدؓ بن عبادہ کی طرف سے ثرید اور گوشت کا ایک بڑا پیالہ لایا گیا۔ یہ سارا کھانا آپؐ نے اپنے اصحاب میں تقسیم کر دیا اور خود بھی اس میں سے تناول فرمایا۔

اس گھر میں آپؐ تنہا رہتے تھے۔ کھانا حضرت ابوایوبؓ کے ہاں سے آتا

تھا اور اس کے علاوہ ہر روز تین تین چار چار گھروں کے لوگ بھی کھانا بھیجا کرتے تھے۔ جسے آپؐ ملاقاتیوں اور محتاجوں میں تقسیم فرما دیتے تھے۔

آپؐ نے اس گھر میں تقریباً سات ماہ تک قیام فرمایا تھا اور مدینہ منورہ میں یہ آپؐ کی سب سے پہلی قیام گاہ تھی۔

کاشانہ مبارک یعنی الحجرات

ذیل میں ہم نقوش رسول نمبر (شمارہ نمبر ۱۳۰ ، دسمبر ۱۹۸۲) صفحہ ۴۴۹ ـــــ ۴۵۱ سے اقتباس درج کرتے ہیں، تاکہ ہمارے قارئین الحجرات کا تصور کر سکیں۔

مسجد النبی سے ملحق دو حجرے (چھوٹے مکان) ازواج مطہراتؓ کے لیے تعمیر کیے گئے۔ اس وقت آپؐ کی دو بیویاں تھیں (حضرت سودہؓ بنت زمعہ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ) اور دوسری کی رخصتی بھی مدینہ آنے کے چند ماہ بعد ہوئی تھی۔ یہ مکانات مسجد کے مشرق میں تھے ازاں بعد مکانات کی تعداد نو ہو گئی۔ آنجناب کے لیے نئے نکاح کے بعد نیا مکان بنایا جاتا تھا۔ حجروں کی چار دیواری کچی تھی اور یہ حجرے ایک دوسرے کے متصل تھے۔

یہ مکانات جس میں آپؐ اور آپؐ کی ازواج مطہرات رہائش پذیر رہے۔ آپؐ کے وصال کے بعد آپؐ کے جانشین حضرت ابو بکرؓ کو منتقل ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفۃ المسلمین بنے تو وہ بھی یہیں رہتے رہے اور حضرت عثمان رضؓ نے جب مملکت اسلامیہ کی زمام اقتدار سنبھالی تو وہ بھی انہی مکانات میں اقامت گزیں ہوئے اور یہیں شہید ہوئے۔ باوجودیکہ ان حضرات گرامی کے اپنے اپنے مکانات بھی تھے، مگر وہ اپنے مسجد کے نزدیک والے مکانوں میں رہے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ کا دو منزلہ مکان سُنح میں تھا۔ حضرت عمرؓ محلہ اُمیہ

بن زید میں سکونت رکھتے تھے۔ اور حضرت عثمانؓ کا مدینۃ الرسول کے بازار میں نہایت شاندار مکان بلکہ محل تھا گویا حجرات ازواج مطہراتؓ کی حیثیت ایوان صدر (PRESIDE-NT HOUSE) کی تھی۔ جو تعمیر ہی اس لیے ہوئے تھے کہ مسلمانوں کا حکمران اس جگہ اقامت گزیں ہو کر معاملات کو بآسانی نپٹا سکے دوسرے اسلام میں مذہب اور سیاست ناقابل تقسیم ہیں اور رسالت مآبؐ مسلمانوں کے حکمران منتظم اعلیٰ اور خدا کے رسول تھے اور یہ مسجد مسلمانوں کا عبادت خانہ اور اسلام کی پوری معاشرتی اور سیاسی زندگی کا محور اور مرکز تھا بلکہ اسے دارالامارت کہنا زیادہ صحیح ہے۔ اس لیے ایوان صدر کا دارالامارت کے ملحق و متصل واقع ہونا ضروری تھا تاکہ انتظامی امور اور سیاسی و مذہبی معاملات سلجھانے کے لیے سربراہ مملکت ہر وقت موقع پر موجود رہے آں جنابؐ کے جد اعلیٰ قصیٰ نے فتح مکہ کے بعد جب وہاں شہری ریاست کی داغ بیل ڈالی اور اپنے تعمیری منصوبے پر عمل کرتے رہے شہر کو بسایا تو بیت اللہ کو از سر نو تعمیر کرا کے اپنا مکان (دارالندوہ) اور اپنے اقارب کے مکانات کعبہ کے متصل بنوائے تھے۔ اور قدیم اقوام کا نوآبادکاری کا طریقہ بھی یہی تھا کہ شہر کے وسط میں مقدس عمارت ہوتی اور حکمران ذی اثر افراد کی رہائش گاہیں اس کے گرد یا متصل ہوتیں۔

یہ مکان کچی اینٹوں کے بنے ہوئے تھے۔ اگرچہ اس زمانے میں مدینہ میں پتھروں کو تراش کر مکانات بنانے کا عام رواج تھا۔ مگر سرمائے اور وقت کی کمی کی وجہ سے اسلامی ریاست ان شاہ خرچیوں کی متحمل نہ ہو سکتی تھی اور جب وسائل آمدن وسیع ہو گئے تو اس وقت بھی ان میں کوئی ترمیم یا اضافہ نہ کیا گیا ہر مکان ایک کمرے اور ڈیوڑھی پر مشتمل تھا جس کے گرد مختصر سی چار دیواری تھی حویلی کا عرض کمرے کے دروازے سے مکان کے دروازے تک چھ سات ہاتھ تھا۔ مکان کے سامنے بیٹھنے کے لیے چبوترہ بھی تھا۔ ہر کمرے کی اندر سے لمبائی اندازاً دس ہاتھ اور چوڑائی سات آٹھ ہاتھ تھی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کا کمرہ قبلہ رخ تھا اور اس کے دروازے کا ایک کواڑ تھا۔ کواڑ کی لکڑی ساگوان کی تھی اس کا عرض ۲ × ۲ فٹ تھا چھت اتنی نیچی تھی کہ ہاتھ چھت کو لگتا تھا حضرت عمر فاروق رضؓ نے شاید اس لیے یہ فرمان جاری کیا کہ مکانات کی چھتیں اونچی مت بناؤ شروع میں مکانات کے دروازے مسجد میں بھی کھلتے تھے مگر بعد ازاں انہیں بند کرا دیا گیا۔ تاہم حضرت عائشہ رضؓ کے مکان سے ایک چھوٹی سی کھڑکی مسجد میں باقی رکھی گئی جو وصال نبیؐ تک رہی۔ کچے مکانات کو جب لپائی یا مرمت کی ضرورت ہوتی۔ تو رسول اللہ یہ کام بسا اوقات خود انجام دیتے کبھی کوئی صحابی ہاتھ بٹا لیتا۔ مدینہ میں رہنے والے صحابہ رضؓ کے مکانات بھی کچے تھے۔ صحابہ رضؓ بھی لپائی اور مرمت خود کر لیا کرتے تھے۔

آں جنابؐ کی یہ سادگی اور قناعت اسلامی تعلیمات کے عین مطابق تھی۔ آپؐ کے ایک دو منزلہ مکان کا بھی تذکرہ ملتا ہے جہاں آپؐ ایلاء کے ایام میں عزت گزیں رہے اس مکان کا زینہ نہایت کشادہ تھا اترتے چڑھتے وقت یوں معلوم ہوتا گویا زمین پر چل رہے لیکن ممکن ہے یہ مکان آپؐ کو یہود کے اخراج کے بعد ان کی کسی بستی میں فیئے کے طور پر ملا ہو اور آپؐ نے خود اپنے لیے تعمیر نہ کیا ہو۔

شاید اس دو منزلہ مکان میں حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ منتقل ہو گئیں وصال نبیؐ کے بعد ان کا وسیع مہمان خانہ جس کا ذکر کتب احادیث و سیر میں ہے۔ اس مکان میں تھا۔ معلوم ہوتا چاہیئے کہ عائشہ صدیقہ رضؓ کے مکان کا کمرہ ہی آپؐ کی آرام گاہ بنا۔ مسجد النبیؐ اور ازواج مطہرات رضؓ کے حجرات کی تعمیر کا کام کم و بیش ایک سال ہوتا رہا۔ اور ہجرت کے دوسرے سال ماہ صفر (اگست، ستمبر ۶۲۳ء) میں پایۂ تکمیل کو پہنچا۔

• مدینہ آنے کے بعد بہت دنوں تک یعنی واقعہ افک (غزوہ بنی مصطلق ۵ ھ) تک ازواج مطہرات رضؓ اور مومنات پاخانہ پھرنے کے لیے شہر سے باہر کھلی جگہ پر جاتی رہیں آخر کار رسولؐ خدا نے اس ضمن میں اصلاح کا آغاز فرمایا۔ یہودی وغیرہ

مسلمانوں کا مذاق اڑایا کرتے تھے کہ تمہارا رسول تمہیں پاخانہ پیشاب کرنے کا بھی طریقہ سکھاتا ہے اور اس میں شبہ نہیں کہ عرب کے خاک نشینوں کو فرماں روائی کے انداز بتاتے کے ساتھ ساتھ آں جناب نے طہارت اور اجابت کے آداب بھی سکھائے اور ان آداب میں ایسی ایسی حکمتیں اور مصلحتیں پوشیدہ ہیں کہ ان کی تفصیل کے لیے دفتر درکار ہوگا۔ بھی

تاریخی طور پر یہ بات ثابت ہے کہ اخیر عہد نبوی میں مدینہ کے ہر گھر میں بیت الخلاء طہارت خانہ اور غسل خانہ موجود تھا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں بھی بیت الخلاء تھا جس کا رخ قبلہ کی طرف تھا۔ آپؐ کا یہ فرمان کہ نہانے کی جگہ پیشاب نہ کرو اس بات کی غمازی کرتا ہے، کہ آپؐ نے طہارت خانے اور بیت الخلاء علیحدہ علیحدہ تعمیر کرنے کا حکم دیا اور غسل خانے بھی الگ بنانے کو کہا یہ بات معلوم رہے کہ عہد رسالت میں شام میں حمام اور بیت الخلاء کا رواج تھا۔ البتہ ایک بات معلوم نہیں ہوسکی کہ مدینہ کے ٹٹی خانوں کی صفائی کا کیا انتظام تھا۔ کیا مدینہ کے اندر یا گردونواح میں کوئی ایسا طبقہ موجود تھا۔ جو صفائی کا کام انجام دیتا تھا۔ گو تاریخی شواہد موجود نہیں مگر قرائن اس خیال کی تصدیق کرتے ہیں،، (ہماری تحقیقات کے مطابق زیادہ تر بیت الخلاء زمین دوز ہوتے تھے۔ یعنی گہرے گڑھے کھود کر ان پر چھت ڈال کر ایک سوراخ باقی رکھا تھا آج کل بھی ہمارے ملک میں بہت جگہ ایسے بیت الخلاء بنانے کا رواج ہے مصنف)

الحجرات کے متعلق ایک دوسرا اقتباس ،، محمدؐ ہجرت سے الرفیق الاعلیٰ،، کے صفحہ ۳۸ سے پیش کیا جاتا ہے۔

،، مسجد سے ملحق مشرق کی جانب۔ دو حجرے تعمیر کیے گئے جن میں سے ہر ایک کی وسعت تین سے ساڑھے تین گز تک تھی۔ گارے اور کچی اینٹوں سے دیواریں چنی گئیں اور جب یہ اتنی بلند ہوگئیں کہ اگر آدمی کھڑا ہو کر اپنے بازو اوپر اٹھائے

تو اس کے ہاتھ چھت کو چھونے لگیں تو ان پر کھجوروں کی شاخیں رکھ کر انہیں کے پتوں سے ڈھانپ دیا گیا یہ حجروں کی چھت تھی جسے گارے سے لیپ دیا گیا تا کہ گرمی اور بارش سے بچاؤ کا سامان ہو جائے۔

ان حجروں کے ساتھ نہ کوئی صحن تھا نہ دالان نہ ملحق کمرہ مٹی کی دیواریں اس قدر کمزور تھیں کہ ان میں شگاف نظر آتے تھے جن سے دھوپ اندر آتی رہتی تھی دیواروں کو بارش سے بچانے کے لیے بکری کے بالوں کے کمبل ان پر ڈال دیئے جاتے تھے۔ دروازے کی چوکھٹ تک نہیں تھی۔ بس دیوار میں ایک شگاف تھا جس پر کمبل ڈال کر اس سے پردہ کر دیا تھا اس دروازے سے باہر نکلیں تو قدم صحن مسجد میں پڑتا تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مردانہ نشست گاہ تھی" الحجرات کے منہدم ہونے کے متعلق شمائل کبریٰ صفحہ ۲۴۲ کا ایک اقتباس پیش خدمت ہے۔

"جن ایام میں خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ولید بن عبدالملک اموی کی طرف سے مدینہ منورہ کے حاکم تھے ولید نے انہیں حکم بھیجا کہ مسجد نبوی کے اردگرد جس قدر مکانات ہوں انہیں خرید کر مسجد نبوی کی توسیع کریں اور حجرات ازواج النبی کو بھی ان کے مالکوں سے خرید کر مسجد میں داخل کریں کہتے ہیں جس روز ولید کا حکم مدینہ منورہ آیا۔ اور پیغمبر خدا کے حجرے منہدم کیے گئے شہر میں کہرام مچا ہوا تھا۔ اور کوئی متنفس ایسا نہ تھا جو پیغمبر خدا کی اس یادگار کے لٹنے پر اشکبار نہ ہو۔ سعید بن مسیب جو ایک جلیل القدر تابعی گزرے ہیں کہتے تھے کاش رسول خدا کے حجروں کو بحال رہنے دیا جاتا تا کہ لوگ دیکھا کرتے کہ شہنشاہ دو عالم اور آپ کے اہل بیت سب نے اس دار فنا میں حیات مستعار کس طرح بسر فرمائی تھی"۔

الحجرات اور ازواجِ مطہرات

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کاشانہ مبارک میں بیک وقت مختلف مزاج حیثیت اور عمر کی ازواج مطہرات تھیں ان میں عرب کے رئیسوں کی صاحبزادیاں بھی تھیں غریب و نادار بھی حسن و جمال اور فضل و کمال والی بھی تھیں سن رسیدہ بھی تھیں اور چودہ پندرہ برس کی عمر والی بھی۔ تیز مزاج بھی اور حلم و صبر والی بھی گویا کاشانہ مبارک میں مختلف الخیال خواتین کا اجتماع تھا۔

حضرت خدیجہؓ کے انتقال کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہؓ سے نکاح کیا جو آپؐ کی ہم عمر تھیں اور بہت فیاض اور غیور خاتون تھیں یہ آپؐ کی دوسری بیوی تھیں تیسری زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ حضرت ابوبکرؓ کی صاحبزادی تھیں علم و فضل میں یکتا اور حدیث و فقہ شعر و شاعری میں اپنا ثانی نہ رکھتی تھیں چھوٹی عمر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں ۱۹ سال کی عمر میں بیوہ ہوگئیں اور ۶۶ سال کی عمر میں ان کا انتقال ہو گیا موجودہ تحقیقات کے مطابق آپ کی عمر شادی کے وقت ۱۴ سال رخصتی کے وقت ۱۹/۱۹ سال اور وفات کے وقت ۷۴ سال تھی بیوہ ہونے کے وقت آپ کی عمر ۲۸ سال تھی اور یہ زیادہ قرین قیاس ہے

چوتھی زوجہ مطہرہ حضرت حفصہؓ تھیں جو فاروق اعظمؓ کی بیٹی تھیں بڑی صاحب فراست اور وقار والی خاتون تھیں عہد معاویہؓ میں ان کا انتقال ہو گیا تھا۔

پانچویں زوجہ مطہرہ حضرت ام سلمہؓ بہت غیور اور سخی تھیں ام المساکین کے لقب سے مشہور تھیں۔ ازواج مطہرات میں سب سے آخر میں ان کا انتقال ۸۴ سال کی عمر میں ۶۱ھ میں ہوا تھا۔

چھٹی زوجہ مطہرہ حضرت زینبؓ بنت خزیمہ تھیں جن کا جلد ہی انتقال ہو گیا تھا

ساتویں زوجہ مطہرہ زینب رضؓ بنت جحش تھیں جو جُود وسخا اور حسن و جمال میں یکتا تھیں فقرا و مساکین کی پرورش سے خاص شغف تھا ۵۱ سال کی عمر میں فوت ہو گئیں ۔

آٹھویں زوجہ مطہرہ جویریہ رضؓ تھیں جو قبیلہ بنو مصطلق کے سردار کی صاحبزادی تھیں ۔

نویں ام حبیبہ رضؓ تھیں جو حضرت ابوسفیان رضؓ کی صاحبزادی تھیں ۴۴ھ میں ان کا انتقال ہوا تھا ۔

دسویں ۔ نویں حضرت صفیہ رضؓ تھیں جو یہود کے قبیلہ بنو نضیر کی بیٹی تھیں بہترین کھانا پکاتی تھی رحسن و تدبیر میں ممتاز تھیں ۵۰ھ میں ان کا انتقال ہو گیا تھا ۔

گیارھویں دسویں زوجہ مطہرہ حضرت میمونہ رضؓ تھیں جو بہت کریم النفس تھیں ۵۱ھ میں آپ کا انتقال ہو گیا ۔

بارھویں گیارھویں بیوی حضرت ماریہ قبطیہ تھیں جو حسن و جمال میں بہت ممتاز تھیں یہ تمام ازواج مطہرات علیحدہ علیحدہ حجروں میں رہتی تھیں ۔ اگرچہ مختلف مزاج اور عمر کی مالک تھیں لیکن سب شریف النفس تھیں اور باوجود اس کے کہ گھروں میں فقر و فاقہ ہوتا تھا ۔ دو دو ماہ تک چولہے گرم نہیں ہوتے تھے لیکن یہ نیک بیبیاں صبر و تحمل سے کام لیتی تھیں اور کبھی شکوہ و شکایت نہ کرتی تھیں آپس میں محبت سے رہتی تھیں ۔ دیکھو صفحہ 71

الحجرات اور واقعہ تحریم

قرآن مجید میں اللہ پاک نے فرمایا ہے ۔

"اے نبی تم کیوں اس چیز کو حرام کرتے ہو جو اللہ نے تمہارے لیے حلال کی ہے ۔

رکیا اس لیے کہ تم اپنی بیویوں کی خوشی چاہتے ہو ۔

اللہ معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔
اللہ نے تم لوگوں کے لیے اپنی قسموں کی پابندی سے نکلنے کا طریقہ مقرر کر دیا ہے۔
اللہ تمہارا مولیٰ اور وہی علیم و حکیم ہے۔

(سورۂ تحریم ا۔۲)

اگرچہ قرآن مجید میں اس چیز کا ذکر نہیں ہے جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اوپر حرام کر لیا تھا نہ اس پورے واقعہ کی تفصیل ہے لیکن مفسرین نے لکھا ہے۔ اور حضرت عائشہ رضؓ کے حوالے سے احادیث کی کتابوں میں درج بھی ہے کہ

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالعموم ہر روز نماز عصر کے بعد تمام ازواج مطہرات کے ہاں چکر لگاتے تھے۔ ایک موقع پر ایسا ہوا کہ آپؐ حضرت زینبؓ بنت جحش کے ہاں جا کر زیادہ دیر تک بیٹھنے لگے کیونکہ ان کے ہاں کہیں سے شہد آیا ہوا تھا اور حضورؐ کو شیرینی بہت پسند تھی اس لیے آپؐ انؓ کے ہاں شہد کا شربت نوش فرماتے تھے حضرت عائشہ رضؓ کا بیان ہے کہ مجھ کو اس پر رشک لاحق ہوا۔ اور میں نے حضرت حفصہ رضؓ حضرت سودہ رضؓ اور حضرت صفیہ رضؓ سے مل کر یہ طے کیا کہ ہم میں سے جس کے پاس بھی آپؐ آئیں وہ آپ سے یہ کہے کہ آپ کے منہ سے مغافیر کی بو آتی ہے۔ مغافیر ایک قسم کا پھول ہوتا ہے جس میں کچھ بساند ہوتی ہے۔ اور اگر شہد کی مکھی اس سے شہد حاصل کرے تو اس کے اندر بھی اس بساند کا اثر آجاتا ہے۔ یہ بات سب کو معلوم تھی کہ حضورؐ نہایت نفاست پسند ہیں اور آپؐ کو اس سے سخت نفرت ہے کہ آپؐ کے اندر کسی قسم کی بدبو پائی جائے۔ اس لیے آپؐ کو حضرت زینبؓ کے ہاں ٹھہرنے سے روکنے کی خاطر یہ تدبیر کی گئی اور یہ کارگر ہوئی جب متعدد بیویوں نے آپؐ سے کہا کہ آپ کے منہ سے مغافیر کی بو آتی ہے تو آپؐ نے عہد کر لیا کہ اب یہ شہد استعمال نہیں فرمائیں گے ایک روایت میں آپؐ کے الفاظ یہ ہیں۔

فَلَنْ اَعُوْدَ لَهٗ وَقَدْ حَلَفْتُ

(اب میں ہرگز اسے نہ پیوں گا میں نے قسم کھائی ہے)

دوسری روایت میں صرف فلن اعود لہ کے الفاظ ہیں وقد حلفت کا ذکر نہیں ہے اور ابن عباسؓ سے جو روایت ابن المنذر ابن ابی حاتم طبرانی اور ابن مردویہ نے نقل کی ہے اس میں یہ الفاظ ہیں کہ واللہ لا اشربہٗ (خدا کی قسم میں اسے نہ پیوں گا)

حافظ ابن کثیر کہتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ آیت شہد کو اپنے اوپر حرام کر لینے کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

بیویوں کی خوشی کی خاطر ایک حلال چیز کو حرام کر لینے کا جو فعل آپؐ سے صادر ہوا ہے یہ اگرچہ آپؐ کے اہم ترین ذمہ دارانہ منصب کے لحاظ سے مناسب نہ تھا لیکن یہ کوئی گناہ بھی نہ تھا کہ اس پر مواخذہ کیا جاتا اس لیے اللہ تعالیٰ نے صرف ٹوک کو اس کی اصلاح کر دینے پر اکتفا فرمایا اور آپؐ کی اس لغزش کو معاف کر دیا (تفہیم القرآن جلد ششم صفحہ ۳۷۱)۔

یہ واقعہ اس غیر معمولی محبت کی نشاندہی کرتا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے آپؐ کی ازواج مطہرات کے دلوں میں جاگزین تھی ہر کسی کی یہ آرزو تھی کہ آپؐ زیادہ سے زیادہ وقت ان کے پاس گزاریں۔ اور کسی کو آپؐ کا دوسری کے پاس زیادہ دیر تک ٹھہرنا پسند نہ تھا اور دوسری بات یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ازواج مطہرات سے اس قدر محبت تھی کہ آپؐ ان کی پاس خاطر کے لیے اپنی پسندیدہ چیز چھوڑنے پر بھی آمادہ ہو گئے اور تیسری بات یہ ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر نفاست پسند تھے کہ ناگوار بُو کا تصور تک آپ پر بارگراں تھا۔ الحجرات میں کس قدر پاکیزہ اور محبت سے بھرپور ماحول تھا۔

الجبرات اور راز کی بات

اللہ پاک نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔

"اور یہ معاملہ بھی قابل توجہ ہے کہ نبی نے ایک بات اپنی ایک بیوی سے راز میں کہی تھی پھر جب اس بیوی نے (کسی اور پر) وہ راز ظاہر کر دیا۔ اور اللہ نے اپنے نبی کو اس (افشائے راز) کی اطلاع دے دی تو نبی نے اس پر کسی حد تک اس سے درگزر کیا پھر جب نبی نے اُسے (افشائے راز کی) یہ بات بتائی تو اس نے پوچھا آپ کو اس کی کس نے خبر دی ہے۔ نبی نے کہا" مجھے اس نے خبر دی جو سب کچھ جانتا ہے اور خوب باخبر ہے اگر تم دونوں اللہ سے توبہ کرتی ہو (تو یہ تمہارے لیئے بہتر ہے) کیونکہ تمہارے دل سیدھی راہ سے ہٹ گئے ہیں اور اگر نبی کے مقابلہ میں تم نے باہم جتھہ بندی کی تو جان رکھو کہ اللہ اس کا مولی ہے اور اس کے بعد جبریل اور تمام صالح اہل ایمان اور سب ملائکہ اس کے ساتھی اور مددگار ہیں بعید نہیں کہ اگر نبی تم سب بیویوں کو طلاق دے دے تو اللہ اسے ایسی بیویاں تمہارے بدلے میں عطا فرمائے جو تم سے بہتر ہوں سچی مسلمان، اطاعت گزار۔ توبہ گزار۔ عبادت گزار اور روزہ دار خواہ شوہر دیدہ ہوں یا باکرہ۔

(سورۂ تحریم ۴ - ۵)

جس راز کو اللہ پاک نے خود ظاہر نہیں کیا اس کی کھوج لگانا کسی حالت میں بھی مناسب نہیں ہے۔ اسے راز ہی رہنے دیا جائے تو بہتر ہے کیونکہ راز ظاہر کرنے پر ہی تو اللہ تعالے نے ایک بیوی کو ٹوک دیا ہے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ نہ تو یہ بیوی کوئی معمولی خاتون تھیں اور نہ ان کے شوہر نامدار ہی کوئی عام آدمی تھے۔ بلکہ یہ اس عظیم ہستی

کی بیوی تھیں جسے اللہ پاک نے نبوت کے درجہ پر فائز کیا تھا اور جنہیں کفار و مشرکین سے مسلسل جہاد سے سابقہ درپیش تھا۔ اس لیے ان کے گھر میں کئی باتیں ایسی ہوتی تھیں جنہیں اگر راز میں نہ رکھا جاتا تو ممکن ہے بہت نقصان ہو جاتا۔ اس لیے جب پہلی بار کاشانۂ نبوت میں ایسی کمزوری ایک ام المومنین سے صادر ہوئی تو فوراً انہیں ٹوک دیا گیا کہ ایسا نہیں ہونا چاہیے حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے راز کی بات بھی کسی غیر سے نہیں بلکہ اپنے گھر والوں سے کہی تھی۔ اور قرآن مجید میں ان آیات کے آجانے سے یہ بات از خود واضح ہو جاتی ہے کہ نہ صرف کاشانۂ نبوت کے مکینوں کو بلکہ مسلم معاشرہ کے تمام ذمہ دار لوگوں کی بیویوں کو راز افشانہ کرنے کی تربیت دی جائے تاکہ مسلم معاشرہ راز کا امین بن جائے جس شخص کا جتنا بڑا منصب ہوتا ہے۔ اتنے ہی زیادہ اہم اور نازک معاملات اس کے گھر والوں کے نوٹس میں آتے رہتے ہیں۔ اور اگر ان کے ذریعہ کے راز کی ایسی باتیں دوسروں تک پہنچ جائیں تو کسی وقت بھی بڑے خطرے کا موجب بن سکتی ہیں۔

اب رہا یہ سوال کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کون سی دو بیویاں تھیں جن کے درمیان راز کی یہ بات پھیل گئی تھی۔ اس سلسلے میں ہم تفہیم القرآن جلد ششم صفحہ ۲۳ کا ایک اقتباس پیش کرتے ہیں۔

"ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔

میں ایک مدت سے اس فکر میں تھا کہ حضرت عمرؓ سے پوچھوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں میں سے وہ کون سی دو بیویاں تھیں جنہوں نے حضورؐ کے مقابلہ میں جتھ بندی کر لی تھی اور جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ آیت ارشاد فرمائی ہے۔ کہ

اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا

لیکن ان کی ہیبت کی وجہ سے میری ہمت نہ پڑتی تھی آخر ایک مرتبہ وہ حج کیلیے تشریف لے گئے اور میں ان کے ساتھ گیا واپسی پر راستہ میں ایک جگہ اُن کو وضو کراتے ہوئے مجھے موقع مل گیا اور میں نے یہ سوال پوچھ لیا انہوں نے جواب دیا وہ عائشہؓ اور حفصہؓ تھیں،،

الحجرات اور گھریلو پریشانیاں

گذشتہ صفحات میں ہم حضرت ابن عباسؓ کی زبانی راز کی بات کہہ دینے والی ام المومنین اور جن سے بات کہی گئی تھی دونوں کے متعلق حضرت عمرؓ کی روایت کا کچھ حصہ درج چکے ہیں اب اسی سیاق وسباق میں جتھہ بندی کے متعلق باقی ماندہ روایت درج کرتے ہیں۔

"پھر انہوں نے بیان کرنا شروع کر دیا کہ ہم قریش کے لوگ اپنی عورتوں کو دبا کر رکھنے کے عادی تھے جب ہم مدینہ آئے تو ہمیں یہاں ایسے لوگ ملے جن پر ان کی بیویاں حاوی تھیں اور یہی سبق ہماری عورتیں بھی ان سے سیکھنے لگیں ایک روز میں اپنی بیوی پر ناراض ہوا تو کیا دیکھتا ہوں مجھے پلٹ کر جواب دے رہی ہے (اصل الفاظ ہیں فاذا ھی تُرَاجِعُنِیْ) مجھے یہ بہت ناگوار ہوا کہ وُہ مجھے پلٹ کر جواب دے اس نے کہا آپ اس بات پر کیوں بگڑتے ہیں۔ کہ میں آپ کو پلٹ کر جواب دُوں، خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں حضورؐ کو دو بدو جواب دیتی تھیں (اصل لفظ یہ ہے یراجعنہ) اور ان میں سے کوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دن دن بھر ناراض رہتی ہے (بخاری کی روایت میں ہے کہ حضورؐ اس سے دن بھر ناراض رہتے ہیں۔

پہن کر میں گھر سے نکلا اور حفصہؓ کے ہاں گیا (جو حضرت عمرؓ کی بیٹی اور حضورؐ کی بیوی تھیں) میں نے اس سے پوچھا کیا تو رسول اللہ علیہ وسلم کو دو بدو جواب دیتی ہے اس نے کہا ہاں۔ میں نے پوچھا اور کیا تم میں سے کوئی دن دن بھر حضورؐ سے روٹھی رہتی ہے؟ (بخاری کی روایت میں ہے کہ حضورؐ دن بھر اس سے ناراض رہتے ہیں) اس نے کہا ہاں۔ میں نے کہا نامراد ہوگئی اور گھاٹے میں پڑ گئی وہ عورت جو تم میں سے ایسا کرے کیا تم میں سے کوئی اس بات سے بے خوف ہوگئی ہے کہ اپنے رسولؐ کے غضب کی وجہ سے اللہ اس پر غضب ناک ہو جائے اور وہ ہلاکت میں پڑ جائے۔ ہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کبھی زبان درازی نہ کر (یہاں بھی وہی الفاظ لا تُرا جِعی اور نہ ان سے کسی چیز کا مطالبہ کر میرے مال سے تیرا جو جی چاہے مانگ لیا کر تو اس بات سے کسی دھوکے میں نہ پڑ کہ تیری پڑوسن (یعنی حضرت عائشہؓ) تجھ سے زیادہ خوبصورت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب ہے اس کے بعد میں وہاں سے نکل کر ام سلمہؓ کے پاس پہنچا۔ جو میری رشتہ دار تھیں اور میں نے اس معاملے میں ان سے بات کی انہوں نے کہا ابن خطاب تم بھی عجیب آدمی ہو۔ ہر معاملہ میں تم نے دخل دیا یہاں تک کہ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی بیویوں کے معاملے میں بھی دخل دینے چلے ہو اُن کی اس بات نے میری ہمت توڑ دی پھر ایسا ہوا کہ میرا ایک انصاری پڑوسی رات کے وقت میرے گھر آیا اور اس نے مجھے پکارا۔ ہم دونوں باری باری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہوتے تھے اور جو بات کسی کی باری کے دن ہوتی تھی وہ دوسرے کو بتا دیا کرتا

تھا زمانہ وہ تھا جب ہمیں غسان کے حملے کا خطرہ لگا ہوا تھا۔ اس کے پکارنے پر جب میں نکلا تو اس نے کہا ایک بڑا حادثہ پیش آ گیا ہے میں نے کہا کیا غسانی چڑھ آئے ہیں؟ اس نے کہا نہیں اس سے بھی زیادہ بڑا معاملہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے میں نے کہا برباد ہو گئی اور نامراد ہو گئی حفصہؓ۔ مجھے پہلے ہی اندیشہ تھا کہ یہ ہونے والی بات ہے"۔

قرآنی آیات اور حضرت عمرؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں ان ازواج مطہرات کا رویہ کسی حد تک ایسا ہو گیا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس پر ناراض ہو جانے میں حق بجانب تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر تو اللہ تعالیٰ اس بات میں حق بجانب تھا کہ ان ازواج مطہرات کو اس رویہ پر شدت سے تنبیہ فرمائے۔

بخاری میں حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں نے آپس کے رشک و رفاقت میں مل جل کر حضورؐ کو تنگ کر دیا تھا۔ اس پر میں نے ان سے کہا کہ بعید نہیں اگر حضورؐ تم کو طلاق دے دیں تو اللہ تم سے بہتر بیویاں آپؐ کو عطا فرما دے"، اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے"۔

الحجرات اور واقعۂ ایلاء

قرآن مجید میں اللہ پاک نے فرمایا ہے۔

"اے نبیؐ، اپنی بیویوں سے کہو اگر تم دنیا اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ دے دلا کر بھلے طریقے سے رخصت کر دوں اور اگر تم اللہ اور اس کے رسولؐ اور دار آخرت کی طالب ہو تو

جان لو کہ تم میں سے جو نیکو کار ہیں اللہ نے ان کے لیے بڑا اجر مہیا کر رکھا ہے"
(سورہ احزاب آیت نمبر ۲۸-۲۹)

یہ آیات اس وقت نازل ہوئی تھیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مالی حیثیت سے زیادہ تنگ دست تھے کیونکہ ہجرت سے لے کر ۴ھ تک آپ کا کوئی ذریعہ معاش نہ تھا۔ لیکن ۴ھ میں بنی نضیر کی جلاوطنی کے بعد ان کی متروکہ زمینوں کا ایک حصہ اللہ پاک نے آپ کے لیے مخصوص کر دیا تھا تاکہ اس سے آپ کے اہل خاندان کی ضروریات پوری ہوتی رہیں مگر یہ بھی آپ کے خاندان کے لیے کافی نہ تھا لہذا مالی پریشانیاں آپ کو لاحق ہو گئی تھیں اور مزید برآں آپ پر نبوت کی ذمہ داریوں کا بوجھ بھی تھا۔ اس لیے آپ کو اپنی ازواج مطہرات کی طرف سے خرچ کی تنگی کا شکوہ زیادہ تکلیف دہ ثابت ہوا۔ اس وقت مال غنیمت حاصل ہو کر مسلمانوں میں تقسیم ہو رہا تھا اور اس سے عام مسلمانوں کی مالی حالت پہلے سے کافی بہتر ہو گئی تھی مگر خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں معاشی حالت جوں کی توں تھی ازواج مطہرات خرچ کی تنگی کی وجہ سے اور اپنے ارد گرد کی مومنات کو اچھی زندگی گزارتے دیکھنے کی وجہ سے بھی خرچ کے لیے زیادہ کچھ کی طالب تھیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم سیاسی حالات اور نبوت کی ذمہ داریوں کی وجہ سے اپنی معاش کے لیے کوشش نہ کر سکتے تھے۔

معاشی حالات کی اس ابتری کے دوران کا ذکر ہے۔ کہ ایک روز حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ آپ کی ازواج آپ کے گرد بیٹھی تھیں اور آپ خاموش ہیں۔ آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے خطاب کر کے فرمایا۔

"یہ میرے گرد بیٹھی ہیں جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو یہ مجھ سے خرچ کے لیے روپیہ مانگ رہی ہیں"

اس پر دونوں صاحبوں نے اپنی اپنی بیٹیوں کو ڈانٹا اور ان سے کہا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تنگ کرتی ہو اور وہ چیز مانگتی ہو جو آپؐ کے پاس نہیں ہے"۔

اس واقعہ سے آپؐ کی مالی مشکلات کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ یوں بھی یہ زمانہ کفر و اسلام کی انتہائی شدید کشمکش کا زمانہ تھا اس لیے ازواج مطہرات کا خرچ کے لیے زیادہ روپیہ مانگنا آپؐ کے مزاج مبارک پر ناقابلِ برداشت اثر ڈال رہا تھا۔

اتفاق سے اسی زمانہ میں آپؐ گھوڑے سے گر پڑے اور پہلو مبارک میں چوٹ لگی آپؐ نے حضرت عائشہؓ کے حجرہ سے متصل بالاخانے میں قیام فرمایا اور عہد کیا کہ ایک ماہ تک ازواج مطہرات سے نہ ملیں گے یہ واقعہ ایلا ہے۔

ادھر منافقین نے یہ خبر اڑا دی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کو طلاق دے دی ہے۔

اس وقت آپؐ کے نکاح میں چار بیویاں تھیں حضرت سودہؓ حضرت عائشہؓ حضرت حفصہؓ اور حضرت ام سلمہؓ ابھی حضرت زینبؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح نہیں ہوا تھا۔

منافقین کی پھیلائی ہوئی یہ خبر مسلمانوں پر بجلی بن گری اور تمام صحابہ کرامؓ سخت رنجیدہ ہوئے۔

صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے ان سے بیان کیا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں سے علیحدگی اختیار فرما لی تو میں مسجد نبوی میں پہنچا دیکھا کہ لوگ متفکر بیٹھے ہوئے کنکریاں اٹھا اٹھا کر گرا رہے ہیں اور آپس میں کہہ رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی

---

[1] تفہیم القرآن جلد ششم صفحہ ۲۴، ۲۴۔

بیویوں کو طلاق دے دی ہے۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کے ہاں اپنے جانے اور ان کو نصیحت کرنے کا ذکر کیا۔ پھر فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت حاضر ہوا۔ اور میں نے عرض کیا "بیویوں کے معاملہ میں آپ کیوں پریشان ہوتے ہیں؟ اگر آپ ان کو طلاق دے دیں تو اللہ آپ کے ساتھ ہے سارے ملائکہ اور جبریل و میکائیل آپؐ کے ساتھ ہیں اور میں اور ابوبکر اور سب اہل ایمان آپ کے ساتھ ہیں"۔ میں اللہ کا شکر بجا لاتا ہوں کہ کم ہی ایسا ہوا ہے کہ میں نے کوئی بات کہی ہو اور اللہ سے یہ امید نہ رکھی ہو کہ وہ میرے قول کی تصدیق فرمادے گا۔ چنانچہ اس کے بعد سورۂ تحریم کی وہ آیات نازل ہوگئیں پھر میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا "کیا آپؐ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے۔" اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں۔ اس پر میں نے مسجد نبوی کے دروازے پر کھڑے ہوکر باآواز بلند اعلان کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کو طلاق نہیں دی ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ تک اپنی ازواج مطہرات سے علیحدہ رہنے کا عہد فرمایا تھا اور اپنے بالا خانے میں مقیم ہو گئے تھے۔ اسی بالا خانہ میں جب حضرت عمرؓ نے آپؐ سے ملاقات کی تو آپؐ کے بدن پر چٹائی کے نشان دیکھ کر ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے کہ قیصر و کسریٰ تو ریشمی پلنگوں پر سوئیں اور اللہ کا رسولؐ چٹائی پر استراحت فرمائے۔

اپنی ازواج سے علیحدہ ہوئے جب ۲۹ دن گزر گئے تو جبریل امین نے آپؐ کو اطلاع دی کہ آپ کی قسم پوری ہو گئی ہے اور مہینہ مکمل ہو گیا ہے چنانچہ آپؐ بالا خانے سے اُتر کر سب سے پہلے حضرت عائشہؓ کے حجرے میں تشریف لائے۔ تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ آپ نے تو ایک ماہ کے لیے علیحدگی اختیار کی تھی مگر آج تو ۲۹ دن ہوئے ہیں تو آپؐ نے فرمایا کیا ۲۹ دن کا مہینہ نہیں ہوتا۔؟

الحجرات اور واقعہ تخییر

ایلا کی مدت پوری ہونے کے بعد جب آپ اپنے بالاخانے سے اُتر کر حضرت عائشہ رض کے حجرے میں تشریف لائے تو ایک دن آپ نے فرمایا اے عائشہ رض میں تم سے ایک بات پوچھتا ہوں اس کا جواب اپنے والدین سے مشورہ کر کے دو تو بہتر ہوگا۔

حضرت عائشہ رض نے عرض کیا "یارسول اللہ وہ کیا بات ہے"۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ احزاب کی یہ آیات تلاوت فرمائیں۔

"اے نبی! اپنی بیویوں سے کہو" اگر تم دنیا اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ دے دلا کر بھلے طریقے سے رخصت کر دوں اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور دار آخرت کی طالب ہو تو جان لو کہ تم میں سے جو نیکوکار ہیں اللہ نے ان کے لیے بڑا اجر مہیا کر رکھا ہے"

(احزاب ۲۸ - ۲۹)

حضرت عائشہ رض نے یہ آیات سن کر عرض کیا یارسول اللہ کیا میں اس معاملہ کو اپنے والدین سے پوچھوں میں تو اللہ اور اس کے رسول اور دار آخرت کو چاہتی ہوں"

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم باقی ازواج مطہرات میں سے ایک ایک کے ہاں گئے اور ہر ایک سے یہی بات فرمائی اور ہر ایک نے وہی جواب دیا جو حضرت عائشہ رض نے دیا تھا۔

الحجرات اور قرآن مجید

سورۂ احزاب میں اللہ پاک نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو

مخاطب کر کے فرمایا ہے ۔

"نبی کی بیویو، تم میں سے جو کسی صریح فحش حرکت کا ارتکاب کرے گی اسے دوہرا

عذاب دیا جائیگا اللہ کے لیے یہ بہت آسان کام ہے ۔

اور تم میں سے جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گی ۔

اور نیک عمل کرے گی اس کو ہم دوہرا اجر دیں گے ۔

اور ہم نے اس کے لیے رزق کریم مہیا کر رکھا ہے ۔

نبی کی بیویو ۔ تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو ۔

اگر تم اللہ سے ڈرنے والی ہو تو دبی زبان سے بات نہ کیا کرو کہ دل کی خرابی کا

مبتلا کوئی شخص لالچ میں پڑ جائے ۔

بلکہ صاف سیدھی بات کرو ۔

اپنے گھروں میں ٹک کر رہو ۔

اور سابق دور جاہلیت کی سی سج دھج نہ دکھاتی پھرو نماز قائم کرو ۔ زکواۃ دو ۔

اور اس کے رسول کی اطاعت کرو ۔

اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ تم اہل بیت نبی سے گندگی کو دور کرے اور تمہیں پوری

طرح پاک کر دے ۔

یاد رکھو اللہ کی آیات اور حکمت کی ان باتوں کو جو تمہارے گھروں میں سنائی

جاتی ہیں ۔

بے شک اللہ لطیف اور باخبر ہے ۔ (آیات ۳۵ ۔ ۳۴ ۔)

"اے نبی ۔ جو لوگ تمہیں حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں سے

اکثر بے عقل ہیں اگر تمہارے برآمد ہونے تک صبر کرتے تو انہی کے

لیے بہتر تھا ۔

اللہ درگزر کرنے والا اور رحیم ہے،،   (الحجرات - ۵)

«اے لوگو، جو ایمان لائے ہو۔ نبیؐ کے گھروں میں بلا اجازت نہ چلے آیا کرو نہ کھانے کا وقت تاکتے رہو۔ ہاں اگر تمہیں کھانے پر بلایا جائے تو ضرور آؤ، مگر جب کھانا کھالو تو منتشر ہو جاؤ باتیں کرنے میں نہ لگے رہو۔ تمہاری یہ حرکتیں نبیؐ کو تکلیف دیتی ہیں مگر وہ شرم کی وجہ سے کچھ نہیں کہتے اور اللہ حق بات کہنے میں نہیں شرماتا نبیؐ کی بیویوں سے اگر تمہیں کچھ مانگنا ہو۔ تو پردے کے پیچھے سے مانگا کرو یہ تمہارے اور ان کے دلوں کی پاکیزگی کے لیے زیادہ مناسب طریقہ ہے تمہارے لیے یہ جائز نہیں کہ اللہ کے رسولؐ کو تکلیف دو۔

اور نہ یہ جائز ہے کہ ان کے بعد ان کی بیویوں سے نکاح کرو یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے۔

تم خواہ کوئی بات ظاہر کرو یا چھپاؤ۔

اللہ کو ہر بات کا علم ہے۔

ازواج نبیؐ کے لیے اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

کہ ان کے باپ ان کے بیٹے۔ ان کے بھائی ان کے بھتیجے ان کے بھانجے ان کے میل جول کی عورتیں اور ان کے مملوک گھروں میں آئیں دلے عورتو تمہیں اللہ کی نافرمانی سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ اللہ ہر چیز پر نگاہ رکھتا ہے

(احزاب ۵۲ - ۵۵)

اے نبیؐ اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور اہل ایمان کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے اوپر اپنی چادروں کے پلو لٹکا لیا کریں یہ زیادہ مناسب طریقہ ہے تاکہ وہ پہچان لی جائیں اور نہ ستائی جائیں۔

اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے،، (احزاب - ۵۹)

الحجرات اور زندگی کے مختلف نقشے

انسان اپنے گھر کی چار دیواری میں اپنے اصلی رنگ میں نظر آتا ہے۔ جہاں وہ بے تکلف ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ ساری دنیا کے لیے خضر راہ بن کر آئے تھے۔ اس لیے آپ کی زندگی ہر شخص کے لیے نمونہ ہے ذیل میں ہم آپؐ کی گھریلو زندگی کے چند نقشے پیش کرتے ہیں تاکہ ان سے رہنمائی حاصل ہو۔

نماز عصر کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم تھوڑی دیر کے لیے تمام ازواج مطہرات کے گھروں میں تشریف لے جاتے اور کچھ دیر بیٹھ کر واپس آجاتے۔ اور جن کے ہاں شب باش ہونے کی باری ہوتی وہیں ٹھہر جاتے۔ عصر کی نماز پڑھ کر حضرت ام سلمہؓ کے حجرے سے شروع کرتے وہاں کچھ دیر تک ٹھہرتے۔ سب بیویاں وہاں جمع ہو جاتیں سب ہنستی بولتی باتیں کرتیں اور بڑی پُر تکلف صحبت ہوتی اور پھر اس کے بعد سونے کے وقت واپس چلی آتیں۔ امہات المومنین کا یہ بہت بڑا احسان ہے کہ ان کے ذریعے سے عورتوں کے مسائل کی گتھیاں سلجھائی گئیں حسن معاشرت کا نمونہ سامنے آیا اور گھر کی چار دیواری میں خوشگوار فضا پیدا کرنے کی سمجھ پیدا ہوئی۔

۱۔ حضرت سودہؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت محبت تھی حتیٰ کہ آپ نے اپنی عمر کا خیال کرتے ہوئے اپنی باری حضرت عائشہؓ کو دے دی تھی یعنی اپنے آپ پر محبوب کی محبوبہ کو ترجیح دی عشق میں ایثار حضرت سودہؓ ہی کی خصوصیات میں سے ہے ورنہ کوئی عورت اپنی سوت کو برداشت نہیں کرسکتی چہ جائیکہ اپنی باری بھی اسے دے دے۔ حضرت عائشہؓ کا قول ہے۔

"میں نے کسی عورت کو جذبہ رقابت سے خالی نہ دیکھا سوائے سودہؓ کے۔"

۲۔ ابن سعد کا بیان ہے، کہ حضرت سودہؓ جو بلند و بالا اور فربہ اندام تھیں کبھی کبھی اپنی باتوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسا دیا کرتی تھیں ایک بار آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔

"میں نے گذشتہ شب آپؐ کے پیچھے نماز پڑھی پھر آپؐ نے میرے ساتھ رکوع کی حتیٰ کہ میں نے ناک سے خون ٹپکنے کے ڈر سے اپنی ناک پکڑ لی"

۳۔ ایک مرتبہ امہات المومنین میں یہ غلط فہمی پیدا ہو گئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہؓ کو دوسری ازواج مطہرات پر ترجیح دیتے ہیں اس لیے انہوں نے حضرت فاطمہؓ کو اپنا سفیر بنا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری عرضداشت سن کر فرمایا۔

"اے نورِ نظر جس کو میں چاہوں گا کیا تم اس کو نہیں چاہو گے"

جگر گوشۂ رسولؐ نے اثبات میں جواب دیا۔ تو آپؐ نے انہیں بھی محبت عائشہؓ کی تاکید فرمائی۔

۴۔ ایک بار ام المومنین حضرت ام سلمہؓ خود بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئیں اور یہی مسئلہ پیش کیا تو آپ نے ان کو بھی حجرہ عائشہؓ کی اہمیت کی اصل وجوہات یاد دلائیں اور فرمایا۔

"قسم ہے خدا کی مجھ پر کسی بیوی کی خواب گاہ میں وحی نازل نہیں ہوئی بجز اس کے (عائشہؓ)

۵۔ حضرت عائشہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد میں مستقل اقتدا بڑے اہتمام سے کیا کرتی تھیں۔

۶۔ ایک دفعہ رات کو حضرت عائشہؓ کی آنکھ کھلی تو بستر پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کو نہ پایا۔ آپ کو بے چینی سی ہوئی۔ تاریکی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھونڈنا چاہا ایک جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم مبارک ہاتھ میں آیا دیکھا کہ آپؐ عبادت میں مشغول ہیں تو بے اختیار کہا ،، اوہ میں کسی خیال میں ہوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کس حال میں ہیں ،،

۷۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نعل کو پیوند لگا رہے تھے۔ اور میں چرخہ کات رہی تھی میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک پر پسینہ آ رہا ہے۔ اور اس پسینہ کے اندر ایک نور ہے جو ابھر رہا ہے اور بڑھ رہا ہے۔ یہ ایسا نظارہ تھا کہ میں سراپا حیرت بن گئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر مبارک مجھ پر پڑی۔ فرمایا عائشہؓ تو حیران سی کیوں ہو رہی ہے میں نے عرض کیا یارسول اللہ میں نے دیکھا کہ آپؐ کی پیشانی پر پسینہ ہے۔ اور پسینے کے اندر چمکتا دمکتا نور ہے۔ اس پاک نظارے نے مجھے سراپا چشم کر دیا ہے۔ بخدا اگر ابو بکر ہذلی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ پاتا۔ تو اسے معلوم ہو جاتا کہ اس کے اشعار کے صحیح مصداق تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہو سکتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس کے اشعار کیا ہیں۔ میں نے یہ شعر پڑھ کر سنا دیئے۔

ترجمہ۔ وہ ولادت اور رضاعت کی آلودگیوں سے مُبرّا ہیں ان کے درخشاں چہرہ پر نظر کرو تو معلوم ہوگا کہ نورانی اور روشن برق جلوہ دے رہی ہے۔ بعض روایات کے مطابق یہ شعر تھا جب میں نے اس کے روئے تاباں پر نگاہ ڈال تو اس کی شان رخشندگی ایسی تھی جیسے کہ کسی مکتو ابر میں بجلی کوندرہی ہو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں جو کچھ تھا۔ اسے رکھ دیا اور صدیقہؓ کی

پیشانی کو چوما اور زبان مبارک سے فرمایا۔

"جو سرور مجھے تیرے کلام سے حاصل ہوا۔ اس قدر سرور تجھے میرے نظارہ سے نہ ہوا ہوگا۔"

۸۔ حضرت زینبؓ بنت جحش کو حضرت عائشہؓ کی ہم سری کا دعوےٰ تھا ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ عائشہؓ میں تشریف فرما تھے کہ حضرت زینبؓ بلا اجازت طیش میں بھری ہوئی اندر داخل ہوئیں اور کہنے لگیں "یا رسول اللہ" آپؐ کی نظر میں تو ابوبکرؓ کی بیٹی کے سوا کوئی اور ہے ہی نہیں، ساتھ ہی درشت کلامی کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے اب وہ حضرت عائشہؓ کی طرف متوجہ ہوئیں اور سخت کلامی کرنے لگیں لیکن آپ خاموش رہیں، جب زینبؓ حد سے تجاوز کر گئیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ کو اپنی صفائی پیش کرنے کے لیے فرمایا۔ آپ ایک زبردست خطیبہ تھیں آپؓ نے اپنی صفائی میں اس شستگی سے تقریر کی کہ حضرت زینبؓ دم بخود رہ گئیں یہ دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا روئے انور چمکا اٹھا اور فرمایا۔

"کیوں نہ ہو عائشہؓ ابوبکرؓ کی بیٹی ہیں۔"

۹۔ حضرت عائشہؓ سے زیادہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کون محبوب ہو سکتا تھا لیکن ایک مرتبہ ان کی زبان حضرت صفیہؓ کے بارے میں یہ الفاظ نکل گئے۔

"حسبک من صفیہ کذا کذا

(صفیہؓ میں یہ عیب کیا کم ہے کہ ان قد چھوٹا ہے)

یہ بات ان کی زبان سے نکلی تھی کہ آپؐ نے فوراً ان کو تنبیہ فرمائی اور ارشاد فرمایا

"عائشہؓ تم نے ایسی بات زبان سے نکال دی۔ کہ اگر وہ سمندر۔

میں ملا دی جائے تو اس کی کڑواہٹ اس کو بھی تلخ کر کے رکھ دے ،،

۱۰۔ ایک دفعہ حضرت عائشہؓ اتفاقاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ترش ہو کر کچھ زور سے بول رہی تھیں کہ ان کے والد محترم حضرت ابو بکر صدیق رضؓ تشریف لائے اور غصہ میں آ کر حضرت عائشہؓ پر ہاتھ اٹھانا چاہا۔ وہ جھٹ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اوٹ میں آ گئیں۔ انہوں نے کہا ،، تم رسولؐ اللہ کا ادب نہیں کرتی ہو ،، اور غصے کے عالم میں باہر چلے گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکراتے ہوئے فرمایا ،، عائشہ رضؓ دیکھا میں نے تم کو اس شخص سے بچا لیا ،،

حضرت عائشہؓ نے شرم سے گردن جھکا لی۔

۱۱۔ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حجرۂ عائشہؓ میں موجود تھے کہ حضرت صفیہؓ نے ــــ جو بہت عمدہ کھانا پکاتی تھیں ــــ کوئی اچھی پکی ہوئی چیز آپؐ کے لیے بھیجی۔ حضرت عائشہؓ کو یہ بات ناگوار گزری۔ اور انہوں نے یہ پیالہ زمین پر پٹک دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود دست مبارک سے پیالہ کے ٹکڑوں کو چنتے تھے اور مسکراتے ہوئے فرماتے تھے۔

،، عائشہ رضؓ تاوان ادا کرنا ہو گا۔

۱۲۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ ایک مرتبہ میں نے خزیرہ (گوشت کا قیمہ کر کے پانی میں پکاتے اور پھر اس پر آٹا چھڑکتے جو ساتھ ہی پکتا) تیار کیا حضرت سودہؓ بھی موجود تھیں۔ اور رسولؐ خدا دونوں کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے بے تکلفی کی فضا تھی میں نے سودہؓ سے کہا ،، کھاؤ ،، انہوں نے انکار کر دیا میں نے پھر اصرار سے کہا کھاؤ انہوں نے پھر انکار کر دیا۔ میں نے پھر اصرار کرتے ہوئے کہا کھاؤ انہوں نے پھر انکار کر دیا میں نے کہا اس میں سے کچھ کھاؤ ورنہ میں اٹھا کر تمہارے منہ پر مل دوں گی۔ حضرت سودہ رضؓ

تے بھی ہٹ دکھائی حضرت عائشہؓ نے خزیرہ میں ہاتھ ڈالا۔ اور واقعی حضرت سودہؓ کے چہرے پر لیپ دیا اس بے تکلفی پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم خوب ہنسے اور سودہؓ سے کہا کہ تم اس کے منہ پر ملو۔ تاکہ حساب برابر ہو جائے چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ ہنسے۔

۱۳۔ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صفیہؓ کے حجرہ میں تشریف لائے دیکھا تو وُہ رو رہی تھیں آپؐ نے وجہ پوچھیں تو بولیں مجھ کو حضرت حفصہؓ نے کہا ہے کہ تم یہودی کی بیٹی ہو۔ آپؐ نے فرمایا

"تم نبی کی بیٹی ہو، تمہارا چچا پیغمبر ہے اور پیغمبر کے نکاح میں ہو حفصہ رض تم پر کس بات میں فخر کر سکتی ہے"

۱۴۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے یہ کیوں نہ کہا کہ تم مجھ سے زیادہ معزز کیونکہ ہو سکتی ہو میرے شوہر محمدؐ۔ میرے باپ ہارون اور میرے چچا موسیٰ علیہ السلام ہیں۔

۱۵۔ حضرت ام سلمہؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑی عقیدت تھی۔ آپؐ کے کچھ موئے مبارک تبرکاً چاندی کی ایک ڈبیہ میں محفوظ کر لیے تھے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ صحابہ میں سے کسی کو تکلیف پہنچتی تو وہ ایک پیالہ پانی سے بھر کر ان کے پاس لاتے وہ موئے مبارک نکال کر اس پانی میں حرکت دے دیتیں اس کی برکت سے تکلیف دُور ہو جاتی تھی۔

۱۶۔ اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ وحی بھیجی۔

"پھر جب زید اس سے اپنی حاجت پوری کر چکا تو ہم نے وہ (مطلقہ خاتون) تیرے نکاح میں دی" (سورہ احزاب)

یہ حضرت زینبؓ بنت جحش کے متعلق تھی اس طرح گویا اللہ تعالےٰ نے خود

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح حضرت زینبؓ سے کر دیا اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینبؓ کے مکان پر تشریف لے گئے اور بلا استیذان (اجازت) اندر چلے گئے۔
صبح کو آپؐ نے دعوت ولیمہ کا انتظام الحجرات میں کیا جس میں روٹی اور سالن کا بندوبست تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انسؓ کو لوگوں کو بلانے کے لیے بھیجا تین سو آدمی دعوت میں شریک ہوئے دس دس کی ٹکڑیوں میں آتے اور کھانا کھا کر چلے جاتے اتفاق ایسا ہوا کہ چند لوگ کھانا کھا کر باتوں میں مشغول ہو گئے اور اُٹھنے کا خیال ہی نہ رہا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ازراہ مروت انہیں اُٹھنے کے لیے نہ فرماتے اور بار بار اندر آتے اور باہر جاتے اسی مکان میں حضرت زینبؓ بھی دیوار کی طرف منہ کیے بیٹھی تھیں جب بہت دیر ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہوئی اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت حجاب نازل کی تھی یعنی سورۂ احزاب آیات ۵۲ تا ۵۵۔

اس آیت کے نزول کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے الحجرات کے دروازوں پر پردہ لٹکایا اور لوگوں کو ان کے اندر داخل ہونے کی ممانعت ہو گئی۔

۱۷۔ ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ حضرت ابو سفیانؓ کی بیٹی تھیں فتح مکہ سے قبل ان کے والد ایک دفعہ ان سے ملنے مدینہ آئے۔ اس آمد کا مقصد یہ بھی تھا کہ اپنی بیٹی کی معرفت میعاد صلح کی توسیع کے لیے کوشش کریں جب وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر بیٹھنے لگے۔ تو حضرت ام حبیبہؓ نے بستر الٹ دیا انہیں ناگوار گزرا بولے تمہیں اس بستر پر اپنے باپ کا بیٹھنا بھی پسند نہیں۔ حضرت ام حبیبہؓ نے جواب دیا، بے شک مجھے پسند نہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر مبارک پر ایک مشرک بیٹھے
"ابو سفیانؓ خون کے گھونٹ پی کر رہ گئے اور صرف اتنا کہا، تو میرے پیچھے بہت بگڑ گئی۔

۱۸۔ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضؓ کو طلائی کنگن پہنے ہوئے دیکھا تو فرمایا۔ اگر تمہیں جنت کی آرزو ہے تو پرتکلف لباس اور زیورات سے پرہیز کرو مگر مہندی لگانے کی تاکید فرماتے تھے چوڑیوں کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اس کی آواز سے گھر میں برکت ہوتی ہے اور عورتوں کا سہاگ ہے۔

۱۹۔ علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ نہایت محبت اور حسن سلوک کا معاملہ کرتے تھے۔ حضرت عائشہ رضؓ کے پاس انصار کی لڑکیاں جمع ہو جاتیں اور آپؐ ان کو ان کے ساتھ کھیلنے کے لیے چھوڑ دیتے اگر وہ کسی ایسی بات کی خواہش کرتیں جن میں کوئی شرعی قباحت نہ ہوتی تو آپؐ ان کی خواہش پوری کر دیتے وہؓ جس برتن سے پانی پتیں آپؐ بھی اس برتن سے ان کے منہ لگانے کی جگہ منہ لگا کر پانی پی لیتے۔ جس ہڈی کو وہ چوستیں اس ہڈی کو آپؐ بھی لے کر چوستے ایک مرتبہ اہل حبشہ مسجد نبوی میں اپنے کرتب دکھا رہے تھے آپؐ نے حضرت عائشہ رضؓ کے لیے اس کا موقع پیدا فرمایا کہ وہ آپؐ کے کندھے کی اوٹ سے ان کے کرتب دیکھ لیں دو مرتبہ آپؐ سفر کے موقع پر ان کے ساتھ دوڑے بھی آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ تم میں سب سے اچھا وہ ہے۔ جو اپنے گھر والوں کے ساتھ سب سے اچھا ہو اور میں اپنے گھر والوں کے ساتھ سب سے اچھا سلوک کرنے والا ہوں نماز عصر پڑھ کر آپؐ کا معمول یہ تھا کہ آپؐ تمام ازواج کے ہاں تشریف لے جاتے اور ان کی خیر خیریت دریافت فرماتے پھر شب میں جس کی باری ہوتی ان کے یہاں قیام فرماتے۔

کاشانۂ مبارک اور منفرد معیارِ زندگی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک کچے اور چھوٹے سے حجرے میں رہتے تھے جس پر کھجور کے پتوں کی چھت تھی۔ آپؐ کے چولھے میں کئی کئی دن تک آگ نہ جلتی تھی۔ اکثر کھجور اور پانی پر گزارہ ہوتا تھا۔ آپؐ کے متعلق حضرت عمر فاروقؓ نے بتایا ہے کہ میں واقعہ ایلا کے ایام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رہائشی کمرے میں داخل ہوا اور وہاں دیکھا کر۔

"آپؐ کھری چارپائی پر لیٹے ہیں اور جسم پر نشان پڑ گئے ہیں ادھر ادھر دیکھا تو ایک طرف مٹھی بھر جو رکھے ہیں ایک کونے میں کسی جانور کی کھال کیل سے لٹک رہی ہے یہ منظر دیکھ کر میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رونے کا سبب دریافت فرمایا تو عرض کی کہ قیصر و کسریٰ تو عیش کریں۔ اور آپؐ کا یہ حال — فرمایا عمرؓ کیا تم اس پر خوش نہیں کہ وہ لوگ دنیا لے جائیں اور ہمیں آخرت ملے"

حضرت عائشہؓ صدیقہ فرماتی ہیں۔

"میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فاقہ کی حالت دیکھ کر رو پڑا کرتی سا اور اضطراب سے آپؐ کے پیٹ پر ہاتھ پھیرتی جو فاقہ سے دب گیا تھا۔ اور عرض کیا کرتی ۔ میری جان آپؐ پر قربان۔ خدا کے لیے دنیا میں سے اتنا تو قبول فرما لیجئے جو جسمانی قوت کو قائم رکھنے کے لیے کافی ہو"

تو آپؐ فرماتے "عائشہؓ مجھے دنیا سے کیا کام میرے بھائی اولوالعزم رسول تو اس سے بھی سخت حالت پر صبر کیا کرتے تھے۔ اور وہ

اس چال پر چلے اور خدا کے سامنے گئے اور خدا نے ان کو نوازا اور پورا بدلہ دیا۔ اب اگر میں آسودگی کی زندگی بسر کرتا ہوں۔ تو مجھے شرم آتی ہے کہ کل میں ان سے کم رہ جاؤں۔ دیکھو جو چیز مجھے سب سے زیادہ پیاری ہے وُہ یہی ہے۔ کہ میں اپنے بھائیوں (سابق انبیائے کرام علیہم السّلام سے جا ملوں"

مندرجہ بالا بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ تنگ دستی سے گزارہ کرتے تھے یہ حیرت اس وقت اور بڑھ جاتی ہے جب ہم یہ دیکھتے ہیں۔ کہ آپؐ اسلامی مملکت کے سربراہ تھے بیت المال آپ کے پاس تھا۔ فتوحات کی وجہ سے مال غنیمت اُس کثرت سے آپؐ کے پاس آتا ہے۔ کہ اس سے اہل مدینہ اور آس پاس کے بدوی قبائل کی زندگیوں میں معاشی انقلاب آرہا تھا۔ کیونکہ آپؐ یہ سارا مال ان میں تقسیم فرما دیتے تھے اور آپؐ کی داد و دہش اور جود و سخا کی ستائیں اکناف عرب سے نکل کر دُور دُور تک پھیل رہی تھیں۔ آپؐ لوگوں کو دونوں ہاتھوں سے سونا چاندی اور درہم و دینار عطا فرماتے۔

اونٹ اور بکریوں کے ریوڑ عنایت فرماتے۔ اور مال غنیمت کے ان ڈھیروں کو تقسیم فرمانے کے بعد اس حالت میں کاشانہ مبارک میں تشریف لاتے کہ دونوں ہاتھ خالی ہوتے اور گھر میں تنگدستی بدستور اپنے قدم جمائے ہوئے ہوتی تھی لوگ کثرت سے ہدیئے اور تحفے بھیجتے مگر آپؐ انہیں بھی تقسیم فرما دیتے اور اگر ممکن ہوتا تو اپنے پاس سے بھی تحفے بھیجتے۔

حقیقت یہ تھی کہ آپؐ کی تنگدستی اور عسرت اس وجہ سے نہ تھی کہ آپؐ کے پاس کچھ بھی نہ تھا یا آپؐ کے پاس کچھ نہ آتا تھا یا آپؐ کے پاس وسائل

کی کمی تھی نہیں اور ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ خود اختیاری زندگی تھی۔اس میں معاشی حالت کی خرابی یا مالی مشکلات کی دشواری وغیرہ کا کچھ دخل نہ تھا۔

آپؐ تو اس قدر سخی تھے کہ قرض اٹھاکر بھی خیرات کر دیتے تھے اور حاجت مندوں کو خالی ہاتھ واپس کر دینا آپؐ کو کسی صورت میں پسند نہ تھا۔

آپؐ کسی حالت اور کسی درجے میں بھی دنیاوی مال و دولت اور عیش و عشرت کو پسند نہ فرماتے تھے۔ ایک بار عین نماز کی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کس شے کو اس طرح پیچھے دھکیلا تھا جیسے کسی سے بچنے کے لیے اسے دھکیلا جاتا ہے۔ صحابہ کرام رضؓ نے نماز کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپؐ نے فرمایا۔

"دنیا میری طرف مجسم ہو کر آئی تھی اور میں نے اسے دھتکار دیا"

آپؐ کی زندگی کا ایک پہلو "اسلامی ریاست کے بانی اور اس کے سربراہ" کی حیثیت تھی۔ آپؐ مجاہدین اور جاںنثاروں کے اس مقدس لشکر کے سالار تھے جسکی نظیر پیش کرنے سے زمانہ قاصر ہے۔ اس حیثیت سے آپؐ کے معیار زندگی میں جو لوگ شاہان کجکلاہ کی جھلک دیکھنے کے متمنی ہیں انہیں یقیناً مایوسی ہو گی کیونکہ آپؐ نے جو معیار زندگی پیش کیا ہے، وہ بذات خود ہر لحاظ سے منفرد ہے۔ کیونکہ اس شان کے حامل ہونے کے باوجود آپؐ نے اس بات کا پورا پورا اہتمام فرمایا کہ آپؐ کا معیار زندگی ایک عامی انسان اور غریب شخص کے معیار زندگی سے کسی صورت میں بھی بلند نہ ہونے پائے تاکہ رہتی دنیا تک اُمت کے غربا کے دلوں میں احساس حسرت پیدا نہ ہونے پائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

"سادہ زندگی گزارنا ایمان سے ہے۔"

حضرت عبداللہ ابن عمر رضؓ سے روایت ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

اپنے رب سے اکثر یہ دُعا مانگا کرتے تھے۔

"یا الٰہی میں ایک دن بھوکا رہوں۔ اور ایک دن کیلئے کھانے کو ملے۔
بھوک میں تیرے سامنے گڑگڑایا کروں اور تجھ سے مانگا کروں۔ اور
کھا کر تیری حمد و ثنا بیان کروں،،

اور اس کا عملی نمونہ حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کے بیان کے مطابق مندرجہ ذیل ہے۔

"ایک ایک مہینہ تک ہمارے چولہے میں آگ روشن نہ ہوتی تھی۔ حضور
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کنبہ کھجور اور پانی پر گزارہ کرتا تھا آپؐ نے مدینہ
میں آکر تین دن تک متواتر گیہوں کی روٹی کبھی نہ کھائی تھی۔ جب آپؐ
نے انتقال فرمایا۔ تو آپؐ کی ایک زرہ ایک یہودی کے پاس بغرض
غلّہ جو رہن تھی اور آخری شب پڑوسن کے گھر سے چراغ کے لیے تیل
منگوایا گیا۔ آپؐ دُعا فرمایا کرتے تھے۔ الٰہی آلِ محمدؐ کو بس اتنا دے
جتنا وہ پیٹ میں ڈال سکیں،،   (النبی الامی صفحہ ۲۵)

آپؐ نے مرض وفات میں حضرت عائشہ رضؓ سے فرمایا۔

"اے عائشہ رضؓ وہ سونا کیا ہوا،، چنانچہ وہ آپؐ کے پاس لایا گیا جو پانچ
یا سات درہم کے قریب تھا۔ آپؐ اس کو الٹ پلٹ کر رہے تھے
اور فرماتے تھے۔ کہ محمدؐ کا اپنا خیال یہ نہ تھا کہ میں اللہ تعالیٰ سے اس
حال میں ملوں۔ کہ یہ دنیا میرے پاس ہو۔ اے عائشہ رضؓ ان کو
خیرات کر دو،،

چنانچہ یہ اسی وقت خیرات کر دیا گیا۔

آپؐ نے اپنی وفات کے وقت مندرجہ ذیل ترکہ چھوڑا تھا۔ کچھ ہتھیار
مثلاً زرہ کمانیں، تیر اور ڈھال وغیرہ جو جہاد فی سبیل اللہ کے لیے موجود تھا ایک

عصا۔ ایک لکڑی کا پیالہ جس پر لوہے کے پترے لگے ہوئے تھے ایک شیشے کا کا بیالہ ایک پانی کا مشکیزہ، وضو کا برتن کپڑے دھونے کا برتن۔ ہاتھ دھونے کا برتن۔ تیل کی شیشی آئینہ اور کنگھا۔ ایک سرمہ دانی۔ قینچی اور مسواک اور ایک چارپائی اور چمڑے کا بستر۔

بس یہ تھی ساری جائداد اس صاحب عرب و عجم کی جس کی یک جُنبش نگاہ پر لوگ اپنی جان قربان کرنے کو دنیا جہان کی سب سے بڑی دولت سمجھتے تھے۔ اور جس کی سخاوت و فیاضی کی نظیر آج تک کوئی پیدا نہیں کر سکا۔

گھر اور اس کے ساز و سامان کے متعلق آپؐ کا طریقہ یہ تھا کہ زندگی مسافرانہ گزاری جائے اور مال و متاع۔ عیش و آرام اور شان و شوکت کی پرچھائیں تک کا گذر کاشانہ مبارک کے اندر اور باہر کہیں بھی نہ پڑ سکے۔ آپؐ کا ارشاد گرامی ہے۔

"میری مثال اس مسافر کی سی ہے جو تھوڑی دیر کے لیے سائے میں آرام کرے اور پھر اپنی راہ لے"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کاشانہ مبارک ایک مثال گھر تھا۔ ذیل میں ہم "محسنِ انسانیت" کا ایک اقتباس درج کرتے ہیں۔

آپؐ کی نجی زندگی کا پہلو بہت دلکش ہے۔

"گو ازواج مطہرات کے نان و نفقہ اور مختلف ضروریات کا انتظام بھی آپ کو کرنا ہوتا۔ پھر ان کی تعلیم و تربیت بھی آپؐ کے ذمے تھی پھر انہی کے ذریعے طبقۂ خواتین کی اصلاح کا کام جاری رہتا۔ عورتیں اپنے مسائل لے کر آئیں اور ازواج مطہرات کی معرفت دریافت کرتیں۔ اس کے باوجود گھر کی فضا کو آپؐ نے کبھی خشک اور بوجھل نہ بننے دیا۔ اور نہ ان میں کوئی مصنوعی انداز پیدا ہونے دیا۔ گھر

یہ ایک انسانی گھر کی طرح تھا۔ جس کی فضا میں فطری جذبات کا مدو جزر رہتا۔ اس میں آنسوؤں کی چمک بھی تھی اور تبسموں کی لعانی اور محبتیں بھی کار فرما تھیں اور کبھی کبھی رشک کا کھچاؤ بھی پیدا ہوتا۔ پریشانیاں بھی رہتیں اور تفریح کے لمحات بھی آتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس باغ میں آتے تو نسیم کے جھونکے کی طرح آتے اور ایک عجیب شگفتگی پھیل جاتی بات چیت ہوتی۔ کبھی کبھی قصہ گوئی بھی ہوتی۔ اور دلچسپ لطائف بھی وقوع میں آتے۔

گھریلو زندگی کے اس فطری اتار چڑھاؤ کو بعض لوگ اسلامیت کے تصور سے فروتر پاتے ہیں۔ اور خصوصاً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کا نقشہ کچھ ایسا ذہن میں رکھتے ہیں کہ اس میں کوئی غیر انسانی پتلے رہتے تھے جن میں نہ کوئی جذبہ تھا۔ نہ خواہش۔ حالانکہ وہ گھر انسانوں کا گھر تھا اور اس میں سارے انسانی جذبات کام کرتے تھے۔ مگر اس گھر میں معصیت نہ تھی۔ اسی لحاظ سے وہ نمونے کا گھر تھا۔ راتوں کو جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم بستر پر ہوتے تو اہل و عیال سے عام باتیں ہوتیں کبھی گھریلو امور پر کبھی عام مسلمانوں کے مسائل پر یہاں تک کہ کبھی قصہ کہانی بھی سناتے (محسن انسانیت ۱۰۸ - ۱۰۹)

ہم دیکھتے ہیں کہ اکثر بڑے لوگوں کی گھریلو زندگی اور گھر سے باہر کی زندگی میں بہت فرق ہوتا ہے۔ ان کی جلوت اور خلوت کی زندگی کے معیار علیحدہ علیحدہ اور رخ مختلف ہوتے ہیں۔ اور ایسے بے شمار واقعات ہماری نظروں کے سامنے ہیں جن سے ہم بڑے آدمیوں کی زندگی کے اس تضاد سے واقف ہوتے ہیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا رنگ گھر اور باہر ایک ہی ہوتا تھا لوگوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رض سے دریافت کیا کہ رسول خدا جب اپنے گھر میں ہوتے تھے تو کیا کرتے تھے انہوں نے جواب میں فرمایا۔

"آپ آدمیوں میں سے ایک آدمی تھے۔ اپنے کپڑوں کی دیکھ بھال خود ہی کر لیتے (کہ ان میں کوئی جوں وغیرہ نہ چڑھ آئی ہو) بکری کا دودھ خود دوہتے اور اپنی ضروریات خود ہی پوری کر لیتے، نیز اپنے کپڑوں کو خود ہی پیوند لگا لیتے۔ اپنے جوتے کی مرمت کر لیتے۔ اپنے ڈول کو ٹانکے لگا لیتے۔ بوجھ اٹھاتے، جانوروں کو چارہ ڈالتے۔ کوئی خادم ہوتا تو اس کے ساتھ مل کر کام کرا دیتے، مثلاً آٹا پسوا دیتے۔ کبھی اکیلے ہی مشقت کر لیتے۔"

ایک بار لوگوں نے پوچھا کہ رسول اللہ اپنے گھر میں ہوتے تو کیا رنگ ہوتا حضرت عائشہ صدیقہ رضہ فرماتی ہیں۔

"سب سے زیادہ نرم خو۔ متبسم، خندہ جبین اور اس نرمی کی شان یہ تھی کہ کبھی کسی خادم کو جھڑکا نہیں، حق یہ ہے کہ رسول اللہ سے بڑھ کر کوئی بھی اپنے اہل وعیال کے لیے شفیق نہ تھا۔

"ایک بار حضرت حسین رضہ کے پوچھنے پر حضرت علی رضہ نے بیان فرمایا کہ رسول خدا گھر میں آتے تو اپنا وقت تین طرح کی مصروفیتوں میں صرف کرتے کچھ وقت خدا کی عبادت میں صرف ہوتا۔ کچھ وقت اہل وعیال کے لیے تھا کچھ وقت اپنے آرام کے لیے پھر انہی اوقات میں سے ایک حصہ ملاقاتیوں کے لیے نکالتے۔ جن میں مسجد کی عام مجالس کے علاوہ خصوصی گفتگو کرنے والے احباب یا مہمان آکر ملتے یا کچھ لوگ ضروریات و حاجات لے کر آتے۔ دیکھا جائے تو آرام کے لیے بہت ہی کم وقت رہ جاتا تھا۔ (محسن انسانیت)

سوتے وقت مختلف دعائیں پڑھتے۔ سُرمے کی تین تین سلائیاں آنکھوں

بیں لگاتے۔ کرتا اتار کر الگ رکھ دیتے اور ایک تہ بند باندھ لیتے۔ آخری رات کو حاجات سے فارغ ہو کر وضو کرتے لباس طلب فرماتے اور خوشبو لگاتے۔ ریحان کی خوشبو پسند تھی لیکن مشک اور عود کی خوشبو سب سے بڑھ کر پسند تھی۔ گھر میں خوشبودار دھونی لیا کرتے تھے۔ ایک عطر دان تھا جس میں بہترین خوشبو موجود رہتی اور زیر استعمال میں آتی تھی کبھی کبھی حضرت عائشہ رضی اپنے دست مبارک سے خوشبو لگاتیں گھر میں داخل ہوتے اور گھر سے باہر تشریف لے جاتے وقت گھر کے لوگوں کو سلام کہتے۔ حضرت عائشہ رضی کو کبھی کبھی محبت آمیز بے تکلفی سے عائش کہکر پکارتے۔

مسرت کے موقع پر دف بجانے اور بچیوں کے گیت گانے کو پسند فرماتے تھے ایک دفعہ عید کے موقع پر انصار کی دو لڑکیاں حضرت عائشہ رضی کے پاس گا رہی تھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم قریب ہی لیٹے ہوئے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی آئے تو غصے میں آکر ڈانٹا اور کہا کہ خدا کے رسول ؐ کے گھر میں یہ کیا شیطانی ہنگامہ مچا رکھا ہے۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "انہیں گانے دو"۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح کاشانہ مبارک سے باہر لوگوں کی خوشی اور غم سے متاثر ہوتے تھے اسی طرح کاشانہ مبارک کے اندر بھی اہل بیت کے جذبات کا خیال رکھتے تھے

غرض آپ ؐ کا معیار زندگی ہر پہلو سے منفرد اور دلکش تھا۔ اور اسی کی پیروی میں دنیا و آخرت کی سعادتیں مضمر ہیں۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز حجرہ عائشہ رضی میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی کو مندرجہ ذیل کہانی سنائی جو گیارہ عورتوں کی کہانی یا ام ابوزرع کی کہانی کے نام سے عربی ادب کا ایک بہت پسندیدہ ٹکڑا ہے کہانی اس طرح شروع ہوتی ہے کہ ایک جگہ گیارہ عورتیں جمع ہوئیں اور اپنے اپنے شوہروں کے اوصاف بیان کیئے۔

۱۔ ت ۔۔ ایک عورت اُن میں سے بولی کہ میرا خاوند ناکارہ دبلے اونٹ کے گوشت

کی طرح ہے دگویا بالکل گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جس میں زندگی باقی ہی نہیں رہی اور گوشت بھی اونٹ کا جو زیادہ مرغوب نہیں ہوتا۔ اور گوشت بھی سخت دشوار گزار پہاڑ کی چوٹی پر رکھا ہو کہ نہ پہاڑ کا راستہ سہل ہے جس کی وجہ سے وہاں چڑھنا ممکن ہو اور نہ وہ گوشت ایسا ہے کہ اس کی وجہ سے دقت اٹھا کر اس کے اتارنے کی کوشش ہی کی جائے اور اس کو اختیار کیا ہی جائے۔

ف:۔ مطلب یہ کہ وہ ایک بیکار ہستی ہے جس سے کسی کو جانی یا مالی نفع نہیں ہے اور پھر اس کے باوجود متکبر اور بدخلق بھی اس درجہ کا ہے کہ اس تک رسائی بھی مشکل ہے نہ ملتے بن پڑے نہ چھوڑتے بن پڑے کسی مرض کی دوا نہیں ہے۔ بیکار محض ہے اور بدخلقی اور سخت مزاجی کی وجہ سے اس تک رسائی بھی مشکل ہی ہے۔

(۲) ت:۔ دوسری بولی کہ میں اپنے خاوند کی بات کہوں! اس کے متعلق کچھ کہہ نہیں سکتی مجھے یہ ڈر ہے اگر اس کے عیوب شروع کروں تو پھر خاتمہ کا ذکر نہیں اگر کہوں تو ظاہری اور باطنی عیوب سب ہی کہوں۔

ف:۔ مقصود یہ ہے کہ میں اس کے عیوب کو گنواؤں تو کہاں تک گنواؤں، سراپا عیب ہے کسی میں دو چار عیب ہوں تو ان کو گنوا بھی دے اور جس میں عیوب ہی عیوب ہوں کہاں تک گنوائے کس کس کو جتائے اتنی لمبی داستان ہے کہ سننے والے اکتا جائیں بعض شراح نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس نے معاہدہ کے خلاف اپنے خاوند کی بات کہنے سے انکار کر دیا مگر صحیح یہ ہے کہ اس نے مختصر الفاظ میں سب ہی کچھ کہہ دیا کہ وہ مجسمہ عیوب ہے اس کے عیوب شمار سے باہر ہیں۔

(۳) ت:۔ تیسری بولی کہ میرا خاوند لمڈھینگ ہے یعنی بہت زیادہ لمبے قد کا آدمی ہے اگر میں کبھی کسی بات میں بول پڑوں تو فوراً طلاق۔ اگر چپ رہوں تو ادھر میں لٹکی رہوں۔

ف:۔ اس کے زیادہ لمبے ہوتے کو بیان تو اس لیے ذکر کیا کہ مشہور قول کے موافق یہ بیوقوفی کی علامت ہوتی ہے۔ اور اگلا کلام اس کی بیوقوفی کا بیان ہے یا اس لیے ذکر کیا کہ وہ بدصورت بھی ہے مینارہ کی طرح لمبا جو بلا مناسب مٹاپے کی بدنما ہوتا ہے اور بدخلق بھی ہے اگر کوئی بات بھی زبان سے نکالوں کوئی اپنی ضرورت ظاہر کروں تو فوراً طلاق دے دے اور چپ رہوں کوئی ضرورت اپنی اس پر ظاہر نہ کروں تو خود سے کسی بات کی پرواہ ہی نہیں ہے بس یوں ہی ادھر میں لٹکی رہتی ہوں نہ شوہر والیوں میں شمار کہ شوہروں جیسی کوئی بات ہی نہیں اور نہ بے شوہر والیوں میں کہ کوئی دوسری جگہ تلاش کروں۔

بعض روایات میں اس عورت کے بیان میں ایک جملہ اور بھی ہے جس کا مطلب ہے کہ میں ہر وقت ایسی رہتی ہوں جیسے کوئی تیز تلوار کی دھار کے نیچے ہو کہ ہر وقت فکر سوار نہ معلوم کب کام تمام ہو جائے۔

۴:۔ ت:۔ چوتھی نے کہا کہ میرا خاوند تہامہ کی رات کی طرح سے معتدل مزاج ہے نہ گرم ہے نہ ٹھنڈا۔ اس سے نہ کسی قسم کا خوف ہے نہ ملال۔

ف:۔ یعنی معتدل مزاج ہے نہ زیادہ چاپلوسی کرتا ہے نہ بیزار رہتا ہے نہ اس کے پاس رہنے سے خوف ہوتا ہے نہ طبیعت اکتاتی ہے اس عورت کا نام مہد بنت ابی ہرومہ بتلایا جاتا ہے۔ تہامہ مکہ مکرمہ اور اس کے گردونواح کو کہتے ہیں وہاں کی رات ہمیشہ معتدل رہتی ہے۔ خواہ دن میں کتنی ہی گرمی ہو۔

۵:۔ ت:۔ پانچویں نے کہا کہ میرا خاوند جب گھر میں آتا ہے تو چیتا بن جاتا ہے اور جب باہر جاتا ہے تو شیر بن جاتا ہے اور جو کچھ گھر میں ہوتا ہے اس کی تحقیقات نہیں کرتا۔

ف:۔ اس عورت کا نام کبشہ بتلایا جاتا ہے اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ کہ اس نے اپنے خاوند کی مذمت کی یا تعریف کی اس کے کلام سے دونوں نکل سکتی ہیں۔

لیکن ظاہر تعریف ہی معلوم ہوتی ہے۔ بالجملہ اگر اس کو مذمت قرار دیا جائے تو مطلب یہ ہے کہ گھر میں آکر چیتے کی طرح بن جاتا ہے نہ بات کا کہنا نہ کام سے غرض۔ باہر جاتا ہے تو اچھا خاصہ شریفانہ برتاؤ کرتا ہے گھر میں کچھ مصیبت آجائے اس سے کچھ مطلب نہیں نہ پوچھنا نہ خبر لینا۔ اور اگر تعریف ہے تو مطلب یہ ہے کہ گھر میں آکر نہایت بے خبر ہو جاتا ہے۔ کسی بات میں کرچیں نہیں نکالتا۔ خفا نہیں ہوتا۔ ایسا بے خبر رہتا ہے جیسے سونے والا ہوتا ہے ہم جو چاہیں کھائیں پکائیں وہ کسی چیز میں دخل نہیں دیتا نہ ہم سے ہر بات کی تحقیق کرتا ہے کہ فلاں کام کیوں کیا؟ فلاں بات کیوں ہوئی؟ باہر جاتا ہے تو شیروں کی طرح سے ڈانٹ ڈپٹ خوب کرتا رہتا ہے گھر میں جو کھانے پینے وغیرہ کی اشیاء ہوں ان کا مطالبہ اور تحقیقات نہیں کرتا کہ کہاں خرچ کی اور کیوں خرچ کی جو چیز گھر میں آگئی گھر والے جس طرح چاہیں اس کو خرچ کریں۔

۶ ت:۔ چھٹی بولی کہ میرا خاوند اگر کھاتا ہے تو سب نمٹا دیتا ہے اور جب پیتا ہے تو سب چڑھا جاتا ہے۔ جب لیٹتا ہے تو اکیلا ہی کپڑے میں لپٹ جاتا ہے۔ اور میری طرف ہاتھ بھی نہیں بڑھاتا جس سے میری پراگندگی معلوم ہو سکے۔

ف:۔ اس کے کلام میں بھی تعریف و مذمت دونوں کہی جاتی ہیں لیکن جیسا کہ پانچویں کے کلام میں تعریف زیادہ ظاہر ہے اس کے کلام میں مذمت زیادہ ظاہر ہے جیسا کہ ترجمہ سے معلوم ہو گیا ہوگا۔

اگر مدح ہے جیسا کہ بعض شراح نے کہا ہے تو مطلب یہ ہے کہ جب کھاتا ہے تو سب کچھ کھاتا ہے کہیں میوہ جات ہیں کہیں پھل ہیں مختلف انواع کے کھانے ہیں۔ اور جب پینے کا نمبر آتا ہے تو کبھی دودھ ہے۔ کبھی شربت ہے۔ غرض سب کچھ پیتا ہے۔ ہر قسم کی چیزیں اس کے

دسترخوان پر ہوتی ہیں خرچ کرنے والا ہے۔ کنجوس بخیل نہیں ہے کہ دال ہے تو گوشت نہیں ہے پانی ہے تو دودھ نہیں۔ جھگڑوں سے علیحدہ رہتا ہے دوسروں کی پٹھن میں ہاتھ نہیں ڈالتا یعنی عیوب کی تفتیش نہیں کرتا۔ کوتاہیوں کو تلاش کرتا نہیں پھرتا۔

اور اگر مذمت ہے جیسا اکثر کی رائے ہے تو مطلب یہ ہے کہ جب کھانے کا نمبر آئے تو جو کچھ سامنے ہے سب نمٹا دے گھر والوں کو پیچھے نہ بچے۔ بھینس کی طرح ساری کو نمٹ ختم کر دے پینے کا نمبر آئے تو سارا کنواں چڑھا جائے غیروں اور اجنبیوں کی طرح الگ اپنی چادر میں لپٹ کر سو جائے مجھ سے لپٹنا تو درکنار کبھی بدن کو ہاتھ بھی نہیں لگاتا کہ میرے دکھ درد کی کوئی خبر لے یا میرے بدن کی گرمی سردی کا کچھ پتہ لے

۷۔ ت۔ ساتویں کہنے لگی کہ میرا خاوند ہر طرح سے عاجز نامراد اور اتنا بیوقوف ہے کہ بات بھی نہیں کر سکتا دنیا میں جو کوئی بیماری کسی میں ہو گی وہ اس میں موجود ہے۔ اخلاق ایسے کہ میرا سر پھوڑ دے یا بدن زخمی کر دے یا دونوں ہی کر گزرے۔

۸۔ ت۔ آٹھویں نے کہا کہ میرا خاوند چھونے میں خرگوش کی طرح نرم ہے اور خوشبو میں زعفران کی طرح مہکتا ہوا ہے۔

ف :۔ اس عورت کا نام ناشرہ بنت اوس بتلایا جاتا ہے اس کی تعریف کا حاصل یہ ہے کہ وہ نرم مزاج ہے سخت اور بدخو نہیں اس میں لذت جسمانی اور روحانی دونوں موجود ہیں کہ نازک بدن ہے لپٹنے کو دل چاہے یا نرم مزاج ہے کہ غصہ کا نام نہیں اس کے ساتھ خوشبو میں مہکتا رہتا ہے بعض روایات میں اس کے بیان میں ایک جملہ اور بھی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔

"کہ میں اس پر غالب رہتی ہوں اور وہ لوگوں پر غالب رہتا ہے۔ یعنی میرا غالب رہنا اس کے عاجز ناکارہ ہونے کی وجہ سے نہیں ہے اس لیے کہ وہ سب پر غالب رہتا ہے

بلکہ میری محبت یا اس کی شرافت کی وجہ سے میں غالب رہتی ہوں۔

۹ بر ت:۔ نویں نے کہا کہ میرا خاوند رفیع الشان بڑا مہمان نواز اونچے مکان والا بڑی راکھ والا ہے دراز قد والا ہے اس کا مکان مجلس اور دار المشورہ کے قریب ہے۔

ف:۔ اس عورت نے اپنے کلام میں بہت سی تعریفیں کی ہیں ــــ اول یہ کہ اس کا گھر اونچا ہے اس سے اگر حقیقت میں بڑی عمارت مراد ہے۔ تب تو اس کی ریاست اور مالدار ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس لیے کہ اونچا محل مالدار ہی تیار کروائے گا اور اگر اونچے محل سے مکان کا اونچائی پر ہونا مراد ہے جیسا کہ عرب کا دستور تھا کہ سخی اور کریم لوگ اپنا مکان بلندی پر بناتے تھے تاکہ پردیسی مسافر دور سے دیکھ کر چلا آئے تو اس صورت میں اس کے شریف کریم سخی ہونے کی تعریف ہے اور بعض علماء نے لکھا ہے کہ اونچے مکان سے مراد شرافت اور حسب نسب کے اعتبار سے اونچائی مراد ہے۔ تو مطلب یہ ہے کہ اونچے خاندان کا ہے۔ دوسری تعریف اس کی مہمان نوازی کی ہے گھر میں راکھ کا بہت ہونا لازم ہے کثرت سے کھانا پکنے کی جو مہمان نوازی کے لیے لازم ہے۔

تیسری تعریف اس کے دراز قد کی ہے دراز قد ہونا۔ بشرطیکہ اعتدال سے زیادہ نہ ہو، مردوں میں ممدوح شمار ہوتا ہے مجلس سے گھر کے قریب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ذی رائے اور سمجھ والا ہے ہر شخص اس سے مشورہ لینے آتا ہے اس لیے گویا اس کا گھر ہر وقت دار المشورہ رہتا ہے۔ کہ ہر وقت کوئی نہ کوئی شخص مشورہ کرنے کے لیے آتا ہی رہتا ہے بندہ کے نزدیک اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ دار المشورہ سے اپنا گھر قریب رکھتا ہے تاکہ مجتمع ہونے والوں کے لیے تواضع وغیرہ میں یہ کہنا نہ پڑے کہ میرا گھر تو دور ہے اس لیے گھر قریب رکھتا ہے تاکہ تواضعی سامان میں دیر نہ لگے۔ اور اس کی وجہ سے عذر کرنے کی نوبت نہ آئے۔

۱۰۔ ت ۱۔ دسویں نے کہا کہ میرا خاوند مالک ہے ۔ مالک کا کیا حال بیان کروں؛ وہ ان سب سے جواب تک کسی نے تعریف کی ہے یا اُن سب تعریفوں سے جو میں بیان کروں گی بہت ہی زیادہ قابل تعریف ہے اس کے اونٹ بکثرت ہیں جو اکثر مکان کے قریب بٹھلائے جاتے ہیں اور چراگاہ میں چرنے کے لیے کم ہی جاتے ہیں ۔ وہ اونٹ جب باجہ کی آواز سنتے ہیں تو سمجھ لیتے ہیں کہ اب ہلاکت کا وقت آگیا ۔

ف ۱۔ اس عورت کا نام کبشہ بنتِ مالک بتلایا جاتا ہے اس نے اپنے خاوند کی سخاوت کی تعریف کی ہے جس کی توضیح یہ ہے کہ اونٹ اگر چراگاہ میں چرنے جائیں تو ضیافت اور مہمانی کے وقت اُن کے واپس آنے کا انتظار کرنا پڑتا ہے ۔ اور اس کے یہاں ہر وقت مہمانداری رہتی ہے اس لیے اس کے اونٹ چرنے نہیں جاتے گھر ہی کھڑے کر کے چرائے جاتے ہیں ۔ تاکہ مہمانوں کے آنے پر فوراً ہی ذبح کر دیئے جائیں ۔

باجے کی آواز کی بعض نے یہ تفسیر کی ہے کہ اس کی عادت ہے کہ جب کوئی مہمان وغیرہ آتا ہے تو اس کی مسرت میں باجے سے اس کا استقبال کرتا ہے تو اس باجہ کی آواز سنتے ہی اونٹ سمجھ لیتے ہیں کہ اب ذبح کا وقت آگیا کوئی مہمان آیا ہے لیکن عرب کے دستور کے موافق یہ مطلب زیادہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ جب کوئی مہمان آتا ہے تو وہ شراب کباب گانے بجانے سے اس کی فوری تواضع کرتا ہے ۔ اس آواز سے اونٹ یہ سمجھتے ہیں کہ اب عنقریب کھانے کا وقت آیا ہی چاہتا ہے اس کی تیاری کے لیے ہمارے ذبح کا وقت آگیا ہے ۔

۱۱ ت ۱۔ گیارہویں عورت اُم زرعہ نے کہا میرا خاوند ابو زرع تھا ابو زرع کی کیا تعریف کروں زیوروں سے میرے کان جھکا دیئے اور کھلا کھلا کر چربی سے میرے بازو پُر کر دیئے ۔ مجھے ایسا خوش و خرم رکھتا تھا کہ میں خود پسندی اور عجب

میں اپنے آپ کو بھلی کرتے لگی مجھے اس نے ایسے غریب گھرانے میں پایا تھا جو بڑی تنگی کے ساتھ چند بکریوں پر گزر کرتے تھے، اور وہاں سے ایسے خوشحال خاندان میں لے آیا تھا جن کے یہاں گھوڑے اونٹ کھیتی کے بیل اور کسان تھے (اس کی خوش خلقی کہ) میری کسی بات پر بھی مجھے بُرا نہیں کہتا تھا، میں دن چڑھے تک سوتی رہتی تو کوئی جگا نہیں سکتا تھا کھانے پینے میں ایسی ہی وسعت کہ میں سیر ہو کر چھوڑ دیتی تھی اور خفا نہ ہوتا تھا۔ ابوزرعہ کی ماں میری خوش دامن بھلا اس کی کیا تعریف کروں اس کے بڑے بڑے برتن ہمیشہ بھرپور رہتے تھے اس کا مکان نہایت وسیع تھا (یعنی مالدار بھی تھی اور عورتوں کی عادت کے موافق بخیل بھی نہیں تھی اس لیے مکان کی وسعت سے مہمانوں کی کثرت مراد لی جاتی ہے) ابوزرعہ کا بیٹا بھلا اس کا کیا کہنا وہ بھی نورٌ علیٰ نور ایسا پتلا دبلا چھریرے بدن کا کہ اس کے سونے کا حصہ (یعنی پسلی وغیرہ) کُھتی ہوئی ٹہنی یا سنتی ہوئی تلوار کی طرح سے باریک بکری کے بچہ کا ایک دست اس کے پیٹ بھرنے کے لیے کافی (یعنی بہادر کہ سونے کے لیے لمبے چوڑے انتظامات کی ضرورت نہ تھی سپاہیانہ زندگی ذرا سی جگہ میں تھوڑا بہت لیٹ لیا اسی طرح کھانے میں بھی مختصر مگر بہادری کے متناسب گوشت کے دوچار ٹکڑے اس کی غذا تھی ابوزرع کی بیٹی بھلا اس کی کیا بات ماں کی تابعدار باپ کی فرماں بردار موٹی تازی سوکن کی جان تھی (یعنی سوکن کو اس کے کمالات سے اک جلن پیدا ہو عرب میں مرد کے لیے چھریرا ہونا اور عورت کے لیے موٹی تازی ہونا ممدوح شمار کیا جاتا ہے۔

ابوزرع کی باندی کا بھی کمال کیا بتاؤں ہمارے گھر کی بات کبھی بھی باہر جا کر نہ کہتی تھی کوئی چیز بھی بے اجازت خرچ نہ کرتی تھی گھر میں کوڑا کباڑ نہیں ہونے

دیتی تھی مکان ہمیشہ صاف و شفاف رکھتی تھی ہماری یہ حالت تھی لطف سے دن گزر رہے تھے کہ ایک دن صبح کے وقت جب کہ دودھ کے برتن بلوئے جا رہے تھے ابو زرع گھر سے نکلا راستہ میں ایک عورت پڑی ہوئی ملی جس کی چھاتی کے نیچے چیتے جیسے دو بچے اناروں سے کھیل رہے تھے۔ چیتے کے ساتھ تشبیہہ کھیل کود میں ہے اور اناروں سے حقیقتاً انار مراد ہیں کہ ان کو لڑھکا کر کھیل رہے تھے۔

پس وہ کچھ ایسی پسند آئی کہ مجھے طلاق دے دی اور اس سے نکاح کر لیا طلاق اس لیے دی کہ سوکن کی وجہ سے اس کو رنج نہ ہو اور اس کی وجہ سے مجھے طلاق دے دینے سے اس کے دل میں ابو زرع کی وقعت ہو جائے)

ایک روایت میں ہے اس سے نکاح کر لیا نکاح کے بعد وہ مجھے طلاق دیتے پر اصرار کرتی رہی آخر مجھے طلاق دے دی اس کے بعد میں نے ایک اور سردار شریف آدمی سے نکاح کر لیا۔ جو شہسوار ہے اور سپہ گر ہے اس نے مجھے بڑی نعمتیں دیں اور ہر قسم کے جانور اونٹ گائے بکری وغیرہ وغیرہ کے ہر چیز میں سے ایک ایک جوڑا مجھے دیا اور یہ بھی کہا کہ ام زرعہ خود بھی کھا اور اپنے میکے میں جو چاہے بھیج دے لیکن بات یہ ہے کہ اگر میں اس کی ساری عطاؤں کو جمع کر دوں تب بھی ابو زرع کی چھوٹی چھوٹی سے عطا کے برابر نہیں ہو سکتی حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ قصہ سنا کر مجھ سے یہ ارشاد فرمایا کہ میں بھی تیرے لیے ایسا ہی ہوں جیسا کہ ابو زرع ام زرع کے واسطے۔

ف:۔ اس کے بعد اور احادیث میں یہ بھی آتا ہے کہ مگر میں تجھے طلاق نہیں دوں گا۔

طبرانی کی روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضؓ نے اس پر فرمایا کہ حضرت ابوزرع کی کیا حقیقت میرے ماں باپ آپؐ پر قربان۔ آپؐ میرے لیے اس سے بہت زیادہ بڑھ کر ہیں۔

کاشانہ مبارک میں آخری ایام

ماہ صفر ۱۱ھ کے آغاز ہی سے آپؐ نے سفر آخرت کی تیاریاں شروع کر دی تھیں ایک روز قبرستان احد میں تشریف لے جا کر ان کے لیے دعا فرمائی اور اپنے ان جانثاروں کی یاد سے مغموم ہو گئے پھر آخری رات کو گورستان بقیع میں جا کر اہل قبور کے لیے دعا فرمائی اور ان سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

"ہم بھی جلد ہی تم سے آ ملنے والے ہیں"

صحابہ کرام رضؓ کی جماعت کو اشارۃً بتا دیا کہ آخری وقت قریب ہے۔

جنت البقیع سے واپسی پر شدید درد سر شروع ہوا جو صفر کی انتیس تاریخ کو ایک جنازہ میں شرکت کے بعد زیادہ ہو گیا تھا۔

جس روز آپؐ کو بخار اور سر درد کا عارضہ ہوا اس روز آپؐ کا قیام حجرہ ام المومنین حضرت میمونہ رضؓ میں تھا اگرچہ مرض ہر روز بڑھتا جا رہا تھا لیکن آپ پانچ روز تک حسب معمول امہات المومنین کے حجروں میں باری کے مطابق تشریف فرما ہوتے رہے علالت کے باعث آپؐ خود امامت نہ فرماتے تو حضرت ابوبکر رضؓ کو امامت کا حکم فرماتے بعض اوقات حضرت ابوبکر رضؓ کے پہلو میں بیٹھ کر امامت فرماتے۔

۵ ربیع الاول ۱۱ھ ام المومنین حضرت عائشہ رضؓ کے حجرہ میں قیام فرمانے کی باری تھی آپؐ نے چاہا کہ علالت کے باقی دن اس حجرہ مبارک میں قیام فرمائیں تمام ازواج مطہرات نے اسے بخوشی قبول کر لیا اور آپؐ حجرہ عائشہ رضؓ میں منتقل ہو گئے۔

۸ ربیع الاول ۱۱ھ کو نقاہت کے باوجود مسجد میں تشریف لائے اور منبر پر بیٹھ کر خطبہ ارشاد فرمایا۔ جس میں اشارہ فرمایا کہ بندے نے آخرت کو قبول کر لیا۔ اسی خطبہ میں حکم دیا تھا کہ سوائے ابوبکرؓ کے گھر کے باقی تمام کھڑکیاں جو مسجد میں کھلتی تھی بند کر دی جائیں۔

۹ ربیع الاول کو قدرے افاقہ محسوس ہونے پر خود مسجد میں تشریف لائے۔ حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ آپؐ کو سہارا دیئے ہوئے تھے۔

۱۱ ربیع الاول کو چالیس غلام آزاد فرمائے اور سیدہ عائشہؓ کے پاس کچھ اشرفیاں تھیں انہیں خیرات کر دینے کا حکم دیا۔

جب تکلیف زیادہ بڑھ گئی تھی اور مسجد میں تشریف لانا دوبھر ہو گیا تھا تو آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو اپنی جگہ پر امامت کے لیے مقرر کر دیا تھا۔ لوگوں کی بے چینی بڑھ گئی تھی دید کو ترس گئے تھے بار بار مسجد کا رخ کرتے تھے کاش آقا کی زیارت ہو جاتی۔ آپؐ کے وصال کے بعد ایک بار حضرت عباسؓ نے انصار کو روتے دیکھ کر دریافت کیا تھا کہ تم لوگ کیوں رو رہے ہو۔ تو انہوں نے جواب دیا تھا کہ اے عم رسولؐ۔ رسولؐ اللہ کی صحبتیں یاد آتی ہیں تو جگر کٹتے ہیں۔ اور آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہہ نکلتے ہیں۔

۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ دوشنبہ کا دن تھا۔ یہ دن آپ کی حیات اقدس میں بڑی اہمیت کا حامل رہا ہے مزاج اقدس میں کچھ توانائی جھلکتی ہوئی نظر آتی تھی زبان مبارک پر کبھی کبھی مندرجہ ذیل فرمودات جاری ہو جاتے تھے۔

۱۔ یہود و نصاریٰ پر لعنت ہو انہوں نے پیغمبروں کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لیا ہے۔

۲۔ لونڈی غلام کے بارے میں اللہ سے ڈرو انہیں کپڑا پہناؤ پیٹ بھر کر

کھانا کھلاؤ اور ان کے ساتھ نرمی سے بات کرو۔

۲۔ خبردار تم میں سے کوئی بغیر اس کے نہ مرے کہ اللہ کے ساتھ اس کا گمان نیک ہو۔

مولانا شبلی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

جس روز وفات ہوئی بظاہر طبیعت کو سکون تھا۔ حجرہ مبارک مسجد سے ملا ہوا تھا۔ آپؐ نے پردہ اٹھا کر دیکھا تو لوگ فجر کی نماز میں مشغول تھے دیکھ کر مسرت سے ہنس پڑے لوگوں نے آہٹ پا کر خیال کیا کہ آپؐ باہر مسجد میں آنا چاہتے ہیں فرط مسرت سے تمام لوگ بے قابو ہو گئے اور قریب تھا کہ نمازیں ٹوٹ جائیں حضرت ابو بکرؓ نے جو امام تھے چاہا کہ کسی طرح پیچھے ہٹ جائیں آپؐ نے اشارے سے روکا اور حجرہ شریف میں داخل ہو کر پردے ڈال دیئے۔ یہ سب سے آخری موقع تھا کہ صحابہؓ نے جمال اقدس کی زیارت کی حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ چہرہ معلوم ہوتا تھا کہ مصحف کا کوئی ورق ہے یعنی سپید ہو گیا تھا،،

دو شنبہ کا سورج جوں جوں بلند ہوتا جا رہا تھا آپؐ کی تکلیف میں اضافہ ہوتا جاتا تھا اور پے در پے غشی کے دورے پڑنے لگے تھے۔ بنت رسولؐ حضرت فاطمہؓ حاضر ہوئیں تو آپؐ نے فرمایا بیٹی مرحبا۔ اور انہیں اپنی دائیں طرف بٹھا لیا پھر کان میں چپکے سے کوئی بات کہہ دی تو حضرت فاطمہؓ بے اختیار رونے لگیں لیکن اس کے

لہ رسول اللہؐ کی وفات کے بعد حضرت فاطمہؓ نے بتایا کہ پہلے مجھے خبر دی گئی تھی کہ میں خیال کرتا ہوں اس مرض میں میری وفات ہو گی یہ سنتے ہی مجھے رونا آگیا پھر آپؐ نے فرمایا میرے گھر والوں میں سب سے پہلے تم مجھ سے ملو گی ساتھ ہی یہ بشارت دی کہ مریم بنت عمران کے بعد میں اہل جنت کی سردار ہوں گی، یہ سن کر خوشی کے مارے ہنس دی۔

بعد آپؐ نے پھر کوئی بات کان میں چپکے سے کہہ دی تو وہ ہنس پڑیں۔

اب طبیعت لحظہ بہ لحظہ بگڑتی جا رہی تھی آپؐ نے پانی سے بھرا ہوا ایک پیالہ اپنے پاس رکھوا لیا تھا اس میں ہاتھ ڈالتے اور اسے تر کر کے روئے انور پر پھیر لیتے تھے۔ اس سے قدرے تسکین ہوتی تھی زبان مبارک پر نحیف آواز میں یہ الفاظ جاری تھے۔

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور موت تکلیف کے ساتھ ہے کبھی کبھی چہرہ مبارک تر کرنے کے علاوہ ایک پاؤں پھیلاتے اور پھر اسے اکٹھا کر کے دوسرا پھیلا دیتے تھے۔ اس طرح کبھی چہرہ مبارک پر چادر ڈالتے تھے اور کبھی اتار دیتے تھے۔ یہ تکلیف کی انتہائی شدت تھی حضرت فاطمہؓ نے فرط غم سے بے اختیار پکار کر کہا۔

"ہائے میرے باپ کی بے چینی"

آپؐ نے فرمایا "بیٹی آج کے بعد تیرا باپ بے چین نہ ہوگا"

اتنے میں حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ مزاج پرسی کے لیے حاضر ہوئے ان کے ہاتھ میں تازہ مسواک تھی۔ آپؐ حضرت عائشہؓ سے سہارا لگا کر بیٹھے ہوئے تھے جب مسواک پر نظر پڑی تو کچھ دیر تک نگاہیں اس پر مرکوز ہو گئیں حضرت عائشہؓ سمجھ گئیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مسواک کی خواہش ہے انہوں نے مسواک کا سرا چبا کر نرم کر دیا جس سے آپؐ نے مسواک کی اور بعد میں اسے ہاتھ میں تھام لیا جو تھوڑی دیر کے بعد دست مبارک سے گر گئی۔

سہ پہر کے قریب سینہ مبارک میں سانس کی گڑگڑاہٹ محسوس ہونے لگی اور آپؐ نے نہایت نحیف آواز میں فرمایا

"نماز۔ نماز اور تمہارے لونڈی غلام"

پھر انگشت مبارک سے اُوپر کی طرف اشارہ فرمایا اور تین بار زبان مبارک سے یہ الفاظ ادا ہوئے۔

"بل الرفیق الاعلٰے"

(بس اب اور کوئی نہیں صرف رفیق اعلیٰ درکار ہے)

اس کے بعد روح مبارک جسم مبارک کا ساتھ چھوڑ گئی اس وقت آپ ؐ کی عمر تریسٹھ سال تھی۔

"اللّٰھم صل علی سیّدنا و مولٰنا محمد و علی اٰل سیّدنا و مولٰنا محمد و بارک و سلم"

کاشانہ مبارک روضہ مبارک

ام المومنین حضرت عائشہؓ کاشانہ مبارک میں فرط غم و اندوہ سے کہہ رہی تھیں

آہ وہ نبی جس نے تمول پر فقیری کو ترجیح دی جس نے تونگری کو ٹھکرایا اور مسکینی کو قبول کیا۔

آہ۔ وہ دین پرور رسولؐ جو امت عاصی کے غم میں پوری ایک رات بھی آرام سے نہ سویا۔

آہ وہ صاحب خلق عظیم جو مسلسل نفس سے جنگ آزمارہا۔

آہ وہ رحمۃ للعالمین جس کا باب فیض فقیروں اور حاجت مندوں کے لیے ہر وقت کھلا رہتا تھا جس کا رحیم دل اور پاک ضمیر دشمنوں کی ایذا رسانی سے کبھی غبار آلود نہ ہوا۔

لہ رسول رحمت صفحہ ۴۰۹۔

آہ وہ نبی جس کے موتی جیسے دانت توڑے گئے مگر اس نے پھر بھی صبر سے کام لیا جس کی نورانی پیشانی کو زخمی کیا گیا مگر اس نے دامن عفو کو ہاتھ سے نہ چھوڑا۔

حضرت فاطمہؓ کی حالت غم واندوہ کی وجہ سے ناقابل بیان تھی اور آپ بار بار کہہ رہی تھیں۔

آہ پیارے باپ نے پروردگار کی دعوت قبول کر لی۔

آہ پیارے باپ نے جنت الفردوس کو ٹھکانہ بنایا۔

آہ پیارے باپ ہم جبرئیل کو آپؐ کی وفات کی خبر سناتے ہیں۔

آہ پیارے باپ آپؐ پروردگار سے کس قدر قریب ہو گئے ہیں،،

اس کے بعد اکثر یہ شعر پڑھا کرتی تھیں۔

"مجھ پر ایسی مصیبتیں آ پڑی ہیں کہ اگر دنوں پر پڑ جائیں تو راتیں بن جائیں جو کوئی احمدؐ کی تربت کو سونگھ لے۔ اسی پر کیا لازم ہے؟ یہ کہ پھر عمر بھر کوئی خوشبو نہ سونگھے۔

تدفین:۔

خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میرے قریبی عزیز مجھے غسل دیں گے اور وہی قبر میں اتاریں گے اس لیے سہ شنبہ کو آپؐ کو علیؓ اور فضل بن عباسؓ نے غسل دیا۔ علیؓ غسل دیتے وقت کہہ رہے تھے۔

"میرے ماں باپ آپؐ پر قربان آپؐ کی موت سے وہ چیز جاتی رہی جو کسی دوسرے کی موت سے نہ گئی تھی یعنی نبوت اور غیب کی خبریں اور وحی آسمانی کا انقطاع ہو گیا۔

---

[1] رحمۃ للعالمین جلد اول صفحہ ۲۵۲۔

آپؐ کی موت وہ صدمہ عظیم ہے کہ اب سب مصیبتوں سے دل سرد ہو گیا۔ اور یہ ایسا عام حادثہ ہے کہ سب لوگ اس میں یکساں ہیں اگر آپؐ نے صبر کا حکم نہ دیا ہوتا۔ اور آہ وزاری سے منع نہ فرمایا ہوتا۔ تو ہم آنسوؤں کو آپؐ پر بہا دیتے۔

پھر بھی یہ داد لا علاج اور یہ زخم لازوال ہی ہوتا اور ہماری یہ حالت بھی اس مصیبت کے مقابلے میں کم مصیبت ہوتی اس کا تو علاج ہی نہیں اور یہ غم تو جانے والا ہی نہیں۔ میرے والدین حضورؐ پر نثار پروردگار کے ہاں ہمارا ذکر فرمانا۔

اور ہم کو اپنے دل سے بھول نہ جانا،،

اسامہؓ نے پردہ کر رکھا تھا۔ عباسؓ بھی موجود تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام شقرانؓ پانی لا رہے تھے۔ غسل کے بعد تین سوتی چادروں میں آپؐ کو کفنایا گیا۔ ابو بکرؓ کے یہ بتانے پر کہ نبی وہیں دفن ہوتا ہے جہاں اللہ تعالےٰ اس کی روح قبض کرتے ہیں ام المومنین حضرت عائشہؓ کے حجرہ مبارک میں ابو طلحہؓ نے لحدی قبر کھودی اور زمین میں نمی ہونے کی وجہ سے شقرانؓ نے آپؐ کی چادر مبارک کو لحد میں بچھا دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف پڑھا گیا ہے۔ آپ کی نماز جنازہ ادا نہیں ہوئی

نماز جنازہ کے لیے پہلے مردوں کی جماعتیں باری باری نماز ادا کر کے حجرہ سے باہر چلی گئیں کیونکہ اس حجرہ میں بیک وقت اتنے زیادہ آدمیوں کے جمع ہونے کی گنجائش نہیں تھی پھر عورتوں کی باری آئی اور جنازہ پڑھنے کا یہ سلسلہ لگاتار سہ شنبہ اور چہار شنبہ کی درمیانی رات تک جاری رہا جنازہ کی اس نماز میں کوئی امام نہیں تھا بلکہ لوگ خود ہی اپنی اپنی نماز پڑھ کر چلے جاتے تھے۔ رستقل کر۔ دوسری کتابوں سے تصدیق کر

علیؓ، فضل بن عباسؓ، اسامہ بن زیدؓ۔ اور اوسؓ بن خولی انصاری قبر مبارک میں اترے اور جسم اطہر کو لحد میں رکھنے کے بعد تدفین سے فارغ ہو گئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین کے بعد جب انسؓ بن مالک واپس آئے

توجگر گوشۂ رسولؐ حضرت فاطمۃ الزہراؓ نے درد بھرے لہجے میں ان سے پوچھا۔
"اے انسؓ کیا تم نے بہ طیب خاطر قبول کر لیا کہ رسول اللہؐ پر مٹی ڈالو"

روضہ مبارک

یہ کاشانہ مبارک جواب روضہ مبارک میں تبدیل ہو گیا تھا اس میں ام المومنین حضرت عائشہؓ ایک طویل عرصہ تک روضہ مبارک کی محافظت فرماتی رہیں اور اسی حجرہ میں روضہ اطہر کے ساتھ مقیم رہیں پھر خواب میں اپنے محبوب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت پا کر اس کے ایک حصہ میں مقیم ہو گئیں اور بیچ میں ایک دیوار کھڑی کر دی گئی جس میں ایک دروازہ رکھا گیا تھا تاکہ ام المومنینؓ کی ہمہ وقت حاضری میں فرق نہ آئے جب ام المومنین کے والد بزرگوار حضرت ابو بکر صدیقؓ وہاں دفن ہوئے تو آپ کے معمولات میں کوئی تبدیلی نہ آئی لیکن جب حضرت عمرؓ ۲۳ھ میں آپ کی اجازت سے وہاں دفن ہوئے تو ام المومنین پردہ کر کے روضہ اقدس پر حاضری دیتی تھیں اور فرمایا کرتی تھیں کہ اب یہاں بغیر پردہ کے داخل ہوتے ہوئے حجاب آتا ہے اور جب تک زندہ رہیں برابر محافظت کرتی رہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس روضہ مبارک کو مزید محفوظ کرنے کے لیے ۹۱ھ کے بعد اس کے چاروں طرف ایک وسیع چار دیواری بنا دی گئی جس نے قدیم عمارت کا چاروں طرف سے احاطہ کر لیا تھا ۵۵۸ھ میں عیسائی مشنریوں کی اس سازش کا انکشاف ہونے کے بعد جس کی تکمیل وہ حکومت روما کے کہنے پر کرنا چاہتے تھے یعنی روضہ مبارک میں سرنگ لگا کر جسد مبارک کو نکال کر لے جانا چاہتے تھے، لیکن سلطان نورالدین محمود شہید بن عمادالدین زنگی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں اس کی اطلاع دے دی اور انہوں نے ان مشنریوں کو ڈھونڈ کر برسرعام

قتل کر دیا اور ان کی ناپاک لاشیں مدینہ منورہ کے سب لوگوں کے سامنے آگ میں جلا دیں اس کے بعد سلطان نے روضہ مبارک کی بیرونی چار دیواری کے باہر چاروں طرف گہری بنیادیں کھدوا کر ان میں سیسہ پگھلا کر یہ بنیادیں بھر ادیں اور اس کے اوپر ایک اور چار دیواری تعمیر کرا دی پھر ۶۷۸ھ میں سلطان قلادون الصالحی نے اس چار دیواری پر گنبد تعمیر کر دیا جسے بعد میں نقصان پہنچا اور ۸۸۶ھ میں سلطان قایتبائی نے اسے از سر نو تعمیر کرایا جو اب تک عالم اسلام کے دلوں کی دھڑکن کا مرکز ہے اس پر سبز رنگ سلطان عبدالحمید عثمانی نے ۱۲۵۳ھ میں کرایا تھا اور اس وقت سے اس مقدس زیارت گاہ کا نام گنبد خضرا، مشہور ہوا اللہ پاک گنبد خضرا اور اس کے مکینوں پر تا قیامت اپنی رحمتیں نازل فرمائیں۔

معمولات نبوی ﷺ

بحوالہ سیرت النبی ﷺ از شبلی نعمانی

گفتگو نہایت شیریں اور دلآویز تھی، ٹھہر ٹھہر کر گفتگو فرماتے۔ ایک ایک فقرہ الگ ہوتا کہ سننے والوں کو یاد رہ جاتا معمول تھا کہ ایک ایک بات کو تین تین دفعہ فرماتے جس بات پر زور دینا ہوتا بار بار اس کا اعادہ فرماتے، حالت گفتگو میں اکثر نگاہ آسمان کی طرف ہوتی تھی، آواز بلند تھی، حضرت ام ہانیؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ میں قرآن پڑھتے تھے اور ہم لوگ گھروں میں پلنگوں پر لیٹے لیٹے سنتے تھے۔

حضرت خدیجہ کے پہلے شوہر سے ایک صاحب زادے تھے جن کا نام ہند تھا اور وہ نہایت خوش تقریر تھے، جس چیز کا بیان کرتے اس کی تصویر کھینچ

دیتے، حضرت امام حسن علیہ السلام نے ان سے پوچھا آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کیونکر تقریر فرماتے تھے، انہوں نے کہا آپ ہمیشہ متفکر رہتے تھے، اکثر چپ رہتے اور بے ضرورت گفتگو نہ فرماتے ایک ایک فقرہ الگ اور صاف اور واضح ہوتا تھا، ہاتھ سے اشارہ کرتے تو پورا ہاتھ اٹھاتے، کسی بات پر تعجب کرتے تو ہتھیلی کا رخ پلٹ دیتے تقریر میں کبھی ہاتھ پر ہاتھ مارتے، بات کرتے کرتے جب کبھی مسرت کی کیفیت طاری ہوتی تو آنکھیں نیچی ہو جاتیں، ہنستے بہت کم تھے، ہنسی آتی تو مسکرا دیتے، اور یہی آپ کی ہنسی تھی۔

لباس کے متعلق کسی قسم کا التزام نہ تھا، عام لباس چادر قمیص اور تہمد تھی پاجامہ کبھی استعمال نہیں فرمایا لیکن امام احمد اور اصحاب سنن اربعہ نے روایت کی ہے، آپ نے منیٰ کے بازار میں پاجامہ خریدا تھا حافظ ابن قیم نے لکھا ہے کہ اس سے قیاس ہوتا ہے، کہ استعمال بھی فرمایا ہوگا، موزوں کی عادت نہ تھی، لیکن نجاشی نے جو سیاہ موزے بھیجے تھے آپ نے استعمال فرمائے بظاہر روایت سے معلوم ہے کہ وہ چرمی تھے، عمامہ کا شملہ کبھی دوش مبارک پر کبھی دونوں شانوں کے بیچ میں پڑا رہتا تھا کبھی تحت الحنک کے طور پر لپیٹ لیتے تھے، عمامہ اکثر سیاہ رنگ کا ہوتا تھا، عمامہ کے نیچے سر سے لپٹی ہوئی ٹوپی ہوتی تھی، اونچی ٹوپی کبھی استعمال نہیں فرمائی (عمامہ کے نیچے ٹوپی کا التزام تھا، فرماتے تھے کہ ہم میں اور مشرکین میں یہی امتیاز ہے کہ ہم ٹوپیوں پر عمامہ باندھتے ہیں) روایتوں میں آیا ہے کہ آپ نے حلہ حمرا بھی استعمال کیا ہے حمرا کے معنی سرخ کے ہیں۔ اس لیے اکثر محدثین نے وہی عام معنی لیے ہیں لیکن ابن القیم نے اصرار کے ساتھ دعویٰ کیا ہے کہ سرخ لباس آپ نے کبھی نہیں پہنا اور نہ مردوں کے لیے اس کو جائز رکھتے تھے حلہ حمرا ایک قسم کی یمنی چادر تھی جس میں سرخ دھاریاں بھی ہوتی تھیں، اس بنا پر اس کو حمرا کہتے تھے، اور یہی کبھی کبھی استعمال کرتے تھے

عام محدثین کہتے ہیں کہ اس تخصیص کا کوئی ثبوت نہیں، زرقانی میں یہ بحث نہایت تفصیل سے مذکور ہے مختلف روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے سیاہ، سرخ، سبز زعفران ہر رنگ کے کپڑے پہنے ہیں لیکن سفید رنگ بہت مرغوب تھا، بعض اوقات چادر بھی استعمال فرمائی ہے، جس پر کجاوے کی شکل بنی ہوئی تھی) نعلین مبارک اس طرز کے تھے جس کو اس ملک میں چپل کہتے ہیں، یہ صرف ایک تلا ہوتا تھا، جس میں تسمے لگے ہوتے تھے، بچھونا چمڑے کا گدا ہوتا تھا، جس میں روئی کے بجائے کھجور کے پتے ہوتے تھے چارپائی بان کی بنی ہوتی تھی جس سے اکثر جسم پر بدھیاں پڑ جاتی تھیں لڑائیوں میں زرہ اور مغفر بھی پہنتے تھے احد کے معرکہ میں جسم مبارک پر دو زرہیں تھیں تلوار کا قبضہ کبھی چاندی کا بھی ہوتا تھا،

طریقہ طعام

اگرچہ ایثار اور قناعت کی وجہ سے لذیذ اور پر تکلف کھانے کبھی نصیب نہ ہوئے، یہاں تک کہ عام غذا (جیسا کہ صحیح بخاری کتاب لالطعمہ میں ہے) تمام عمر آپ نے چپاتی کی صورت تک نہیں دیکھی، تاہم بعض کھانے آپ کو نہایت مرغوب تھے سرکہ، شہد، حلوا، روغن زیتون، کدو خصوصیت کے ساتھ پسند تھے، سالن میں کدو ہوتا تو پیالہ میں اس کی قاشیں انگلیوں سے ڈھونڈھتے، ایک دفعہ حضرت ام ہانی کے گھر تشریف لے گئے اور پوچھا کہ کچھ کھانے کو ہے بولیں کہ سرکہ ہے، فرمایا کہ جس گھر میں سرکہ ہو، اس کو نادار نہیں کہہ سکتے عرب میں ایک کھانا ہوتا ہے جس کو حیس کہتے ہیں یہ بھی پنیر اور کھجور ڈال کر پکایا جاتا ہے، آپ کو یہ بہت مرغوب تھا کہ ایک دفعہ حضرت امام حسن علیہ السلام اور عبداللہ بن عباس سلمیٰ کے پاس گئے اور کہا آج ہم کو وہ کھانا پکا کر کھلاؤ، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کو بہت مرغوب تھا، بولیں تم کو وہ کیا پسند آئے گا؟ لوگوں نے اصرار کیا تو انہوں نے جو کا آٹا پیس کر ہانڈی میں چڑھا دیا، اوپر سے روغن زیتون اور زیرہ اور کالی مرچیں ڈال دیں، پک گیا تو لوگوں کے سامنے رکھا کہ یہ آپ کی محبوب ترین غذا تھی،

گوشت کے اقسام میں سے آپ نے دنبہ مرغ، بٹیر، (حباری) اونٹ بکری بھیڑ، گورخر، خرگوش، مچھلی کا گوشت کھایا دست کا گوشت بہت پسند تھا شمائل ترمذی میں حضرت عائشہؓ کا قول نقل کیا ہے کہ دست کا گوشت فی نفسہ آپ کو چنداں مرغوب نہ تھا، بات یہ تھی کہ کئی کئی دن تک گوشت نصیب نہیں ہوتا تھا، اس لیے جب کبھی مل جاتا تو آپ چاہتے کہ جلد پک کر تیار ہو جائے دست کا گوشت جلدی گل جاتا ہے اس لیے آپ اسی کی فرمائش کرتے لیکن متعدد روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ یوں بھی آپ کو یہ گوشت پسند تھا۔

حضرت صفیہؓ کے نکاح میں آپ نے ولیمہ کا کھانا کھلایا تھا تو صرف کھجور اور ستو تھا، تربوز کو کھجور کے ساتھ ملا کر کھاتے تھے، پتلی ککڑیاں پسند تھیں ایک دفعہ معوذ بن عفرا کی صاحب زادی نے کھجور اور پتلی ککڑیاں خدمت میں پیش کیں (بعض اوقات روٹی کے ساتھ بھی کھجور تناول فرمائی)

ٹھنڈا پانی نہایت مرغوب تھا، دودھ کبھی خالص نوش فرماتے کبھی اس میں پانی ملا دیتے کشمش کھجور، انگور، پانی میں بھگو دیا جاتا، کچھ دیر کے بعد وہ پانی نوش جاں فرماتے کھانے کے ظروف میں ایک لکڑی کا پیالہ تھا جو لوہے کے تاروں سے بندھا ہوا تھا، روایت میں اسی قدر ہے، قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ٹوٹ گیا ہوگا اس لیے تاروں سے جوڑ دیا ہوگا۔

دسترخوان پر کھانا آتا، اگر ناپسند ہوتا تو اس میں ہاتھ نہ ڈالتے، لیکن اس کو برا نہ کہتے جو سالن سامنے ہوتا اسی میں ہاتھ ڈالتے ادھر ادھر ہاتھ نہ بڑھاتے

اور اس سے اور روں کو منع فرماتے کھانا کبھی مسند یا تکیہ پر ٹیک لگا کر نہ کھاتے اور اس کو ناپسند فرماتے میز یا خوان پر کبھی نہیں کھایا خوان زمین سے کسی قدر اونچی میز ہوتی تھی عجم اسی پر کھانا رکھ کر کھاتے تھے چونکہ یہ بھی فخر اور امتیاز کی علامت تھی، یعنی امراء اور اہل جاہ کے لیے مخصوص تھی اس لیے آپ نے اس پر کھانا پسند نہیں فرمایا، کھانا صرف انگلیوں سے کھاتے گوشت کو کبھی کبھی چھری سے کاٹ کر بھی کھاتے، صحیح بخاری میں روایت موجود ہے، ابو داؤد میں ایک حدیث ہے کہ گوشت چھری سے نہ کاٹو کیونکہ اہل عجم کا شعار ہے، لیکن ابو داؤد نے خود اس حدیث کو ضعیف کہا ہے اس حدیث کے راوی کی نسبت بخاری نے لکھا ہے کہ وہ منکر الحدیث ہیں اور ان ہی منکرات میں حدیث مذکور بھی ہے۔

گو تکلف اور جاہ پسندی سے آپ کو نفرت تھی، لیکن کبھی آپ نہایت قیمتی اور خوش نما لباس بھی زیب تن فرماتے تھے، حضرت عبداللہ بن عباس جب حرور یہ کے پاس سفیر بن کر گئے تو وہ یمن کے نہایت قیمتی کپڑے پہن کر گئے، حروریہ نے کہا کیوں ابن عباس یہ کیا لباس ہے؟ بولے کہ تم اس پر معترض ہو میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہتر سے بہتر کپڑوں میں دیکھا ہے۔

رنگوں میں زرد رنگ بہت پسند تھا حدیثوں میں آیا ہے کہ کبھی کبھی آپ تمام کپڑے یہاں تک کہ عمامہ بھی اسی رنگ کا رنگوا کر پہنتے تھے، (سفید رنگ بھی بہت پسند تھا فرماتے تھے کہ یہ رنگ سب رنگوں میں اچھا ہے۔)

سرخ لباس ناپسند فرماتے تھے، ایک دفعہ عبداللہ بن عمرو سرخ کپڑے پہن کر آئے تو فرمایا یہ کیا لباس ہے عبداللہ نے جا کر آگ میں ڈال دیا، آپ نے سنا تو فرمایا جلانے کی ضرورت نہ تھی کسی عورت کو دے دیا ہوتا۔

عرب میں سرخ رنگ کی مٹی ہوتی ہے جس سے کو مغیرہ کہتے ہیں اس سے

کپڑے رنگا کرتے تھے یہ رنگ آپ کو نہایت ناپسند تھا ایک دفعہ حضرت زینب اس سے کپڑے رنگ رہی تھیں آپ گھر میں آئے اور دیکھا تو واپس چلے گئے حضرت زینب سمجھ گئیں، کپڑے دھو ڈالے، آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) دوبارہ تشریف لائے اور جب دیکھ لیا کہ اس رنگ کی کوئی چیز نہیں تب گھر میں قدم رکھا۔

ایک دن ایک شخص سرخ پوشاک پہن کر آیا، تو آپ نے اس کے سلام کا جواب نہیں دیا۔ ایک دفعہ صحابہ نے سواری کے اونٹوں پر سرخ رنگ کی چادریں ڈال دی تھیں آپ نے فرمایا میں یہ دیکھنا نہیں چاہتا، کہ یہ رنگ تم پر چھا جائے، فوراً صحابہ نہایت تیزی سے دوڑے اور چادریں اتار پھینک دیں۔

خوشبو آپ کو بہت پسند تھی، کوئی خوشبو کی چیز ہدیۃً بھیجتا تو کبھی ردّ نہ فرماتے ایک خاص قسم کی خوشبو یا عطر ہوتا ہے جس کو سکہ کہتے ہیں یہ ہمیشہ آپ کے استعمال میں رہتا تھا، صحابہ کہتے ہیں کہ جس گلی کوچے سے آپ نکل جاتے وہ معطر ہو جاتا اکثر فرمایا کرتے مردوں کی خوشبو ایسی ہونی چاہیئے کہ خوشبو پھیلے، اور رنگ نظر نہ آئے

مزاج میں لطافت تھی، ایک شخص کو میلے کپڑے پہنے دیکھا تو فرمایا کہ اس سے اتنا نہیں ہوتا کہ کپڑے دھو لیا کرے ایک دفعہ ایک شخص خراب کپڑے پہنے ہوئے خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے پوچھا تم کو کچھ مقدور ہے! بولا ہاں! ارشاد ہوا کہ خدا نے نعمت دی ہے تو صورت سے اس کا اظہار ہونا چاہیئے۔

عرب تہذیب و تمدن سے کم آشنا تھے، مسجد میں آتے تو عین نماز میں دیواروں پر یا سامنے زمین پر تھوک دیتے، آپ اس کو نہایت ناپسند فرماتے دیواروں پر تھوک کے دھبوں کو خود چھڑی کی نوک سے کھرچ کر مٹاتے ایک دفعہ تھوک کا دھبہ دیوار پر دیکھا تو اس قدر غصہ آیا کہ چہرہ مبارک سرخ ہو گیا ایک انصاری عورت نے دھبہ کو مٹایا، اور اس جگہ خوشبو لا کر ملی آپ نہایت خوش ہوئے

اور اس کی تحسین کی کبھی کبھی مجلس عالی میں خوشبو کی انگیٹھیاں جلائی جاتیں جن میں اگر اور کبھی کبھی کافور ہوتا ایک دفعہ ایک عورت نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا خضاب لگانا کیسا ہے بولیں کچھ مضائقہ نہیں، لیکن میں اس لیے ناپسند کرتی ہوں کہ میرے حبیب (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کو حنا کی بو ناگوار تھی اکثر مشک اور عنبر کا استعمال فرماتے۔

ایک دن لوگ مسجد نبوی میں آئے، چونکہ مسجد تنگ تھی اور کاروباری لوگ میلے کپڑوں میں چلے آئے تھے پسینہ آیا تو تمام مسجد میں بو پھیل گئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نہا کر آتے تو اچھا ہوتا اسی دن سے غسل جمعہ ایک حکم شرعی بن گیا۔

ایک دفعہ آپ مسجد میں تشریف لائے، دیواروں پر جا بجا دھبے تھے آپ کے ہاتھ میں کھجور کی ٹہنی تھی۔ اس سے کھرچ کر تمام دھبے مٹائے پھر لوگوں کی طرف خطاب کر کے غصہ کے لہجہ میں فرمایا کہ کیا تم پسند کرتے ہو کہ کوئی شخص تمہارے سامنے آکر تمہارے منہ پر تھوک دے جب کوئی شخص نماز پڑھتا ہے تو خدا اس کے سامنے اور فرشتے اس کے داہنے جانب ہوتے ہیں، اس لیے ان کو سامنے یا دائیں جانب تھوکنا نہیں چاہیے

ایک صحابی نے عین نماز میں (جب کہ وہ امام نماز تھے) تھوک دیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ رہے تھے، فرمایا

کہ یہ شخص اب نماز نہ پڑھائے نماز کے بعد یہ صاحب خدمت اقدس میں آئے اور پوچھا کہ کیا آپ نے یہ حکم دیا ہے؟

فرمایا کہ ہاں تم نے خدا اور پیغمبر کو اذیت دی۔

بودار چیزوں مثلاً پیاز لہسن اور مولی سے نفرت تھی حکم تھا کہ یہ چیز کھا کر مسجد میں نہ آئے بخاری میں حدیث ہے کہ جو شخص پیاز لہسن کھائے وہ ہمارے پاس نہ آئے، اور ہمارے ساتھ نماز نہ پڑھے اپنے زمانہ خلافت میں ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے خطبہ میں کہا کہ تم لوگ پیاز لہسن کھا کر مسجد میں آتے ہو، حالانکہ میں نے آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کو دیکھا تھا کہ کوئی شخص یہ چیزیں کھا کر مسجد میں آتا تو آپ حکم دے دیتے کہ مسجد سے نکال کر بقیع میں پہنچا دیا جائے۔

گھوڑے کی سواری آپ کو نہایت مرغوب تھی۔

شہنشاہ کونین کا دربار نقیب و چاؤش اور خیل و حشم کا دربار نہ تھا۔ اور دروازے پر دربان بھی نہیں ہوتے تھے تاہم نبوت کے جلال سے ہر شخص پیکر تصویر نظر آتا تھا۔ حدیثوں میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں لوگ بیٹھتے تو معلوم ہوتا کہ ان کے سروں پر چڑیاں بیٹھی ہوئی ہیں۔ یعنی کوئی شخص ذرا بھی جنبش نہیں کرتا گفتگو کی اجازت میں ترتیب کا لحاظ نہیں رہتا تھا لیکن یہ امتیاز مراتب نسب و نام یا دولت و مال کی بنا پر نہیں رہتا تھا بلکہ فضل و استحقاق کی بنا پر ہوتا سب سے پہلے آپ اہل حاجت کی طرف متوجہ ہوتے اور ان کے معروضات سن کر ان کی حاجت برآری فرماتے تمام حاضرین ادب سے سر جھکائے رہتے۔ خود بھی آپ مودب ہو کر بیٹھتے۔ جب کچھ فرماتے تو تمام مجلس پر سناٹا چھا جاتا۔ کوئی شخص بولتا تو جب تک وہ چپ نہ ہو جائے دوسرا شخص بول نہیں سکتا تھا۔ اہل حاجت عرض مدعا میں۔ ادب کی حد سے بڑھ جاتے تو آپ کمال حلم کے ساتھ برداشت فرماتے۔ آپ کسی کی بات کاٹ کر گفتگو نہ فرماتے۔ جو بات پسند نہ ہوتی اس سے تغافل فرماتے۔ اور ٹال جاتے۔ کوئی شخص شکریہ ادا کرتا تو اگر آپ نے واقعی اس کا کوئی کام انجام دیا ہو تو شکریہ قبول فرماتے۔ مجلس میں جس کا ذکر چھڑ جاتا آپ بھی اس میں شامل ہو جاتے

صحابہ کو اس بات کی سخت تاکید تھی کہ کسی کی شکایت یا عیوب آپ تک نہ پہنچائیں آپ فرماتے تھے کہ میں چاہتا ہوں کہ میں دنیا سے جاؤں تو سب کی طرف سے پاک جاؤں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تلقین کا فیض اگرچہ سفر، حضر، جلوت، خلوت نشست

برخاست غرض ہر وقت جاری رہتا تاہم اس سے وہی لوگ مستفیض ہو سکتے تھے۔ جو اتفاق سے موقع پر ہوتے تھے۔ اس بنا پر آپ نے تعلیم وارشاد کے لیے بعض اوقات خاص کر دیئے کہ لوگ پہلے سے مطلع رہیں۔ اور جن کو استفادہ منظور ہو وہ آسکیں۔

یہ صحبتیں عموماً مسجد نبوی میں منعقد ہوتی تھیں۔ مسجد نبوی میں ایک چھوٹا سا صحن تھا کبھی وہاں نشست فرماتے ابتداءً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نشست کے لیے کوئی ممتاز جگہ نہ تھی۔ اجنبی لوگ آتے تو آپ کو پہچاننے میں دقت ہوتی صحابہ نے ایک چھوٹا سا مٹی کا چبوترہ بنا دیا آپ اس پر تشریف رکھتے باقی دونوں طرف صحابہ حلقہ باندھ کر بیٹھ جاتے۔

ان مجالس میں آنے والوں کے لیے کوئی روک ٹوک نہ تھی۔ عموماً بدو آتے اور بے باکانہ سوال جواب کرتے۔

خلق نبوی کا منظر ان مجالس سے زیادہ حیرت انگیز بن جاتا ہے۔ پیغمبر خاتم کی حیثیت سے رونق افروز ہیں۔ صحابہ عقیدت کیش غلاموں کی طرح خدمت اقدس میں حاضر ہیں۔ ایک شخص آتا ہے اور اس کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں اور حاشیہ نشینوں میں کوئی ظاہری امتیاز نظر نہیں آتا۔ لوگوں سے پوچھتا ہے محمد کون ہیں صحابہ بتاتے ہیں یہ گورے سے آدمی جو ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے ہیں۔ وہ کہتا ہے اے ابن مطلب میں تم سے نہایت سختی سے سوال کروں۔

ایک بار آپ خطبہ دے رہے تھے اس حالت میں ایک آدمی نے آکر کہا "یارسول اللہ! میں مسافر آدمی ہوں اپنے دین کی حقیقت سے ناواقف ہوں اس کے متعلق پوچھنے آیا ہوں" آپ منبر سے اتر آئے ایک کرسی رکھ دی گئی اس پر بیٹھ گئے اور اس کو تعلیم وتلقین کی پھر جاکر خطبہ کو پورا کیا ایک بار... خطبہ دے رہے تھے امام حسین علیہ السلام سرخ کپڑے پہنے ہوئے مسجد میں

آ گئے چونکہ بچپن کی وجہ سے لڑکھڑاتے آتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو ضبط نہ ہو سکا منبر سے اتر آئے اور گود میں اٹھا لیا۔

خطبہ کی حالت میں لوگوں کو بیٹھنے میں نماز پڑھنے کا بھی حکم دیتے تھے چنانچہ عین خطبہ کی حالت میں ایک شخص مسجد میں آیا آپ نے پوچھا کہ کیا تم نے نماز پڑھی؟ اس نے کہا نہیں آپ نے فرمایا "اٹھو اور پڑھو"

میدان جہاد میں جب خطبہ دیتے تھے تو کمان پر ٹیک لگا کر کھڑے ہوتے تھے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آپ ہاتھ میں تلوار لے کر کھڑے ہوتے تھے لیکن ابن قیم نے لکھا ہے کہ آپ نے خطبہ کی حالت میں کبھی تلوار ہاتھ میں نہیں لی۔

وعظ وارشاد ناغہ دیکر دیا کرتے تھے تاکہ لوگ گھبرا نہ جائیں۔

معمولات سفر... حج عمرہ اور زیادہ تر جہاد کی وجہ سے آپ کو اکثر سفر کی ضرورت پیش آیا کرتی تھی سفر میں معمول یہ تھا کہ پہلے ازواج مطہرات پر قرعہ ڈالتے جس کے نام قرعہ پڑتا وہ ہم سفر ہوتیں۔ جمعرات کے دن سفر کرنا پسند فرماتے تھے اور صبح کے تڑکے روانہ ہو جاتے تھے افواج کو بھی جب کسی مہم پر روانہ فرماتے تو اسی وقت روانہ فرماتے جب سواری سامنے آتی اور رکاب میں قدم مبارک رکھتے تو بسم اللہ کہتے اور جب زین پر سوار ہو جاتے تو تین بار تکبیر کہتے اس کے بعد یہ آیت پڑھتے۔

پاک ہے وہ ذات جس نے اس جانور کو ہمارا فرمانبردار بنا دیا حالانکہ ہم خود اس کو مطیع نہیں کر سکتے ہیں اور ہم خدا کی طرف پلٹنے والے ہیں۔

پھر یہ دعا کرتے،

خداوندا! اس سفر میں ہم تجھ سے نیکی پرہیزگاری اور عمل پسندیدہ کی درخواست کرتے ہیں خداوندا! ہمارے اس سفر کو آسان اور اس کی مسافت کو طے کر دے خداوند سفر میں تو رفیق ہے۔ بال بچوں کے لیے تو ہمارے قائم مقام ہے، خداوندا اس سفر اور واپسی کے آلام،

مصائب اور گھر بار کے مناظر قبیحہ سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

جب واپس ہوتے تو اس قدر اضافہ کر دیتے راستے میں جب کسی چوٹی پر چڑھتے تو تکبیر کہتے اور جب اس سے نیچے اترتے تو ترنم ریز تسبیح ہوتے صحابہ بھی آپ کے ہم آواز ہو کر تکبیر و تسبیح کا غلغلہ بلند کرتے جب کسی منزل پر اترتے تو یہ دعا فرماتے۔

اے زمین میرا اور تیرا پروردگار خدا ہے میں تیری برائی سے اور اس چیز کی برائی سے جو تیرے اندر ہے اور اس چیز کی برائی سے جو تجھ پر چلتی ہے پناہ مانگتا ہوں خداوند تجھ سے شیر سانپ بچھو اور اس گاؤں کی رہنے والوں اور آدمیوں سے پناہ مانگتا ہوں۔ جب کسی آبادی میں داخل ہونا چاہئے تو یہ دعا پڑھتے۔

خداوندا! اے ساتوں آسمان اور ان تمام چیزوں کے پروردگار جو سایہ فگن ہیں ساتوں زمینوں اور ان تمام مخلوقات کے پروردگار جو ان میں موجود ہیں اے شیاطین اور تمام نفوس کے پروردگار جن کو وہ گمراہ کرتے ہیں اے ہوا اور ان تمام اشیاء کے پروردگار جن کو وہ اڑاتی ہیں میں تجھ سے اس گاؤں اور اس گاؤں کے رہنے والوں کی بھلائی کی درخواست کرتا ہوں اور اس گاؤں کے رہنے والوں کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں۔

مدینہ پہونچتے تو پہلے مسجد میں جا کر دو رکعت نماز ادا فرماتے پھر مکان کے اندر تشریف لے جاتے تمام لوگوں کو حکم تھا کہ سفر سے آنے کے ساتھ ہی گھر کے اندر نہ چلے جائیں تاکہ عورتیں اطمینان کے ساتھ سامان درست کر لیں۔ (معمولات جہاد...

(جہاد میں معمول یہ تھا کہ جب فوج کو کسی مہم پر روانہ فرماتے تو امیر العسکر کو خاص طور پر پرہیزگاری اختیار کرنے اور اپنے رفقا کے ساتھ نیکی کرنے کی ہدایت فرماتے پھر تمام فوج کی طرف مخاطب ہو کر فرماتے۔ خدا کے نام پر خدا کی راہ پر کفار سے لڑو خیانت بدعہدی نہ کرنا مردوں کے ناک کان نہ کاٹنا بچوں کو قتل نہ کرنا۔

اس کے بعد شرائط جہاد کی تلقین کرتے،

جب فوج کو رخصت کرتے تو یہ الفاظ فرماتے،

میں تمہارے قرض کو امانت اور تمہارے اعمال کے نتائج کو خدا کے حوالے کرتا ہوں،

جب خود شریک جہاد ہوتے، اور حملہ کے مقام پر شب کو پہونچتے تو صبح کا انتظار کرتے صبح ہو جاتی تو حملہ کرتے اگر صبح کے وقت حملہ کرنے کا اتفاق نہ ہوتا، تو دوپہر ڈھلے حملہ کرتے جب کوئی مقام فتح ہو جاتا، تو اقامت عدل وانصاف کے لیے وہاں تین دن تک قیام فرماتے جب فتح وظفر کی خبر آتی تو سجدہ شکرانہ بجالاتے جب میدان جہاد میں شریک کارزار ہوتے تو یہ دعا فرماتے۔

خداوند تو میرا دست وبازو ہے تو میرا مددگار ہے تیرے سہارے پر میں مدافعت کرتا ہوں حملہ کرتا ہوں اور لڑتا ہوں (معمولات عیادت وعزاء) بیماروں کی عیادت وغم خواری آپ ضرور فرماتے تھے، اور صحابہ کو ارشاد ہوتا تھا کہ عیادت بھی ایک مسلمان کا فرض ہے ہجرت کے ابتدائی زمانہ میں معمول شریف یہ تھا جب کسی شخص کی موت کا وقت قریب آجاتا تو صحابہ آپ کو اطلاع دیتے آپ اس کے مرنے سے پہلے اس کے لیے دعائے مغفرت فرماتے اور آخر دم تک اس کے پاس بیٹھے رہتے یہاں تک کہ دم واپسیں کے انتظار میں آپ کو اس قدر دیر ہو جاتی کہ آپ کو تکلیف ہونے لگتی، صحابہ نے تکلیف کا احساس کیا، اور اب ان کا یہ معمول ہو گیا کہ جب کوئی شخص مر جاتا تو آپ کو اس کی موت کی خبر دیتے تو آپ اس کے مکان پر تشریف لے جاتے، اس کے لیے استغفار فرماتے جنازہ کی نماز پڑھتے، اس کے بعد اگر مٹی دینا چاہتے تو ٹھہر جاتے ورنہ واپس چلے آتے لیکن صحابہ کو آخر آپ کی یہ تکلیف بھی گوارا نہ ہوئی اس لیے خود جنازہ آپ کے مکان تک لانے لگے اور یہی عام معمول ہو گیا۔

عیادت کے لیے جب کسی بیمار کے پاس تشریف لے جاتے تو اس کو تسکین دیتے

پیشانی یا نبض پر ہاتھ رکھتے اس کی صحت کے لیے دعا فرماتے اور کہتے انشاء اللہ خدا نے چاہا تو خیریت ہے کوئی بدفالی کے فقرے کہتا تو ناپسند فرماتے، ایک بار اعرابی مدینہ میں آکر بیمار پڑ گیا آپ اس کی عیادت کو تشریف لے گئے اور کلمات تسکیں ادا فرمائے۔

(معمولات ملاقات) ... معمول یہ تھا کہ کسی سے ملنے کے وقت ہمیشہ پہلے خود سلام اور مصافحہ کرتے کوئی شخص اگر جھک کر آپ کے کان میں کچھ بات کہتا تو اس وقت تک اسکی طرف سے رخ نہ ہٹاتے جب تک وہ خود نہ ہٹا لے مصافحہ میں بھی یہی معمول تھا یعنی کسی سے ہاتھ ملاتے تو جب تک وہ خود نہ چھوڑ دے اس کا ہاتھ نہ چھوڑتے مجلس میں بیٹھتے تو آپ کے زانو کبھی ہم نشینوں سے ملے ہوئے نہ ہوتے جو شخص حاضر ہونا چاہتا دروازے پر کھڑے ہو کر پہلے "السلام علیکم" کہتا پھر پوچھتا کہ کیا میں اندر آسکتا ہوں؟ خود بھی آپ کسی سے ملنے جاتے تو تو اسی طرح اجازت مانگتے کوئی شخص اس طریقہ کے خلاف کرتا تو آپ اس کو واپس کر دیتے ایک دفعہ بنو عامر کا ایک شخص آیا، اور دروازہ پر کھڑے ہو کر پکارا کہ اندر آسکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا کہ "جا کر ان کو اجازت طلبی کا طریقہ سکھا دو، یعنی پہلے سلام کرے تب اجازت مانگے۔

ایک دن صفوان بن امیہ نے جو قریش کے رئیس اعظم تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے بھائی کلاہ کے ہاتھ دودھ ہرن کا بچہ اور لکڑیاں بھیجیں، وہ یونہی بے اجازت چلے آئے، آپ نے فرمایا، کہ "واپس جاؤ، اور سلام کر کے اندر آؤ"

ایک دفعہ حضرت جابر زیارت کو آئے اور دروازہ پر دستک دی آپ نے پوچھا کون ہے؟ بولے میں "آپ نے فرمایا"

"یہ کیا طریقہ ہے نام بتانا چاہیئے"

جب آپ خود کسی کے گھر پر جاتے تو دروازہ کے دائیں یا بائیں جانب کھڑے ہوتے اور السلام علیک کہہ کر اذن طلب فرماتے راوی کا بیان ہے کہ آپ عین دروازہ

کے ساتھ اس وجہ سے نہ کھڑے ہوتے کہ اس وقت تک دروازوں پر پردہ ڈالنے کا رواج نہ تھا) اگر صاحب خانہ اذن نہ دیتا تو پلٹ آتے چنانچہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سعد بن عبادہ کے گھر تشریف لائے اور باہر کھڑے ہو کر اذن طلبی کے لیے "السلام علیکم ورحمۃ اللہ" کہا، سعد نے اس طرح آہستہ سلام کا جواب دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں سنا حضرت سعد کے فرزند قیس بن سعد نے کہا کہ آپ رسول اللہ کو اندر آنے کی اجازت کیوں نہیں دیتے حضرت سعد نے کہا چپ رہو رسول اللہ بار بار سلام کریں گے ہمارے لیے برکت کا سبب ہو گا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ السلام علیکم کہا اور سعد نے اسی طرح جواب دیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری دفعہ پھر اسی طریقہ سے اذن طلب کیا لیکن کوئی جواب نہ ملا تو آپ واپس چلے حضرت سعد نے آپ کو جاتے دیکھا تو دوڑ کر گئے اور عرض کی کہ میں آپ کا سلام سن رہا تھا لیکن آہستہ جواب دیتا تھا کہ آپ بار بار سلام فرمادیں)

(کسی کے گھر تشریف لے جاتے تو ممتاز مقام پر بیٹھنے سے پرہیز فرماتے ایک بار آپ حضرت عبداللہ بن عمر کے مکان پر تشریف لے گئے انہوں نے آپ کے بیٹھنے کے لیے چمڑے کا ایک گدا ڈال دیا لیکن آپ زمین پر بیٹھ گئے اور گدا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عبداللہ بن عمر کے درمیان آگیا)

اللہ پاک ہمیں اپنے حبیب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت۔ اور اطاعت کی توفیق عطا فرمائیں۔ آپ کی زیارت اور شفاعت نصیب فرمائیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ مَعْلُوْمٍ لَّكَ

دوسرا باب

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلسی زندگی

اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ؕ

(بے شک آپؐ بہت بلند اخلاق پر ہیں)

(قرآن مجید)

میں مکارم اخلاق کی تکمیل کے لیے آیا ہوں۔

(حدیث نبوی)

دنیا میں متکلمین اور فلاسفہ سے بڑھکر مضطرب و محروم اور اطمینانِ قلب و سرور روح کی لذت سے ناآشنا اور کوئی گروہ نہیں۔

اس لیے تم ساری چیزیں چھوڑ کر صرف سیرت نبویہ کے مطالعے اور تدبر و فکر کو اپنے اوپر لازم ٹھہراؤ۔ یقین اور ایمان کی تمام بیماریوں کے لیے یہی نسخۂ شفا ہے۔

(امام ابن تیمیہ رح)

پس اگر ہمیں مسلمان بننے کے لیے قرآن کریم کی تلاوت کی ضرورت ہے تو یقین کیجئے کہ اسے ایک عملی زندگی کی صورت میں دیکھنے کے لیے اس اسوۂ حسنہ کے مطالعہ کی ضرورت ہے

(یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ کی حیات طیبہ ہی نیک نمونہ ہے۔)

اور یہ پچھلی ضرورت پہلی ضرورت ہی جتنی ہے۔ پہلی سے کم نہیں۔

(مولانا ابوالکلام آزاد)

مکّہ کی مجلسی زندگی

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ اسلام کے بعد سے خالق اکبر کی طرف سے ہدایت کی گئی تھی کہ آپ کن لوگوں کو اپنی مجلس میں جگہ دیں اور کن کی پرواہ نہ کریں ذیل ہم قرآن مجید کا ایک حوالہ پیش کرتے ہیں۔

مولانا حافظ محمد ادریس کاندھلوی سورہ کہف کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

اب اصحاب کہف کے قصّہ کے بعد پھر اس قرآن کی تلاوت کا حکم دیتے ہیں جس سے دشمنان اسلام کے سوالات کے جوابات نازل ہوئے جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ثابت ہوئی اور پھر اصحاب کہف جیسے درویشانِ اسلام اور اہل خرقہ یعنی گدڑی پوشوں اور کمبل پوشوں کی مجالست اور مدارات اور خاطرداری کا حکم دیتے اور نبیؐ کو یہ تعلیم دیتے ہیں کہ عمارؓ سلمانؓ۔ صہیبؓ۔ بلالؓ اور ابن مسعودؓ جیسے درویشوں کو، جو زہد و قناعت اور صبر و استقامت میں اصحاب کہف کا نمونہ ہیں ان پر خاص نظر عنایت رکھیئے اور اہل دنیا اور مالداروں کے کہنے سے ان درویشوں کو اپنی مجلس سے علیحدہ نہ کیجئے اور جو لوگ اپنے مال و دولت پر فخر کرتے تھے ان کی پرواہ نہ کیجئے چاہے ایمان لائیں یا نہ لائیں

[1] بحوالہ معارف القرآن جلد چہارم صفحہ ۴۱۱ - ۴۱۲

ان اہل دنیا کی طرف التفات نہ کیجئے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ازالۃ الخفاء میں فرماتے ہیں کہ ان آیات میں پہلے تلاوت قرآن کا حکم دیا بعد ازاں ان لوگوں کے ساتھ رہنے کا حکم دیا جو رضائے الٰہی کے طالب ہوئے ہیں اور صبح وشام عبادت الٰہی میں مشغول رہتے ہیں اور ایسے لوگوں سے منہ موڑنے کی ممانعت فرمائی اور اہلِ غفلت سے اعراض وکنارہ کشی کا حکم دیا اور اس آیت میں جس جماعت کی مجالست اور مصاحب رکھنے کا حکم دیا گیا۔ وہ مہاجرین اولین تھے جو کثرت عبادت واطاعت کے ساتھ موصوف تھے اور خواہ ابتدا ہی سے وہ فقیر تھے یا اپنا مال ومتاع راہ خدا میں خرچ کر کے تنگ دست ہو گئے تھے۔ یہ ان کا عظیم وصف تھا۔ کفار

کہتے تھے کہ اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کی بات کو سنیں اور آپ پر ایمان لے آئیں تو جب ہم آپ کے پاس آیا کریں۔ تو آپ ان فقراء مسلمین کو اپنے پاس سے ہٹا دیا کریں ہمارا اور ان کا مل کر بیٹھنا ہماری شان کے خلاف ہے۔ ان کے جوتوں اور کپڑوں سے بو آتی ہے۔ یہ لوگ ہمارے برابر کے نہیں ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی اور آپ کو ان کی درخواست قبول کرنے سے منع کر دیا۔ اور آپ کو حکم دیا کہ آپ ان متکبرین اور مغروریں کی طرف التفات اور توجہ نہ کریں اور ان درویشان اسلام کی صحبت اور مجالست کو برقرار رکھیں اور ان سے اپنی نظر التفات نہ ہٹائیں یہ درویشانِ اسلام صبح وشام اللہ کے ذکر اور دعا میں مشغول ہیں اور ہمارے مخلص بندے ہیں اور اصحاب کہف کا نمونہ ہیں اہل غفلت کے کہنے سے آپ ان فقراء مومنین کو اپنے پاس سے نہ ہٹائیں ان متکبرین کو یہ گوارا نہ تھا کہ کوئی ان کے برابر بیٹھ سکے اللہ تعالےٰ نے بتلا دیا کہ ان کی یہ درخواست قابل منظور ہی نہیں ہے اصل عزت والے یہ فقراء صادقین ہیں اور یہ مغرورین اور متکبرین

اللہ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں۔

ممکن ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت یہ خیال آیا ہو کہ اگر تھوڑی دیر کے لیے غرباء کو علیحدہ کر دیا جائے تو کیا مضائقہ ہے یہ تو سچے اور پکے مسلمان ہیں ہی اگر سرداران قریش اس طرح اسلام میں داخل ہو جائیں تو یہ اسلام کے لیے باعث تقویت ہو گا۔ اس پر یہ آیتیں اتریں کہ اے نبی آپ ان اہل دنیا کی ذرا برابر پرواہ نہ کیجئے بلکہ اپنی نشست و برخاست میں ہمہ تن اپنے آپ کو ان لوگوں میں مقید اور پابند رکھیے جو صبح و شام یعنی شروع دن سے لے کر آخیر تک اپنے رب کی یاد میں لگے رہتے ہیں اور اس ذکر اور عبادت سے فقط رضائے خداوندی کے طالب ہیں۔ اس سے ان کی کوئی دنیاوی غرض نہیں اور چاہیئے کہ آپ کی آنکھیں ان فقرا مسلمین سے نہ پھر جائیں یعنی ایسا نہ ہو کہ کسی وقت آپ کی نظر التفات ان اہل دنیا کی طرف پھر جائے گویا کہ آپ دنیاوی زندگی کی زیب و زینت اور اس کی آرائش کی طرف مائل ہونے لگیں کیونکہ امیروں کی دلجوئی کے لیے فقیروں کو پاس نہ آنے دینا بھی ایک قسم کی دنیا کی زینت کی رعایت ہے۔ جس سے اللہ کا نبی پاک اور منزہ ہے حق جل شانہ نے ان آیات میں اپنے نبی کو کافروں کی اس قسم کی دلجوئی سے منع فرما دیا۔

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان فقرا اور درویشانِ اسلام کی پہلے سے زیادہ خاطر داری اور مدارات کرنے لگے اور خاص طور پر ان کے پاس آکر بیٹھتے اور یہ فرماتے کہ اللہ کا شکر ہے۔ جس نے میری امت میں ایسے (چیدہ اور پاکیزہ) لوگ بنائے کہ جن کے ساتھ بیٹھنے کا مجھ کو حکم دیا میری زندگانی اور موت انہی کے ساتھ ہے۔

سورۂ الکہف آیت نمبر ۲۸۔

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ۔

(اور اپنے دل کو ان لوگوں کی معیت پر مطمئن کرو جو اپنے رب کی رضا کے طلب گار بن کر صبح و شام اسے پکارتے ہیں اور ان سے ہرگز نگاہ نہ پھیرو)

مبارک مجلسیں

آپؐ کی مبارک مجلسوں کا رنگ ڈھنگ دنیا کے تمام درباروں سے الگ تھا۔ حالانکہ آپؐ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور شاہِ عرب و عجم تھے۔

رسول کریمؐ صلی اللہ علیہ وسلم (اپنی مبارک مجلس میں) سب سے پہلے ان لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے جن کی طرف اس روز سے پہلے کبھی کسی نے آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا تھا۔ اس کی معروضات سنتے اور حاجت براری کرتے۔ جملہ حاضرین کے سر ادب سے جھکے رہتے تھے۔ آپؐ خود بھی مودب ہو کر بیٹھتے تھے۔ کہ فخر و امتیاز کا رنگ پیدا نہ ہونے پائے آپؐ جب کچھ بولتے اور فرماتے تو پوری مجلس پر ایک سناٹا چھا جاتا جب تک کوئی چپ نہ ہوتا۔ دوسرے شخص کی مجال نہ ہوتی تھی کہ زبان کھول سکے۔ دربار نبوت میں ہر قسم کی بحث و تکرار ہوتے۔ اور آپؐ بھی ان میں حصہ لیتے تہذیب ظرافت اور ہنسی میں بھی آپؐ حصہ لیتے تھے۔ جس کا مرتبہ کا آدمی ہوتا اس سے اسی طرح گفتگو کرتے۔

لہ نقوش رسول نمبر جلد چہارم ۶۲۳۔ ۶۲۶۔

تعلیم وارشاد کے لیے آپؐ نے خاص اوقات کا تعین کر دیا تھا یہ صحبتیں بالعموم مسجد نبویؐ میں منعقد ہوتی تھیں۔ آپؐ کی نشست کے لیے کوئی ممتاز جگہ نہ تھی۔ اس لیے باہر سے جو لوگ آتے انہیں آپؐ کے پہچاننے میں دقت ہوتی تھی۔ صحابہ رضؓ نے آپؐ کے لیے ایک چھوٹا سا مٹی کا چبوترہ بنا دیا تھا۔ اسی پر بیٹھ جاتے۔ پھر آپؐ کے ارد گرد صحابہ رضؓ حلقہ باندھ کر بیٹھ جاتے۔ دربار نبوت میں ہر شخص آسکتا تھا۔ کسی کے لیے کوئی روک ٹوک نہ تھی۔ بعض وحشی بدو وحشیانہ طریق پر بھی گفتگو کرتے تھے مگر آپؐ تحمل سے کام لیتے تھے۔ ایک شخص آتا ہے پوچھتا ہے محمدؐ کون ہیں صحابہ بتاتے ہیں کہ یہ گورے سے آدمی جو ٹیک لگائے بیٹھے ہیں، وہ کہتا ہے۔

"اے ابن عبد المطلب میں تم سے نہایت سختی کے ساتھ گفتگو کروں گا خفا نہ ہونا"

آپؐ اسے اجازت دے دیتے ہیں اخلاق۔ مذہب اور تزکیۂ نفس پر گفتگو بحث و تذکار کا مرکزی نقطہ ہوتا تھا۔ بعض لوگ بتذل اور معمولی باتیں بھی پوچھتے تھے۔ مگر آپؐ ایسے سوالات ناپسند کرتے تھے جب ایک مسئلہ طے ہو جاتا تھا تو دوسرے مسئلہ پر گفتگو شروع ہوتی تھی۔ فیوض روحانی کا یہ سرچشمہ عموماً صبح کے وقت جاری ہوتا تھا آپؐ نماز فجر سے فراغت پاتے ہی بیٹھ جاتے تھے ویسے ہر نماز کے بعد کبھی کبھی تھوڑی دیر کے لیے بیٹھ جاتے تھے آپؐ ان مجالس میں بڑی پُر زور تقریریں بھی کرتے تھے۔ اور بصیرت افروز وعظ بھی فرماتے۔ ترمذی میں ہے کہ ایک دن صبح کی نماز کے بعد آپؐ نے جو تقریر کی تو سب کی آنکھیں اشکبار تھیں۔ آپؐ پند و نصائح کے جلسے درمیان میں ناغہ دے کر منعقد فرماتے تھے اور کبھی اخلاقیات پر گفتگو کرتے کبھی روحانیت پر بولتے اور کبھی دنیوی مسائل پر ارشاد فرماتے۔ زراعت باغبانی تجارت گھوڑ دوڑ سیاسیات صنعیات اور عسکریات پر بھی بحث و تقریر

فرمایا کرتے تھے۔

ایک روز آپؐ مسجد میں جو تشریف لائے تو صحابہ کرام رضؓ کے دو حلقے قائم تھے ایک حلقہ قرآن خوانی اور ذکر و دعا میں مشغول تھا اور دوسرے میں علمی باتیں ہو رہی تھیں، آپؐ نے فرمایا۔ دونوں عمل خیر میں مصروف ہیں لیکن اللہ تعالٰے نے مجھے معلم بنا کر بھیجا ہے یہ کہہ کر آپؐ علمی حلقہ میں بیٹھ گئے۔

ان مجلسوں میں بالعموم مرد ہی شریک ہوتے تھے۔ لیکن عورتیں بھی آتی تھیں مگر بہت کم۔ انہیں آپؐ کے فیض تلقین سے استفاضہ کا بہت کم موقع ملتا تھا۔ عورتیں اب وہ عورتیں تو رہی نہ تھیں جو جاہلیت کے زمانہ میں تھیں ان کا زینہ بھی بلند ہو چکا تھا۔ ان کے دل میں بھی اُمنگیں پیدا ہوتی ہیں چنانچہ انہوں نے اپنے لیے ایک خاص دن کے مقرر کیے جانے کی استدعا کی جو منظور ہو گئی اور ان کے لیے وعظ و ارشاد کا ایک خاص دن مقرر کر دیا گیا۔ مقررہ دن عورتیں جمع ہو جاتیں آپؐ انہیں فیضیاب ہدایت کرتے انہیں مسائل شرعیہ کے متعلق ہر قسم کے سوالات کرنے کی اجازت تھی اور یہ خاتون حرم برابر وہ مسائل پوچھتی رہتی تھیں جو عورتوں ہی کی ذات سے متعلق ہوتے تھے۔

آپؐ کی مجلس اور اس کے باہر آپؐ کے دوستوں کا کیا حال ہوتا تھا۔ اس کا اندازہ ان دو واقعات سے کیجئے۔ ایک روز حضرت حنظلہ رضؓ نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں منافق ہو گیا ہوں کہ جب تک آپؐ کی خدمت میں رہتا ہوں تو حشر و نشر کا نقشہ آنکھوں کے سامنے رہتا ہے بال بچوں میں جاتا ہوں تو سب کچھ بھول جاتا ہوں۔ فرمایا بالکل باہر نکل کر بھی وہی حالت رہتی تو ملائکہ تم سے مصافحہ کرتے۔ ۲) اسی طرح حضرت ابوہریرہ رضؓ نے عرض کی کہ آپؐ کے ساتھ رہتا ہوں تو نگاہوں میں دنیا ہیچ معلوم ہوتی ہے۔ لیکن جب ہم بال بچوں میں جاتے ہیں تو حالت ہی بدل جاتی ہے۔ ارشاد ہوا کہ یکساں حال رہتا تو تمہاری زیارت کو فرشتے آیا کرتے۔ (ترمذی)

آپؐ کا اندازِ گفتگو

آپؐ کی گفتگو موتیوں کی ایک لڑی کی مانند ہوتی تھی کہ سننے والا اس سے ذہنی اور روحانی آسودگی پاتا۔ اور کان اس شیریں آواز کو سننے کے لیے سدا مشتاق رہتے۔

تکلم[1] ہر انسان کے ایمان، کردار، اور مرتبے کو پوری طرح بے نقاب کر دیتا ہے۔ موضوعات اور الفاظ کا انتخاب، فقروں کی ساخت، آواز کا اتار چڑھاؤ لہجہ کا اسلوب اور بیان کا زور یہ ساری چیزیں واضح کرتی ہیں۔ کہ متکلم کس پائے کی شخصیت کا علمبردار ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب اور ذمہ داریوں کی نوعیت ایسی تھی کہ ان کا بھاری بوجھ اگر کسی دوسری شخصیت پر ڈالا گیا ہوتا۔ تو وہ تفکرات میں ڈوب کر رہ گیا ہوتا۔ اور اسے خلوت محبوب ہو جاتی۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات خاص میں یہ بات بھی شامل ہے کہ ایک طرف آپؐ تفکرات اور مسائل جمہ کا پہاڑ اٹھائے ہوئے ہوتے اور طرح طرح کی پریشانیوں سے گزرتے لیکن دوسری

---

[1] محسن انسانیت صفحہ ۹۴۔ ۹۵۔

طرف لوگوں میں خوب گھلنا ملنا بھی رہتا۔ اور دن رات گفتگوؤں کا دور چلتا۔ مزاج کی سنجیدگی اپنی جگہ تھی اور تبسّم و مزاح اپنی جگہ۔ اضداد میں عجیب توازن تھا۔ جس کی مظہر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تھی۔

آپؐ ایک داعی تھے اور ایک تحریک کے سربراہ اس لیے تبلیغ و تعلیم اور تزکیہ اور سیاسی انتظام چلانے کے لیے لوگوں سے رابطہ ضروری تھا۔ جس کے لیے سب سے اہم ذریعہ تکلم ہے۔ لہٰذا صورت حال حضرت زیدؓ بن ثابت کے الفاظ میں یوں رہتی کہ جب ہم دنیوی معاملات کا ذکر کر رہے ہوتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس ذکر میں حصہ لیتے۔ جب ہم آخرت پر گفتگو کرتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس میں شامل رہتے۔ اس کے باوجود آپؐ نے خدا کی قسم کھا کر یہ اصولی حقیقت بیان فرمائی کہ میری زبان سے حق کے ماسوا کوئی بات ادا نہیں ہوتی۔ قرآن نے بھی وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى کی گواہی دی گفتگو میں الفاظ اتنے ٹھہر ٹھہر کر ادا کرتے کہ سننے والا آسانی سے یاد کر لیتا بلکہ الفاظ ساتھ ساتھ گنے جا سکتے تھے۔ ام معبد نے کیا خوب تعریف بیان کی ہے کہ "گفتگو موتیوں کی لڑی جیسی پروئی ہوئی الفاظ نہ ضرورت سے کم نہ زیادہ۔ نہ کوتاہ سخن نہ طویل گو"۔

تاکید، تفہیم اور تسہیل حفظ کے لیے خاص الفاظ اور کلمات کو تین بار دہراتے تھے بعض امور میں تصریح سے بات کرنا مناسب نہ سمجھتے تو کنایہ میں فرماتے۔ مکروہ اور فحش اور غیر حیادارانہ کلمات سے تنفر تھا گفتگو میں بالعموم ایک مسکراہٹ شامل رہتی۔ عبداللہ بن حارث کا بیان ہے کہ "میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی کو مسکراتے نہیں دیکھا" یہ مسکراہٹ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنجیدگی کو خشونت بننے سے بچاتی تھی۔ اور رفقا کے لیے وجہ جاذبیت ہوتی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چمن زار تکلم میں خندہ کی شبنم لمحاتی دکھاتی تھی نسبت سے بڑھ کر خندہ روئی سے آپؐ ہی کا چہرہ آراستہ رہتا تھا۔ باوجودیکہ ذمہ داریوں اور مشکلات و مصائب اور ہر آن کی پریشانیوں کے خار زار درپیش تھے۔

گفتگو

گفتگو[1] نہایت شیریں اور دل آویز تھی بہت ٹھہر ٹھہر کر گفتگو فرماتے تھے۔ ایک ایک فقرہ الگ ہوتا کہ سننے والوں کو یاد رہ جاتا معمول تھا کہ ایک ایک بات کو تین تین دفعہ فرماتے۔ جس بات پر زور دینا ہوتا۔ بار بار اس کا اعادہ فرماتے۔ حالت گفتگو میں اکثر نگاہ آسمان کی طرف ہوتی تھی آواز بلند تھی حضرت ام ہانی رض سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں قرآن پڑھتے تھے اور ہم لوگ گھروں میں پلنگوں پر لیٹے لیٹے سنتے تھے۔

حضرت خدیجہ رض کے پہلے شوہر سے ایک صاحب زادے تھے جن کا نام ہند تھا اور وہ نہایت خوش تقریر تھے۔ جس چیز کا بیان کرتے اس کی تصویر کھینچ دیتے حضرت امام حسن علیہ السلام نے ان سے پوچھا "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیونکر تقریر فرماتے تھے" انہوں نے کہا "آپ ہمیشہ متفکر رہتے تھے اکثر چپ رہتے اور بے ضرورت گفتگو نہ فرماتے ایک ایک فقرہ الگ اور صاف اور واضح ہوتا تھا ہاتھ سے اشارہ کرتے تو پورا ہاتھ اٹھاتے۔ کسی بات پر تعجب کرتے تو ہاتھیلی کا رُخ پلٹ دیتے تقریر میں کبھی ہاتھ پر ہاتھ مارتے بات کرتے کرتے جب کبھی مسرت کی کیفیت طاری ہوتی تو آنکھیں بھی نیچی ہو جاتیں ہنستے بہت کم تھے، ہنسی آتی تو مسکرا دیتے اور یہی آپ ہی آپ کی ہنسی تھی۔ جریر رض بن عبداللہ کا بیان ہے کہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو دیکھا ہو اور مسکرا نہ دیا ہو روایتوں میں آیا ہے کہ کبھی کبھی جب آپ کو زیادہ ہنسی آتی تو ڈاڑھ کے دانت (نواجذ) نظر آنے لگتے لیکن ابن القیم وغیرہ نے لکھا ہے کہ یہ طرز ادا کا مبالغہ ہے ورنہ کبھی آپ اس زور سے نہیں ہنسے کہ نواجذ نظر آئیں۔

---

[1] بحوالہ سیرت النبی از مولانا شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ جلد اول

معمولات ملاقات

معمول یہ تھا کہ کسی سے ملنے کے وقت ہمیشہ پہلے خود سلام اور مصافحہ کرتے کوئی شخص اگر جھک کر آپؐ کے کان میں کچھ بات کہتا تو اس وقت تک اس کی طرف سے رُخ منہ پھیرتے جب تک کہ وہی منہ نہ ہٹا لے مصافحہ میں بھی یہی معمول تھا یعنی کسی سے ہاتھ ملاتے تو جب تک کہ وہ خود نہ چھوڑ دے اس کا ہاتھ نہ چھوڑتے۔ مجلس میں بیٹھتے تو آپؐ کے زانو کبھی، ہم نشینوں سے آگے نکلے ہوئے نہ ہوتے۔

جو شخص حاضر ہونا چاہتا دروازے پر کھڑے ہو کر پہلے "السلام علیکم" کہتا پھر پوچھتا کہ کیا میں اندر آ سکتا ہوں؟ (خود بھی آپؐ کسی سے ملنے جاتے تو اس طرح اجازت مانگتے) کوئی شخص اس طریقہ کے خلاف کرتا تو آپؐ اس کو واپس کر دیتے۔

ایک دفعہ حضرت جابرؓ زیارت کو آئے اور دروازہ پر دستک دی آپؐ نے پوچھا "کون ہے؟ بولے "میں" آپؐ نے فرمایا میں میں۔ یعنی کیا طریقہ ہے نام بتانا چاہیئے۔

مجالس نبوی | دربار نبوت ۔ شہنشاہ کونین کا دربار نقیب و چاؤش اور خیل و حشم کا دربار نہ تھا، دربار پر دربان بھی نہیں ہوتے تھے تاہم نبوت کے جلال سے ہر شخص پیکر تصویر نظر آتا تھا۔ حدیثوں میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں لوگ بیٹھے تو یہ معلوم ہوتا کہ ان کے سروں سے چڑیاں بیٹھی ہوتی ہیں یعنی کوئی شخص ذرا بھی جنبش نہیں کرتا تھا گفتگو کی اجازت میں ترتیب کا لحاظ رہتا تھا لیکن یہ امتیاز مراتب نسب و نام یا دولت و مال کی بنا پر نہیں تھا، بلکہ فضل و استحقاق کی بنا پر ہوتا تھا۔ سب سے پہلے آپ اہل حاجت کی طرف متوجہ ہوتے اور ان کے

مدا بحوالہ سیرت النبی از مولانا شبلی نعمانی رح جلد اول

معروضات سنکر ان کی حاجت بر آری فرماتے۔

تمام حاضرین ادب سے سر جھکائے رہتے خود بھی آپؐ مودب ہو کر بیٹھتے جب کچھ فرماتے تو تمام مجلس میں سناٹا چھا جاتا۔ کوئی شخص بولتا تو جب تک وہ چپ نہ ہو جائے دوسرا شخص بول نہیں سکتا تھا۔ اہل حاجت عرض مدعا میں ادب کی حد سے بڑھ جاتے تو آپ کمال حلم کے ساتھ برداشت فرماتے اور ٹال جاتے۔ کوئی شخص شکریہ ادا کرتا تو اگر آپؐ نے واقعی اس کا کوئی کام انجام دیا ہے تو شکریہ قبول فرماتے مجلس میں جس قسم کا ذکر چھڑ جاتا۔ آپؐ بھی اس میں شامل ہو جاتے ہیں اور مہذب ظرافت میں بھی شریک ہوتے خود بھی مذاقیہ باتیں فرماتے کبھی کسی قبیلہ کا کوئی ممتاز شخص آ جاتا تو حسب مرتبہ اس کی تعظیم فرماتے اور فرماتے "اکرموا کریم کل قوم" مزاج پرسی کے ساتھ ہر شخص سے دریافت فرماتے کہ کوئی حاجت اور ضرورت تو نہیں ہے۔ یہ بھی فرماتے کہ جو لوگ اپنے مطالب مجھ تک نہیں پہنچا سکتے مجھ کو ان کے حالات اور ضرورت کی خبر دو۔

جب کوئی شخص اچھی بات کہتا تو آپؐ تحسین فرماتے اور نامناسب گفتگو کرتا تو اس کو مطلع فرما دیتے صحابہ کو اس بات کی سخت تاکید تھی کہ کسی کی شکایت یا عیوب آپؐ تک نہ پہنچائیں آپؐ فرماتے تھے کہ میں چاہتا ہوں کہ دنیا سے جاؤں تو سب کی طرف سے صاف جاؤں "

مجالس ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تلقین کا فیض اگرچہ سفر جلوت خلوت، نشست، برخاست غرض ہر وقت جاری رہتا تھا تاہم اس سے وہی لوگ مستفیض ہو سکتے تھے۔ جو اتفاق سے موقع پر ہوتے تھے اس بنا پر آپؐ نے تعلیم و ارشاد کے لیے بعض اوقات خاص کر دیئے تھے۔ کہ لوگ پہلے سے مطلع رہیں اور جن کو استفادہ منظور ہو وہ آ سکیں۔

یہ صحبتیں عموماً مسجد نبوی میں منعقد ہوتی تھیں مسجد نبوی میں ایک چھوٹا سا صحن تھا کبھی آپؐ وہاں نشست فرماتے ابتداً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نشست کے لیے کوئی ممتاز جگہ نہ تھی۔ باہر سے اجنبی لوگ آتے تو آپؐ کے پہچاننے میں دقت ہوتی صحابہ رضؓ نے ایک چھوٹا سا مٹی کا چبوترہ بنا دیا آپؐ اس پر تشریف رکھتے باقی دونوں طرف صحابہ رضؓ حلقہ باندھ کر بیٹھ جاتے۔

کوئی شخص کھڑے کھڑے سوال نہیں کرتا تھا ایک شخص نے اس طرح سوال کیا تو آپؐ نے اس کی طرف تعجب سے دیکھا اس طرح یہ بھی معمول تھا کہ جب ایک مسئلہ طے ہو جاتا تو دوسرا مسئلہ پیش کیا جاتا ہے۔ بعض اوقات آپؐ گفتگو کرتے ہوتے کوئی صحرا نشین بدو جو آداب مجلس سے ناواقف ہوتا۔ آجاتا اور عین سلسلہ تقریر میں کوئی بات پوچھ بیٹھتا تو آپؐ سلسلہ تقریر قائم رکھتے اور فارغ ہو کر اس کی طرف متوجہ ہوتے اور جواب دیتے۔

ایک دفعہ آپؐ تقریر فرما رہے تھے ایک بدو آیا اور آنے کے ساتھ ہی اس نے پوچھا کہ قیامت کب آئیگی؟ آپؐ تقریر کرتے رہے حاضرین سمجھے کہ آپؐ نے سُنا نہیں کسی نے کہا سنا، لیکن آپؐ کو ناگوار ہوا آپؐ گفتگو سے فارغ ہو چکے تو دریافت فرمایا کہ پوچھنے والا کہاں ہے بدو نے کہا میں حاضر ہوں آپؐ نے فرمایا جب لوگ امانت کو ضائع کرنے لگیں گے۔ بولا کہ امانت کیونکر ضائع ہو گی فرمایا جب نا اہلوں کے ہاتھ میں کام آئیگا۔

اس قسم کی مجالس کے لیے جو خاص وقت مقرر تھا وہ صبح کا تھا نماز فجر کے بعد آپؐ بیٹھ جاتے اور فیوض روحانی کا سرچشمہ جاری ہو جاتا۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر نماز کے بعد آپؐ ٹھہر جاتے اور مجلس قائم ہو جاتی۔

بخاری میں ابن مسعود رضؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں

کو ناغہ دے کر نصیحت فرماتے تھے کہ ہم لوگ اکتا نہ جائیں۔

کبھی کبھی آپؐ تو دامتحان کے طور پر حاضرین سے کوئی سوال کرتے اس سے لوگوں کی جودت فکر اور اصابت رائے کا اندازہ ہوتا۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ آپؐ نے پوچھا وہ کون سا درخت ہے جس کے پتے نہیں جھڑتے اور جو مسلمانوں سے مشابہت رکھتا ہے لوگوں کا خیال جنگلی درختوں کی طرف گیا میرے ذہن میں آیا کہ کھجور کا درخت ہوگا لیکن میں کم سن تھا اس لیے جرأت نہ کر سکا۔ بالآخر لوگوں نے عرض کی کہ حضورؐ بتائیں۔ ارشاد فرمایا "کھجور" عبداللہ بن عمرؓ کو تمام عمر حسرت رہی کہ کاش میں نے جرأت کر کے اپنا خیال ظاہر کر دیا ہوتا۔

(صفحہ ۲۷۵) ایک دفعہ کسی غزوہ سے واپس تشریف لا رہے تھے راہ میں ایک پڑاؤ ملا۔ کچھ لوگ بیٹھے تھے آپؐ نے دریافت فرمایا کہ تم کون ہو؟ بولے ہم مسلمان ہیں ایک عورت چولھا سلگا رہی تھی پاس ہی اس کا لڑکا تھا آگ خوب روشن ہو گئی اور بھڑک گئی تو وہ بچہ کو لے کر آپؐ کی خدمت میں آئی اور بولی آپؐ رسول اللہ ہیں؟ ارشاد ہوا ہاں بے شک پھر اس نے پوچھا کیا ایک ماں اپنے بچہ پر جس قدر مہربان ہے خدا اپنے بندوں پر اس سے زیادہ مہربان نہیں ہے آپؐ نے فرمایا ہاں بے ساختہ اس نے کہا ماں اپنے بچہ کو آگ میں نہیں ڈالتی۔ آپؐ پر گریہ طاری ہو گیا پھر سر اٹھا کر فرمایا خدا اس بندے کو عذاب دے گا جو سرکش اور متمرّد ہے خدا سے سرکشی کرتا ہے اور اس کو ایک نہیں کہتا۔

آپؐ کا مزاح مبارک

آپؐ کا مزاح مبارک ہر قسم کے
ابتذال سے پاک ہوتا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجالس میں گو وقار، سنجیدگی اور متانت کی فضا ہر وقت قائم رہتی۔ یہاں تک خود صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت بابرکت میں ایسے باادب و باتمکین ہو کر بیٹھتے کہ گویا ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں اور وہ ادنی سی حرکت سے اڑ جائیں گے مگر پھر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خوش طبعی کی جھلک ان متبرک صحبتوں کو خوش گوار بنائی رہتی۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اگر ایک طرف نبی مُرسل کی حیثیت سے احترام رسالت کو ملحوظ رکھتے ہوئے وعظ و تلقین میں مصروف رہتے تو آپؐ دوسری طرف صحابہ کے ساتھ ایک بے تکلف دوست اور ایک خوش مزاج ساتھی کی حیثیت سے میل جول رکھتے اگر زیادہ اوقات میں آپؐ کی مجلس ایک دینی درس گاہ اور تعلیمی ادارہ بنی رہتی تو کچھ دیر کے لیے خوش طبع مہذب دوستوں کی بیٹھک بھی بن جاتی جس میں ظرافت کی باتیں ہوتیں، گھر بار کے روزانہ کے قصے بھی بیان ہوتے غرض

بے تکلفی سے آپؐ صحابہ سے اور صحابہ آپس میں گفتگو کرتے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ آپؐ کی ظرافت کس طرح کی تھی۔ اس تشریح کی یوں ضرورت ہے کہ بہت سے کاموں میں ہمارے غلط عمل سے ہمارے نظریات بدل چکے ہیں۔ تخیل کہاں سے کہاں چلا گیا ہے۔ ہر معاملہ میں اعتدال کھو بیٹھے ہیں۔ اگر ہم سنجیدہ اور متین بنتے ہیں تو اتنے کو خوش طبعی اور ظرافت ہم سے کوسوں دُور رہتی ہے اور اگر خوش طبع بنتے ہیں۔ تو اس قدر کہ تہذیب ہم سے کوسوں دُور رہتی ہے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے ہمیں ایک خاص معیار اپنے سامنے رکھنا ہے آپؐ کی ظرافت کی تعریف آپؐ ہی کی زبان مبارک سے سُن لیجئے صحابہ کرام رضہ نے آپؐ سے تعجب سے پوچھا کہ آپؐ بھی مذاق کرتے ہیں؟ تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں بے شک مگر میرا مزاح سراسر سچائی اور حق ہے اس کے مقابلہ میں ہمارا آج کا مذاق وہ ہے کہ جس میں جھوٹ، غیبت، بہتان، طعن وتشنیع اور بیجا مبالغوں سے پورا پورا کام لیا گیا ہو"

(اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) صفحہ ۱۴۰-۱۴۱

د آپؐ نے فرمایا ہے"

"تیرا اپنے بھائی کے سامنے مسکراتے ہوئے آنا بھی ایک کارِ خیر ہے""

پس آپؐ خود بھی ایسے بے تکلفانہ انداز مزاح سے پیش آتے تھے کہ رُفقاء کے دلوں میں آپؐ کی محبت رچ بس گئی تھی آپؐ ہنسی دل لگی کی باتیں کرتے اور مجلس میں شگفتگی کی فضا پیدا کر دیتے۔ مگر توازن اور اعتدال ہمیشہ ملحوظ رہتا۔ مزاح کا رنگ آٹے میں نمک کی طرح ہلکا رہتا۔ اور اس میں بھی نہ تو خلافِ حق کوئی بات شامل ہوتی۔ نہ کسی کی دل آزاری کی جاتی اور نہ ٹھٹھے لگا کر ہنسنا معمول تھا غنچوں کا سا تبسّم ہوتا جس میں زیادہ سے زیادہ دانتوں کے کیلے دکھائی دیتے حلق نظر نہ آتا۔ ایک بار

تعجب سے حضرت ابوہریرہ رضؓ نے کہا۔

"آپؐ ہم سے مذاق بھی فرما لیتے ہیں؟"

آپؐ نے ارشاد فرمایا ہاں مگر میں خلاف حق کوئی بات نہیں کہتا۔"

بعد کے لوگوں کو اس رنگ مزاج کا حال سن کر تعجب ہوتا ہے کیونکہ ایک تو مذہب کے ساتھ تقشف کا تصور ہمیشہ موجود رہا ہے۔ اور خدا پرستوں اور متقیوں کی ہمیشہ رونی صورتیں اور خشک طبیعتیں لوگوں کے سامنے رہی ہیں دوسرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت ریاضت، خشیت، بھاری ذمہ داریوں اور تفکرات کا خیال کرتے ہوئے یہ سمجھنا مشکل ہو گیا ہے کہ اس نمونہ انسانیت نے ان مسکراہٹوں کے لیے زندگی کے نقشے میں ایک جگہ پیدا کی چنانچہ ابن عمر رضؓ سے پوچھا گیا۔ کہ

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقاء بھی ہنسا کرتے تھے؟"

انہوں نے فرمایا ہاں ہنستے تھے اور ان کے دلوں میں پہاڑ سے زیادہ ایمان تھا یعنی ہنسی دل لگی ایمان و تقویٰ کی نقیض نہیں ہے) تیروں کا نشانہ (بطور مشق) کرتے ہوئے دوڑتے تھے اور باہم دگر ہنستے تھے"

"محسن انسانیت" صفحہ ۱۱۷ ۔ ۱۱۸

"حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی فطری تقاضوں کو اخلاقی میعار کے ساتھ ہم آہنگ رکھنے کے لیے وقف رہتی تھی۔ آپؐ نے مزاح میں بھی متانت کا پہلو ہمیشہ ملحوظ رکھا اور کبھی کھل کھلا کر یا قہقہہ لگا کر نہیں ہنستے تھے۔ بلکہ آپؐ کی ہنسی ہمیشہ تبسم تک محدود رہتی تھی۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ سے پوچھا گیا کہ آیا رسول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی مزاح فرماتے تھے۔ آپ نے فرمایا۔

"ہاں۔ لیکن ہر کہہ و مہہ کے ساتھ نہیں بلکہ مخاطب کے محل و مقام اور

"نقوش رسول نمبر جلد چہارم" صفحہ ۲۶۹ ۔ ۲۷۰

استعداد کے مطابق ایسا فرماتے تھے۔

طبیعت میں ظرافت کی مثال ایسی ہے جیسی آٹے میں نمک۔ اس کی بھی بڑی خوبی یہی ہے کہ انداز سے ہو ورنہ اگر نمک کی طرح زیادہ ہو گئی تو متانت سنجیدگی اور بہت سی اخلاقی خوبیوں کو مٹا کر آدمی کو نکما اور بیکار کر دے گی۔ اور اگر کم ہوئی تو زندہ دلی اور شگفتہ مزاجی نہ ہوگی اور زندگی بالکل پھیکی اور بے لطف رہے گی۔ دنیا میں ظریفوں کی کمی نہیں ہے مگر ایسا بہت کم ہوتا ہے۔ کہ متانت اور سنجیدگی بھی ہو اور شگفتہ مزاجی بھی ہو۔ اور بالخصوص بزرگان ملت و مقتدیان مذہب تو اپنی شان کو خوش طبعی اور مذاق سے بہت ارفع سمجھتے ہیں اس میں شک نہیں کہ ایک حد تک ان کا ایسا سمجھنا بجا بھی ہے۔ کیونکہ جو دل و دماغ موت و زیست کے مسائل اور دنیا و عقبیٰ کے مباحث پر غور و فکر کرتے رہتے ہیں ان کو ہنسی دل لگی کا بہت کم موقع ملتا ہے۔ اور رفتہ رفتہ ان کی طبیعت خود ہی ان باتوں سے اُچاٹ ہو جاتی ہے۔

ہاں اگر مزاج میں کامل اعتدال ہو تو البتہ یہ ممکن ہے کہ طبیعت میں تفکر و تدبر بھی ہو اور شگفتگی بھی باقی رہے لیکن ایسے مزاج النادر کالمعدوم ہیں۔

جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والتحیات کو اللہ نے ایسا ہی مزاج عطا فرمایا تھا آپؐ میں اس قدر متانت اور سنجیدگی اور بزرگی کے ساتھ زندہ دلی اور شگفتہ مزاجی بھی اعلیٰ درجہ کی تھی۔ اور باوجودیکہ آپؐ کا عرفان الٰہی میں ڈوبا ہوا قلب مطہر کسی وقت دم بھر کے لیے بھی صناع ازل کے آثار قدرت پر غور و خوض سے غافل نہ ہوتا تھا۔ پھر بھی آپؐ محض زاہد خشک ہرگز نہ تھے چہرہ مبارک ہر وقت بشاش رہتا تھا۔ اور آپؐ ہر شخص سے نہایت خندہ روئی سے ملتے تھے چنانچہ جریر ابن عبداللہ رضؓ کہتے ہیں کہ:۔

"میں جب سے اسلام لایا آپؐ نے مجھے اپنے ہاں آنے سے منع نہیں فرمایا اور آپؐ جب مجھے دیکھتے تھے مسکرانے لگتے تھے" شمائل ترمذی ص ۱۷۔

ایک مرتبہ حضرت علی رضؓ اور حضرت فاطمہ رضؓ میں کسی بات پر شکر رنجی ہو گئی حضرت علی رضؓ مسجد میں جا کر سو رہے۔ اتفاق سے آپؐ ان کے ہاں تشریف لائے اور یہ قصہ سن کر مسجد میں گئے اور وہاں آپؐ نے حضرت علیؓ کو اٹھایا چونکہ وہ اس وقت فرش زمین پر لیٹے ہوئے تھے اور کچھ مٹی بھی جسم سے لگ گئی تھی۔ اس لیے آپؐ نے ان کو "ابو تراب" کا نام دے دیا اس دن سے یہ کنیت ایسی مقبول ہوئی کہ گویا اس کے سوا حضرت علی رضؓ کی اور کنیت ہی نہیں رہی۔ (بخاری ص ۹۲۹)

آپؐ اعدا کی آزار رسانی اور تکلیف دہی کو بھی اسی شگفتہ مزاجی سے برداشت کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپؐ نے فرمایا کہ "دیکھو اللہ نے مجھے قریش کی گالیوں اور کوسنے سے کیسا بچایا ہے۔ وہ لوگ مجھے مذمم (یعنی برا۔ قابل مذمت) کہکر بد دعائیں دیتے ہیں حالانکہ میں محمدؐ (اچھا اور قابل تعریف) ہوں یعنی جب وہ مذمم کو کوستے ہیں۔ یہ مذمم ہو گا تو اسی کو وہ کوستا لگتا ہو گا اور وہی ان کی گالیوں کا برا مانتا ہو گا ہم مذمم ہیں ہی نہیں۔ ہم تو محمدؐ ہیں یوں اللہ ہم کو ان کی بدزبانیوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ اور اگر وہ ہم کو محمدؐ سمجھ لیں تو پھر برا ہی کیوں کہیں"۔

ایک حدیث ہے کہ "افسوس اس شخص پر جو لوگوں کو ہنسانے کے لیے جھوٹی باتیں بناتا ہے"۔

(مشکوٰۃ ص ۳۵۲)

خندہ

آپؐ کی حیات اقدس میں چند مواقع ایسے بھی آئے ہیں جب آپؐ بے اختیار ہنس دیئے ہیں حتےٰ کہ آپؐ کی ڈاڑھیں تک نظر آ گئی تھیں لیکن اس کے باوجود قہقہہ بلند نہیں ہوا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے بعد جب قُبا میں تشریف فرما تھے تو ایک روز اپنے چند جاںنثاروں کے ساتھ کھجوریں تناول فرما رہے تھے کہ اسی اثنا میں حضرت صہیبؓ رومی مکہ سے ہجرت کر کے وہاں آ پہنچے ان کے چہرے پر تکان کے آثار تھے ایک آنکھ پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ انھوں نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے حاضرین مجلس کو سلام کیا اور پھر کچھ کہے سنے بغیر کھجوریں کھانے لگے۔ معلوم ہوتا ہے بھوک سے بے تاب ہو رہے ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حیران ہو کر کہا۔

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملاحظہ فرمائیے، ان کی آنکھ دکھ رہی ہے اور کس شوق سے کھجوریں کھا رہے ہیں"

ل؎ تیس پروانے شمع رسالت کے صفحہ ۲۰۷

چونکہ آنکھوں کی تکلیف میں کھجوریں کھانا مُضر ہوتا ہے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

"سبحان اللہ تمہاری آنکھ میں تکلیف ہے اور تم کھجوریں کھا رہے ہو"

حضرت صہیب رضؓ نے کھجوریں کھاتے ہوئے نہایت اطمینان سے جواب دیا۔

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس آنکھ کی طرف سے کھا رہا ہوں جو اچھی ہے"

ان کا یہ جواب سن کر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر ہنسے کہ آپؐ کے دندان مبارک کا نُور ظاہر ہونے لگا۔

(۱) حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"میں اس پہلے آدمی کو جانتا ہوں جو جنت میں داخل ہو گا۔ اور اس آدمی کو جو سب سے آخر میں دوزخ سے نکالا جائے گا۔ قیامت کے روز ایک شخص کو لایا جائے گا اور کہا جائے گا کہ اس شخص پر اس کے چھوٹے چھوٹے گناہوں کو پیش کرو۔ اور اس کے بڑے گناہوں کو اس سے چھپا لو۔ اس کے بعد اس سے کہا جائے گا کہ تو نے فلاں روز ایسے اور ایسے گناہ کئے ہیں۔؟ وہ اقرار کرے گا۔ اور انکار نہ کرے گا اور وُہ اپنے بڑے گناہوں سے ڈر رہا ہو گا (اللہ کی طرف سے) اس سے کہا جائے گا کہ اس شخص کی ہر برائی کے بدلہ میں جو اس نے کی ہے نیکی لکھ دو تو یہ عرض کرے گا میرے اور بہت سے

ملہ حیات الصحابہ جلد ہفتم صفحہ ۴۴۷۔

گناہ ہیں۔ جن کو میں اس جگہ نہیں دیکھ رہا ہوں،،

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ یہ فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اتنا ہنسے کہ آپؐ کو ڈاڑھیں ظاہر ہو گئیں۔

(۲) حضرت عبداللہؓ ابن مسعود راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"میں اس شخص کو جانتا ہوں جو جہنم میں سب سے آخر میں نکالا جائے گا یہ ایک آدمی ہوگا جو جہنم سے سرینوں کے بل گھسٹتا ہوا نکلے گا۔ اس سے کہا جائے گا۔ چل جنت میں داخل ہو جا۔ وہ جائے گا کہ جنت میں داخل ہو جائے تو دیکھے گا کہ لوگوں نے تمام جگہوں پر قبضہ کر رکھا ہے تو لوٹے گا اور کہیگا اے میرے رب لوگوں نے تمام منازل پر قبضہ کر رکھا ہے تو اس سے دریافت کیا جائے گا۔ کہ تجھے وہ زمانہ یاد ہے۔ جس میں تو تھا۔ تو وہ کہے گا کہ ہاں۔ اس سے کہا جائے گا کہ تمنا کر وہ تمنا کرے گا (یعنی جو دل چاہے گا مانگے گا) تو اس سے کہا جائے گا۔ کہ تیرے لیے جو تو نے تمنا کی ہے وہ بھی ہے اور دنیا بھر کا دس گنا اور بھی دیا گیا ہے تو یہ شخص کہے گا کہ اے میرے رب تو مجھ سے مذاق کرتا ہے۔ حالانکہ تو بادشاہ ہے۔ مالک ہے (وہاں تو ذرا سی بھی جگہ نہیں ہے)،،

راوی کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (یہ فرما کر) ایسا ہنسے کہ آپؐ کی ڈاڑھیں نظر آ گئیں۔

(۳) سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے۔ دوستوں کی

لہ حیات الصحابہ جلد ہفتم صفحہ ۲۸۵

ایک جماعت بھی وہاں موجود تھی۔ رشد و ہدایت کے چشمہ سے فیض کی نہریں بہہ رہی تھیں۔ اور حاضرین ہمہ تن گوش بنے ساکت و جامد مجسمے دکھائی دیتے تھے مسجد سے باہر چند صحابہ کرام رضؓ آپس میں محو گفتگو تھے اتنے میں ایک ناقہ ان کے پاس آکر رکی سوار نے اترنے کے بعد اسے کھجور کے ایک درخت سے باندھا اور صحابہ کرام رضؓ سے ابوالقاسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق دریافت کیا۔

"آپؐ مسجد میں تشریف فرما ہیں" انہوں نے جواب دیا اور پھر گفتگو میں محو ہو گئے مسافر مسجد میں داخل ہوا۔ اور نہایت ادب سے السلام علیکم و رحمۃ اللہ کہہ کر مجلس میں شامل ہو گیا۔

مسجد سے باہر موجود صحابہ کرام رضؓ میں انصار مدینہ کے ایک نہایت ہی زندہ دل جوان نعمان رضؓ بھی تھے جنہیں لوگ نعیمانؓ رضؓ کہکر پکارتے تھے۔ یہ عمرو انصاری کے فرزند تھے ظرافت ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی۔ اور سب لوگوں کو اس کا علم تھا۔

حضرت ربیعہ رضؓ بن عثمان فرماتے ہیں۔ کہ بعض صحابہ کرام رضؓ نے ان سے کہا۔

"نعیمان رضؓ کاش تم ہماری ایک بات مانو"

"کہو۔ کیا بات ہے" نعیمان رضؓ نے جواب دیا۔

"ہماری دلی آرزو ہے کہ اس اونٹنی کا گوشت کھائیں" صحابہ رضؓ بولے

"پھر میں کیا کروں" نعیمان رضؓ نے کہا۔

"تم اسے ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کر دو"

"مگر اس کی قیمت کون ادا کرے گا" نعیمان رضؓ نے پوچھا صحابہ تھوڑی دیر تک خاموش رہے پھر ان میں سے ایک نے کہا۔

لہ حیات الصحابہ جلد ہفتم صفحہ ۶۷۷

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم"

"کیوں" نعیمان نے تعجب سے پوچھا"

"آپؐ رحمۃ للعالمین ہیں۔ کسی کا دل توڑنا آپؐ کو گوارا نہیں"

نعیمان رضؓ نے صحابہ رضؓ کی مدد سے اونٹنی کو ذبح کیا اس کا گوشت سب میں تقسیم کر دیا مذبوح اونٹنی کی باقیات کو وہاں ہی چھوڑا اور خود فرار ہو گئے۔

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس بابرکت سے نکل کر جب مسافر باہر آیا تو بھونچکا رہ گیا۔ "ارادہ میری اونٹنی کا یہ حال ہے۔" اس کی زبان سے بے اختیار نکلا اور اس نے چیخ کر کہا۔

"یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کسی نے میری اونٹنی کو ذبح کر دیا ہے ہائے میں لٹ گیا"

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد سے باہر تشریف لائے تو اونٹنی کی باقیات کو دیکھ کر وہاں موجود چند صحابہ سے دریافت فرمایا اسے کس نے ذبح کیا ہے"

"نعیمان بن عمرو انصاری نے یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)" لوگوں نے جواب دیا "وہ کہاں ہے" آپؐ نے استفسار فرمایا۔

ایک صحابی بولے "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے انہیں آپؐ کے چچا زبیر بن عبدالمطلب کی بیٹی حضرت ضباعہ رضؓ کے گھر میں داخل ہوتے دیکھا تھا"

آپؐ صحابہ رضؓ کی ایک چھوٹی سی جماعت کے ساتھ حضرت ضباعہ رضؓ کے گھر کی طرف روانہ ہوئے مسافر آہ وزاری کرتا ہوا آپؐ کے ہمراہ تھا۔ جب آپؐ اس گھر میں داخل ہوئے تو ایک صحابی نے بلند آواز سے پکار کر کہا۔

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے اسے (نعیمان کو) نہیں دیکھا" لیکن ساتھ ہی انگلی کے اشارہ سے بتا دیا کہ کھجور کی ان ٹہنیوں اور سوکھے چھلکوں کے

ڈھیر میں چھپا ہوا ہے۔ آپؐ وہاں تشریف لے گئے اور کھجور کی ٹہنیوں کو ہٹا کر انہیں باہر نکالا ان کا چہرہ گرد و غبار اور چھلکوں سے اٹ گیا تھا۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم مسکراتے ہوئے ان کے چہرہ سے مٹی اور چھلکے صاف کر رہے تھے۔ اور لوگ کھڑے یہ دلفریب نظارہ دیکھ رہے تھے۔

آپؐ نے نعیمان رضؓ سے دریافت فرمایا ”تمہیں ایسا کرنے پر کس نے آمادہ کیا؟“

”اُن ہی لوگوں نے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنہوں نے آپؐ کو میرا پتہ بتایا ہے“

نعیمان رضؓ نے وہاں موجود لوگوں کی طرف دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

”کیوں؟“ آپؐ نے پوچھا۔

”یہ لوگ مجھے اونٹنی ذبح کر کے اس کا گوشت ان میں تقسیم کرنے کا حکم دیتے ہوئے کہہ رہے تھے۔ ابوالقاسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین ہیں کسی کا دل توڑنا انہیں گوارا نہیں اس لیے اونٹنی کی قیمت وُہ خود اپنے پاس سے ادا کر دیں گے“

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر بے اختیار خندہ فرمایا اور اونٹنی کی قیمت مسافر کو اپنے پاس سے ادا کر دی۔

سبحان اللہ، رحمۃ للعالمین کے فیضِ عام کے صدقے میں لوگوں نے حسبِ منشاء گوشت کھایا نعیمان رضؓ کی اس جسارت پر آپؐ نے خندہ فرمایا اور اونٹنی کے مالک کو معاوضہ ادا کر کے اس کی پریشانی کو دُور فرما دیا۔

آخر ایسا کیوں نہ ہوتا یہ آپؐ کی خاندانی روایت بھی تھی۔ آپؐ کے پر دادا جناب ہاشم نے ایک شدید قحط کے دوران شام سے روٹیاں منگوائیں ان کے ٹکڑے کیے اور شوربے میں بھگو بھگو کر لوگوں کو کھلاتے لوگ پیٹ بھر کر کھاتے تھے اور دعائیں دیتے ہوئے رخصت ہوئے تھے۔

(۴) زاہر (یا زہیر) نامی ایک بدوی تھے۔ ان سے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے تکلفی تھی۔ آپؐ اپنے اس بدوی دوست کو شہر سے متعلق کاموں میں امداد دیتے اور وہ دیہات سے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کام کرا لاتا۔ نیز مخلصانہ جذبے سے ہدیئے دیتا (جن کی قیمت حضور صلی اللہ علیہ وسلم بااصرار ادا فرماتے) چنانچہ فرماتے کہ زاہر دیہات میں ہمارا گماشتہ ہے۔ اور ہم شہر میں اس کے گماشتہ ہیں۔ یہی زاہر ایک دن بازار میں اپنا کچھ سودا بیچ رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیچھے سے جا کر چپکے سے آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیئے اور پوچھا "بتاؤ میں کون ہوں،، وہ پہلے تو کچھ نہ سمجھے پھر جب معلوم ہوا تو فرطِ اشتیاق میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے سے اپنے کندھے ملتے رہتے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مزاحاً کہا کہ کون اس غلام کو خریدتا ہے۔ زاہر کہنے لگے "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ جیسے ناکارہ غلام کو جو خریدے گا گھاٹے میں رہے گا" فرمایا "تم خدا کی نگاہ میں ناکارہ نہیں ہو،،

(۵) غزوۂ خندق کے موقع پر ایک واقعہ کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم خوب ہنسے اور آپؐ کے دانت (نواجذ) تک دکھائی دیتے۔ ہوا یوں کہ عامر کے والد سعدؓ تیر پھینک رہے تھے ایک دشمن زد پر تھا۔ وہ ڈھال بڑی پھرتی سے چہرے کے سامنے رکھ لیتا سعدؓ کے تیر کاری نہیں بیٹھ رہے تھے۔ آخری بار سعدؓ نے تیر کمان پر چڑھایا اور تاک میں رہے کہ موقع ملے تو چھوڑیں اس نے جونہی ڈھال سے سر نکالا تیر سیدھا پیشانی میں پیوست ہو گیا وہ اس بری طرح پکرا کر گرا کہ ٹانگیں اوپر کو اٹھ گئیں۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم

؎ محسنِ انسانیت صفحہ ۱۱۷-۱۱۸

اسے یُوں گرتے دیکھ کر خوب ہنسے۔

(۶) حضرت سلمہ رضؓ بن اکوعؓ نے فزاری غارت گروں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنیاں چھڑا کر انہیں نقصان پہنچایا اور ایک غارت گر کے دو گھوڑے لے کر واپس ذو قرد کے چشمہ پر پہنچے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پانچ سو مُسلّح جانثاروں کے ساتھ رونق افروز تھے۔ اور حضرت بلال رضؓ بن رباح ایک اونٹ ذبح کر کے اس کا جگر اور کوہان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے آگ پر بھون رہے تھے۔ حضرت سلمہ رضؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ گھوڑے پیش کرتے ہوئے عرض کی۔

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ مجھے سو آدمی دے دیں تو میں فزاری غارت گروں کا نام و نشان مٹا دوں گا یہاں تک کہ ان میں سے کوئی خبر دینے والا بھی نہیں ہو گا"۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسّم ہو کر فرمایا"

"اے سلمہ کیا تم واقعی ایسا کر گزرو گے"

حضرت سلمہ رضؓ نے بڑے جوش کے ساتھ کہا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس اللہ کی قسم جس نے آپؐ کو معزز اور مکرّم بنایا ہے میں ایسا ہی کروں گا"۔

ان کا جوش و جذبہ دیکھ کر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم بشاش ہو گئے اور اس قدر ہنسے کہ آپؐ کے پچھلے دندان مبارک (ڈاڑھوں) سے نُور کی شعاعیں پھوٹنے لگیں پھر آپؐ نے فرمایا۔

"اے ابن اکوع جانے دو اور قابو پانے کے بعد درگزر کرو"

لہ سیر البشرؐ کے چالیس جانثار صفحہ ۱۸۴۔ ۱۸۵

(۷) جنّت کے حالات بتاتے ہوئے ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
"اللہ تعالٰے سے کسی شخص نے خواہش کی کہ جنّت میں کھیتی کروں گا لیکن میں
چاہتا ہوں کہ ادھر بوؤں ادھر کاٹ لوں۔ چنانچہ دانہ ڈالتے ہی فصل تیار
ہوگئی"

اس مجلس میں اتفاق سے ایک بدو بھی موجود تھا۔ وہ بولا
"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ نعمت تو صرف مکّہ والوں کے حصے میں آئیگی
کیونکہ مکّہ اور مدینہ والے ہی اہل زراعت ہیں۔ ہم تو زراعت نہیں جانتے"
یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہنسنے لگے۔

(۸) ایک بار ایک بڑھیا نے خدمت اقدس میں حاضر ہوکر عرض کیا۔
"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لیے دُعا کیجئے کہ اللہ مجھے جنّت
عطا فرمائے"

آپؐ نے مزاحاً فرمایا "اے امّ فلاں۔ جنّت میں کوئی بوڑھی عورت نہیں
جاسکتی وہ مایوس ہوکر روتی ہوئی واپس جانے لگی تو آپؐ نے حاضرین سے فرمایا
"اسے کہو کہ خدا تعالٰی اسے اس بڑھاپے کے ساتھ جنّت میں داخل نہیں کرے
گا بلکہ اس کا ارشاد ہے کہ۔ ترجمہ

"یعنی اللہ تعالٰے جنّت میں جانے والیوں کو جوانی سے سرفراز فرمائے گا اور جوان
ہوکر جنّت میں داخل ہونگی"
بڑھیا یہ سُن کر بہت خوش ہوئی اور دعائیں دیتی ہوئی لوٹ گئی

(۹) حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دوستوں کے درمیان جلوہ افروز تھے مختلف مسائل
پر گفتگو ہو رہی تھی کہ ایک نابینا آپہنچا۔ اسے بیٹھنے کو جگہ دی گئی۔ وہ تھوڑی

دیر تک خاموش رہا پھر بولا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا میری بخشش ہو جائیگی"
آپ نے فرمایا "بھائی کوئی اندھا جنت میں نہیں جائے گا"
شافع محشر کی زبان مبارک سے یہ بات سن کر اندھا بے اختیار رونے لگا اور
"ہائے میری بدنصیبی" اس کی زبان سے یہ الفاظ نکلے۔ اس پر تمام حاضرین اور
خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہنس دیئے اور صحابہ رضؓ میں سے کسی نے کہا۔
"ارے نادان کیوں روتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو بالکل برحق فرمایا
ہے کوئی اندھا اندھے کی حیثیت سے جنت میں داخل نہ ہوگا کیونکہ اس روز
تو سب کی آنکھیں روشن ہوں گی"
نابینا یہ بشارت سن کر بہت مسرور ہوا۔

(۱۰) ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے۔ مجمع زیادہ
تھا۔ اتنے میں تین شخص آئے۔ ایک کو درمیان میں ذرا سی جگہ مل گئی اور وہ بیٹھ
گیا۔ دوسرے نے ایک کنارے پر بیٹھ جانا ہی غنیمت سمجھا تیسرا واپس چلا گیا۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ان کو دیکھ رہے تھے۔ فرمایا "ایک نے اللہ
کی پناہ لی۔
دوسرے نے اللہ سے حیا کی۔ اللہ بھی اس سے شرمایا۔
تیسرے نے اللہ سے منہ پھیرا۔ اللہ نے بھی اس سے منہ پھیر لیا"

(۱۱) دربار رسالت میں ایک بار ایک صحابی داخل ہوئے اور نہایت کرب کے عالم
میں عرض کیا۔
"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ میں تباہ ہو گیا"
"کیوں اور کیسے" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا"
صحابی بولے "میں نے رمضان میں روزہ کی حالت میں اپنی بیوی سے ہم بستری کرلی ہے"

فرمایا "ایک غلام آزاد کرو۔ کفارہ ادا ہو جائے گا"۔

عرض کیا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک غریب آدمی ہوں۔ غلام کہاں سے لاؤں"۔

فرمایا "تو دو مہینے کے روزے رکھ لو"۔

عرض کیا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بھی ممکن نہیں"۔

فرمایا "اچھا تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دو"۔

عرض کیا "میں اس قدر غریب ہوں کہ اس کی بھی گنجائش نہیں رکھتا"۔

ابھی یہ گفتگو جاری تھی کہ حسن اتفاق سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کہیں سے کھجوروں کا ایک ڈھیر پہنچا۔ رحمتہ للعالمینؐ نے ان کھجوروں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس صحابی سے فرمایا "تو یہ ڈھیر مسکینوں میں بانٹ دو"۔

صحابی نے لجاتے ہوئے عرض کیا "اس اللہ کی قسم جس نے آپؐ کو رسول بنا کر بھیجا ہے اس وقت سارے مدینے میں مجھ سے بڑھ کر کوئی دوسرا مسکین نہیں ہے"۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی یہ بات سن کر بے اختیار ہنس دیئے اور فرمایا

"اچھا تم اپنے ہی لیئے لے جاؤ"۔

صحابی نے وہ کھجوریں سمیٹیں اور شکریہ ادا کرتے ہوئے روانہ ہو گئے۔

ع مرادیں غریبوں کی بھر لانے والا

تبسّم

آپؐ نہایت خوش طبع ہونے کی وجہ سے اکثر تبسم فرمایا کرتے تھے۔ اور ظرافت یا مزاح کے موقعوں پر عموماً متبسم ہو جایا کرتے تھے

(۱) ایک بار دربارِ رسالت میں دجال کے خروج کی باتیں ہو رہی تھیں حضرت ابو ذرؓ بھی وہاں موجود تھے۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہو کر عرض کیا۔

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دجال ظاہر ہوگا تو دنیا شدید قحط کی لپیٹ میں ہوگی۔ لیکن اس قحط میں دجال لوگوں کی ضیافت کرے گا جس میں انواع و اقسام کے کھانے ہوں گے"

صحابہ کرامؓ خوب غور سے ان کی بات سُن رہے تھے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کی طرف متوجہ تھے۔ انہوں نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔

لہ نقوش رسول نمبر جلد چہارم صفحہ ۲۷۱ - ۲۷۲

"اگر میں اس دور میں زندہ ہوا تو میں پہلے تو اس کے کھانوں پر خوب ہاتھ پھیروں گا،
(یعنی خوب پیٹ بھروں گا) اور پھر اس سے منحرف ہو جاؤں گا،،
یہ سُن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا اور پھر ارشاد فرمایا
"اگر تم اس دور میں ہوئے تو اللہ تعالیٰ تمہیں اس کی نعمتوں سے بے نیاز
کر دے گا،،۔[1]

(۲) ایک مجلس میں کھجوریں کھائی جا رہی تھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے پیارے دوست بڑے انہماک سے کھانے میں محو تھے۔ حضرت علی رضؓ بھی اس مجلس میں موجود تھے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کھجوریں کھاتے جاتے تھے اور گٹھلیاں حضرت علی رضؓ کے سامنے ڈالتے جاتے تھے۔ جب کھجوریں ختم ہو گئیں تو آپؐ نے حضرت علی رضؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔
"علی تم نے بہت کھجوریں کھائی ہیں ذرا گٹھلیوں کے ڈھیر کی طرف
تو دیکھو،،
حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے بڑی متانت سے جواب دیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے تو صرف کھجوریں ہی کھائی ہیں گٹھلیاں نہیں کھائیں (گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گٹھلیوں سمیت ہی کھجوریں کھائی ہیں)[2]

(۳) تاریخ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دل آویز حسِ مزاح کا ایک اور واقعہ محفوظ رکھا ہے غزوۂ بنی مصطلق میں مشہور منافق عبداللہ بن ابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف سازش کی اور مجلس میں کہا کہ مدینہ

---

[1] محسنِ انسانیت صفحہ ۱۱۷
[2] نقوش رسول نمبر جلد چہارم صفحہ ۲۷۱ - ۲۷۳۔

جا کر ہم میں سے جو عزت والا ہے۔ وہ ذلیل کو نکال دے گا اس مجلس میں حضرت زید بن ارقم رض موجود تھے، وہ اس وقت بالکل بچے تھے۔ انہوں نے یہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دیا۔ لیکن جب عبداللہ بن اُبی سے پوچھا گیا تو اس نے انکار کر دیا اس لیے لوگوں نے زید رض پر شک کیا کہ انہوں نے غلط اطلاع پہنچائی ہے۔ مگر سورۂ منافقون کی آیت نمبر ۸ میں اللہ تعالیٰ نے تصدیق فرمائی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زید رض بن ارقم کو بلایا، مسکرا کر ان کا کان پکڑا اور فرمایا۔

"لڑکے کا کان سچا تھا"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان اپنے اندر جہاں شگفتگی اور واقعیت کی ایک دنیا لیے ہوئے ہے، وہاں علم بیان کی بلاغتوں کو بھی سمیٹے ہوئے ہے۔ مجاز مرسل میں بعض اوقات آلہ کہکر وہ چیزیں مراد لی جاتی ہیں، جن کے لیے وہ آلہ مخصوص ہو۔ اس فرمان میں "کان" سے سُنی ہوئی بات مراد ہے۔

(۴) مدینہ کے ایک انصاری نوجوان حضرت طلحہ رض بن البرا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے قبل ہی مسلمان ہو چکے تھے جب آپؐ ہجرت کر کے یثرب (جو آپؐ کی اقامت کی وجہ سے مدینۃ النبی بن گیا تھا) میں تشریف لائے تو طلحہ رض بھی آپؐ کی زیارت کیلئے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک دیکھتے ہی سو جان سے فدا ہو گئے اور اس قدر بے خود ہو گئے کہ بے اختیار آپؐ سے چمٹ گئے آپؐ کے ہاتھوں کو چوما اور عرض کیا۔

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ مجھے جو بھی حکم دیں گے میں اس کی تعمیل کروں گا اور آپؐ کے ارشاد کی بجا آوری میں ہرگز ہرگز کوئی

کوتاہی نہ کروں گا"

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کا جذبۂ عقیدت دیکھ کر متبسم ہو گئے اور ہنستے ہوئے فرمایا[1]

"جاؤ اور اپنے باپ کو قتل کر دو"

طلحہ رضؓ نے عرض کیا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی آپؐ کے ارشاد کی تعمیل کرتا ہوں یہ کہکر گھر کی طرف چلے۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً آواز دی،

"طلحہ واپس آؤ، میں قطع رحمی کے لیے مبعوث نہیں ہوا"

یہ پہلا امتحان تھا جس سے طلحہ رضؓ سرخرو ہوئے۔

(۵) دربار رسالت میں ایک بار اپنے سفر کی رُوداد سناتے ہوئے ایک صحابی نے عرض کیا۔ "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اس سفر میں مجھے میرے ایک بُت[2] نے بہت فائدہ دیا" صحابہ کرام رضؓ ایک مومن کی زبان سے ایسی غیر متوقع بات سُن کر سخت متعجب ہوئے اور حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔

"حیرت سے ایک نے پوچھا" بُت بھلا کیسے کسی کو نفع پہنچا سکتا ہے"

"مجھے تو میرے بُت نے خوب نفع پہنچایا" وُہ صاحب بولے۔

"ہم تمہاری بات سمجھنے سے قاصر ہیں" ایک صحابی نے کہا

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" یہ صاحب کہنے لگے" جب میں سفر پر روانہ

---

[1] رحمت دارینؐ کے سو شیدائی صفحہ ۵۹۱

[2] نقوش رسول نمبر جلد چہارم صفحہ ۱۷۲

ہوا تو زادِ راہ کے طور پر میرے پاس صرف ستو تھے۔ میں نے دوران سفر ان ستوؤں سے ایک بُت بنا لیا۔ اور بھوک لگنے پر زنبیل سے وہ کھانا نکال کر کھاتا رہا جو گھر سے خاص طور پر پکوا کر لایا تھا جب یہ کھانا ختم ہو گیا اور بھوک نے بے تاب کر دیا تو میں نے اپنے ستوؤں سے تیار کردہ بُت کو توڑا اور مزے مزے سے کھاتا رہا اس طرح بھوک میں مٹ گئی اور سفر بھی طے ہو گیا۔ یوں میرے بُت نے مجھے خوب نفع دیا،،
یہ سن کر صحابہ کرام رضؓ ہنسنے لگے اور انہیں ہنستے دیکھ کر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم بے اختیار مسکرا دیئے۔

(۶) ایک دن حضرت ام ایمن رضؓ (جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بچپن میں گود کھلایا تھا اور جنہیں آپؐ امی بعدامی فرمایا کرتے تھے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا[1]

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ایک اونٹ کی ضرورت ہے،،
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا "اونٹ کا آپ کیا کریں گی،،
ام ایمنؓ "یا رسول اللہؐ آج کل ہمارے پاس سواری کا کوئی جانور نہیں ہے۔ نہ گدھا نہ اونٹ کبھی دور کا سفر درپیش آ گئے تو بڑی دشواری ہوتی ہے"
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے متبسم ہو کر فرمایا "اچھا تو اونٹ کا ایک بچہ حاضر کیئے دیتا ہوں،،
ام ایمن رضؓ "یا رسولؐ اللہ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان جائیں اونٹ کے بچے کو لے کر میں کیا کروں گی۔ مجھے تو اونٹ چاہیئے اونٹ،،
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم "میں تو آپ کو اونٹ کا بچہ ہی دوں گا،،

---

[1] تذکار صحابیات صفحہ ۱۵۴

ام ایمنؓ "اونٹ کا بچہ بھلا کس کام کا؟ وہ میرا بوجھ بھی نہیں سہار سکیگا مجھے تو اونٹ عطا فرمائیے"

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم "آپ کو اونٹ کا بچہ ہی ملے گا۔ اور میں اس پر آپ کو سوار کروں گا۔ یہ فرما کر آپؐ نے ایک خادم کو اشارہ فرمایا وہ تھوڑی دیر میں ایک جوان فربہ اونٹ لے آئے اور اس کی مہار حضرت ام ایمن رض کے ہاتھ میں تھما دی۔ اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "ذرا دیکھئے تو یہی یہ اونٹ ہی کا بچہ ہے یا کچھ اور"، اب وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیف مزاح کی تہ تک پہنچیں اور بے اختیار ہنس دیں حاضرین مجلس بھی شگفتہ ہو گئے۔ اور دعائیں دیتی ہوئی رخصت ہو گئیں۔

(۷) ۸ھ؁ میں حنین میں جب گھمسان کا رن پڑا اور بہت سے مسلمان لشکری پیچھے ہٹ گئے تو حضرت ام سلیمؓ رض ہاتھ میں خنجر لیے شمع نبوت پر قربان ہونے کے لیے کمربستہ کھڑی تھیں اور حضرت ابو طلحہ رض (جو ان کے شوہر تھے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں بائیں ایسی وارفتگی سے لڑ رہے تھے۔ کہ سر پیر کا ہوش نہیں تھا ام سلیم رض پر نظر پڑی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام سلیم رض ہاتھ میں خنجر لیے کھڑی ہیں"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ام سلیم رض سے پوچھا "خنجر کیا کرو گی"،

انہوں نے جواب دیا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی مشرک قریب آیا تو اس کا پیٹ چاک کر دوں گی۔

لہ تیس پروانے شمع رسالت کے صفحہ ۱۹۰

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کا جواب سن کر متبسم ہو گئے۔

(۸) ابوطلحہؓ کے ایک کمسن فرزند ابوعمیرؓ تھے انہوں نے ایک خوش آواز پرندہ پال رکھا تھا۔ اتفاق سے وہ مر گیا۔ ننھے ابوعمیر کو بڑا صدمہ ہوا۔ اسی اثنا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ابوعمیر کا چہرہ اترا ہوا دیکھا تو حضرت ام سلیمؓ سے پوچھا: "کیا بات ہے آج ابوعمیر کچھ شکستہ ہے"۔ انہوں نے عرض کی، "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوعمیر کی چڑیا (نغیر) جس کے ساتھ وہ کھیلا کرتا تھا آج مر گئی ہے۔ اسی لیے غمگین ہے"۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوعمیر کو پاس بلایا اور اپنا دست شفقت ان کے سر پر رکھ کر فرمایا، "اے ابوعمیر تیری چڑیا کو کیا ہوا"۔

ابوعمیرؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سن کر ہنس پڑے اور پھر کھیل کود میں مشغول ہو گئے اس وقت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جملہ ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر گیا۔

(۹) حضرت ام سلمیٰؓ راوی ہیں کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت سے تقریباً ایک سال قبل حضرت ابوبکرؓ تجارت کے لیے بصرہ گئے ان کے ہمراہ حضرت نعمان (جنہیں نعیمان رضہ بھی کہتے ہیں) اور حضرت سویبطؓ بھی تھے ان میں سے حضرت نعمان بہت ظریف الطبع تھے۔ دوران سفر ایک روز حضرت نعمانؓ نے حضرت سویبطؓ سے کھانا مانگا اس وقت حضرت ابوبکرؓ وہاں موجود نہ تھے۔ سویبطؓ نے کہا کہ حضرت ابوبکرؓ کے آنے پر دوں گا

لہ نفیس پروانے شمع رسالت کے صفحہ ۹۵/۹۶

سلہ حیات الصحابہ جلد ہفتم صفحہ ۶۷۶ - ۶۷۷

حضرت نعمان رضؓ نے کہا اچھا میں تمہیں دیکھ لوں گا۔
یہ قافلہ چلتا رہا۔ اور کچھ دیر کے بعد اس کا گزر ایک قبیلہ کے پاس سے ہوا تو حضرت نعمان رضؓ نے وہاں کے لوگوں سے کہا ،، بھائیوں میرے پاس ایک غلام ہے۔ جسے میں فروخت کرنا چاہتا ہوں ، اگر تم خریدنا چاہو تو لے لو۔ یُوں تو اس میں سب خوبیاں ہیں مگر اس میں ایک بات ناپسندیدہ بھی ہے،،
،،وہ کون سی ؟ ایک آدمی نے پوچھا۔
نعمان رضؓ نے کہا ،، وُہ خود کو آزاد کہتا رہے گا۔ لیکن تم اسے چھوڑنا نہیں ،،
غلام کی قیمت کے متعلق تھوڑی سی ردّوکد کرنے کے بعد دس اونٹوں پر معاملہ طے ہو گیا اور ان لوگوں نے نعمان رضؓ کے ساتھ آکر سویبط رضؓ کے گلے میں چادر ڈال دی۔ یہ بیچارے حیران رہ گئے۔ لیکن خریداروں نے جب گھسیٹا تو بے اختیار چیخنے لگے۔ اور زور زور سے پکارے ،، میں آزاد ہوں۔ میں آزاد ہوں،، مگر وہاں کون سنتا تھا انہوں نے نہایت بے پروائی سے کہا ،، ہمیں تمہاری اس بات کا علم ہے،،
اسی کھینچا تانی میں حضرت ابوبکر رضؓ بھی آپہنچے اور جب انہیں اصل بات کا علم ہوُا تو انہوں نے خریداروں کے اونٹ واپس کر کے سویبط رضؓ کی جان چھڑائی۔
جب یہ حضرات مدینہ منوّرہ آئے اور یہ قصہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا تو آپؐ اسے سُن کر خوب مسکرائے۔

(۱۰) سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عبداللہ رضؓ بن رواحہ کے اشعار اس قدر پسند تھے کہ آپؐ نے کئی موقعوں پر اپنی زبان مبارک سے ان کے بعض اشعار دہرائے مسجد نبوی کی تعمیر کے وقت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کا ایک شعر پڑھتے ہوئے گارا اور مٹی اٹھاتے تھے ،، صحیح بخاری میں حضرت انسؓ

بن مالک سے روایت ہے کہ غزوہ احزاب میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم خندق کھودنے، پتھر توڑنے اور مٹی ہٹانے میں بنفس نفیس حصہ لیتے تھے۔ اس وقت آپؐ عبداللہ بن رواحہ کے یہ اشعارؓ باواز بلند پڑھ رہے تھے۔

اللھم لولا انت ما اھتدینا
ولا تصدقنا ولا صلینا
فانزلن سکینۃ علینا
وثبت الاقدام ان لا قینا
ان الاعداء قد بغوا علینا
اذا ارادوا فتنۃ ابینا

ترجمہ: الٰہی تیری مدد نہ ہوتی تو ہم کو ہدایت کہاں ملتی نہ ہم زکوٰۃ دیتے اور نہ ہم نماز پڑھتے اے اللہ تو ہم پر اپنی تسکین نازل فرما اور لڑائی میں ہم کو ثابت قدم رکھ یہ دشمن ہم پر بلاوجہ ظلم سے چڑھ آئے ہیں۔
جب وہ فتنہ کا ارادہ کریں گے تو ہم اس کا انکار کر دیں گے۔

ایک دفعہ حضرت عبداللہؓ بن رواحہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر مشرکین کی ہجو میں کچھ فی البدیہہ اشعار کہے تو آپؐ متبسم ہو گئے اور حضرت عبداللہؓ کو دعا دی کہ اللہ تم کو ثابت قدم رکھے۔

(۱۱) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میں ایک سفر میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھی دوران سفر آپؐ نے مجھ سے فرمایا آؤ دوڑ لگائیں۔ میں

۱؎ خیر البشرؐ کے چالیس جانثار صفحہ ۳۱۱ - ۳۱۲
۲؎ حیات الصحابہ جلد ہفتم صفحہ ۶۷۲ - ۶۷۳

اس وقت دبلی پتلی تھی اس لیے میں آپؐ سے دوڑنے میں آگے نکل گئی پھر ایک وقت آیا جب فربہ ہو گئی تھی تو ایک روز آپؐ نے فرمایا، "عائشہ آؤ دوڑ لگائیں" چنانچہ ہم دوڑے لیکن میں پیچھے رہ گئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم آگے نکل گئے پھر آپؐ نے مسکراتے ہوئے فرمایا "یہ اس دن کا بدلہ ہے"۔

(۱۲) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ ایک روز سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی بات پر بلند آواز سے بات کر رہی تھیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کاشانہ مبارک میں داخل ہوئے اور اپنی بیٹی کو یوں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے شوخی کرتے ہوئے دیکھ کر انہیں سزا دینے کے لیے آگے بڑھے لیکن آپؐ دونوں کے بیچ میں آگئے اور ابوبکر رضؓ سر جھکائے ہوئے گھر سے باہر چلے گئے آپؐ نے مسکراتے ہوئے حضرت عائشہ رضؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا، "دیکھا کیسے بچا لیا ہم نے تمہیں اس آدمی سے"

حضرت عائشہ رضؓ نے سر جھکا لیا۔

(۱۳) حضرت ابن عباس رضؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار اپنی بیویوں میں سے کسی کو ایک لمبا چوڑا کپڑا پہنایا اور فرمایا "اسے پہن اور اللہ کی تعریف کر اور اپنے دامن کو اس طرح کھینچتی چل جیسا کہ دلہن کھینچتی ہے"

(۱۴) حضرت عبدالرحمٰن رضؓ بن عوف روایت کرتے ہیں کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے مذاق سے بھی محظوظ ہوا کرتے تھے انہوں نے اپنا ایک

لہ لہ حیات الصحابہ جلد ہفتم صفحہ ۲۶۷ - ۲۶۷
سہ نقوش رسول نمبر جلد چہارم صفحہ ۲۷۱ - ۲۷۲ -

واقعہ بیان کرتے ہوئے بتایا کہ غزوۂ تبوک کے دوران حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک بالکل چھوٹے سے خیمے میں تشریف فرما تھے۔ میں نے آپؐ کو باہر سے سلام عرض کیا تو آپؐ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا "اندر آجاؤ"۔
میں نے عرض کیا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا پورا ہی آجاؤں"۔ فرمایا "ہاں پورے ہی آجاؤ"۔
میں خیمے کے اندر داخل ہوا تو آپؐ مسکرا رہے تھے۔[1]

(۱۵) ایک[2] دن ایک شخص سے مخاطب ہو کر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا۔
"بتاؤ تمہارے ماموں کی بہن تمہاری کیا لگی"۔
وہ آدمی بہت سادہ دل تھا گہری سوچ میں کھو گیا اور کافی دیر تک سر جھکائے سوچتا رہا۔ آپؐ اسے یوں پریشان دیکھ کر مسکرا دیئے اور فرمایا۔
"ہوش کر کیا تجھے تیری ماں یاد نہیں رہی؟"

(۱۶) ایک مرتبہ ایک اعرابی مدینہ منورہ میں آیا اور اونٹنی کا زانو باندھنے کے بعد مسجد نبوی میں جا کر سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز ادا کی اور نماز سے فارغ ہو کر باہر آیا۔ اس نے اپنی اونٹنی کا زانو کھولا۔ اس پر سوار ہوا اور بلند آواز سے بولا۔
"اے ربِ ذوالجلال مجھ پر رحم فرما اور سرور کائنات پر اور ہمارے سوا کسی اور کو اس میں شریک نہ کرنا"۔
یہ کلمات سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکراتے ہوئے صحابہ کرام رضہ سے

---

[1][2] نقوش رسول نمبر جلد چہارم صفحہ ۲۷۱ - ۲۷۲

مخاطب ہو کر فرمایا "تم اس (دیہقانی) اور اونٹ میں سے کسے زیادہ ناسمجھ کہو گے تم نے سنا اس نے کیا کہا ہے؟" صحابہ کرام رض بھی مسکرائے اور عرض کیا "جی ہاں سُنا"

(۱۷) ایک دفعہ ایک عورت[1] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی آپؐ نے اس کے شوہر کی بابت دریافت فرمایا تو اس نام بتایا جس پر آپؐ نے فرمایا۔

"وُہی جس کی آنکھوں میں سفیدی ہے؟"

عورت خاموش رہی اور جب اپنے گھر واپس پہنچی تو اپنے شوہر کی آنکھوں کو غور سے دیکھنے لگی وہ بیچارہ حیران رہ گیا اور فرطِ تعجب سے بولا "اے نیک بخت تجھے کیا ہو گیا ہے۔ یوں تو دیوانوں کی طرح میری آنکھوں کو دیکھ رہی ہے"

عورت کچھ جھینپ سی گئی اور بولی "رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے آپ کے متعلق دریافت فرمایا اور جب میں نے آپ کے سوال کا جواب دیا تو فرمایا۔

"وُہی جس کی آنکھوں میں سفیدی ہے"

اپنی بیوی کو یہ بات سُن کر وہ آدمی مسکرایا اور بولا "کیا میری آنکھوں میں سفیدی سیاہی سے زیادہ نہیں ہے؟"

اب بیوی کی سمجھ میں آیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسا لطیف مزاح فرمایا تھا۔

---

[1] نقوش رسول نمبر جلد چہارم صفحہ ۲۶۹، ۷۰

(۱۸) آپؐ اپنے اصحاب کو اکثر مزاحاً مختلف القابات سے بھی نوازا کرتے تھے حضرت انس رضؓ سے مزاح کے طور پر فرمایا، "یا ذوالاذنین (اے دو کانوں والے)

(۱۹) اسی طرح حضرت عبدالرحمٰن رضؓ کو ابو ہریرہؓ (بلی کا باپ) فرمایا کیونکہ انہوں نے ایک بلی پال رکھی تھی۔ یہ لقب اس قدر مشہور ہوا کہ لوگوں کو ان کا اصل نام تک یاد نہ رہا۔

گریہ

دلخراش منظر کو دیکھ کر آپؐ پر رقت طاری ہو جاتی تھی مبارک آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے لیکن رونے کی آواز بلند نہیں ہوتی تھی۔ آپؐ بہت ہی نرم مزاج تھے، اور دوسروں کو دکھ میں دیکھ کر مضطرب ہو جاتے تھے۔

(۱) قریش جب میدان اُحد سے واپس چلے گئے اور مسلمان اپنے شہداء کی تجہیز و تکفین کی طرف متوجہ ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ مکہ سے جوان رعنا مصعبؓ[1] چہرہ کے بل گرے ہوئے خاک و خون میں غلطاں ہیں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی شہادت سے سخت صدمہ پہنچا آپؐ اس پیکر علم و عمل کی لاش کے قریب کھڑے ہو گئے اور یہ آیت تلاوت فرمائی۔

---

[1] تیس پروانے شمع رسالت کے صفحہ ۹۳ - ۹۴

ترجمہ:- مومنین میں سے بعض ایسے بھی ہیں کہ انہوں نے اللہ سے جو عہد کیا اسے سچا کر دکھایا
بعض ان میں سے اپنی مدت پوری کر چکے ہیں، اور بعض ابھی انتظار کر رہے ہیں
اور اپنے ارادہ میں کوئی تغیر و تبدل نہیں کیا"
اس کے بعد آپؐ نے آبدیدہ ہو کر فرمایا،،

"میں نے مکہ میں تمہارے جیسا حسین اور خوش لباس اور کوئی نہ دیکھا تھا لیکن آج دیکھتا ہوں کہ تمہارے بال گرد آلود اور اُلجھے ہوئے ہیں اور تمہارے جسم پر صرف ایک چادر ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ تم قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو گے"

پھر آپؐ نے حضرت مصعبؓ کی تکفین کا حکم دیا اس شہید راہ حق کی چادر اتنی چھوٹی تھی اس سے سر ڈھانپا جاتا تو پاؤں کھل جاتے اور پاؤں ڈھانپے جاتے تو سر ننگا ہو جاتا۔ بالآخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سر چادر سے ڈھانپ دو اور پاؤں کو اذخر گھاس سے چھپا کر اس شہید حق کو سپرد خاک کر دو۔ چنانچہ صحابہؓ نے اس حکم کی تعمیل کی۔

(۲) سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے اور بہت سے جانثار بھی حاضر تھے اتنے میں کسی نے آکر عرض کیا۔
"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سعدؓ بن عبادہ سخت بیمار ہیں"،

آپؐ یہ خبر سن کر مضطرب ہو گئے اور صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت کے ساتھ سید الخزرج حضرت سعدؓ بن عبادہ کے گھر تشریف لے گئے۔ جن پر اس وقت بے ہوشی طاری تھی۔ اور انہیں کسی چیز کا ہوش تک نہ تھا۔ بعض لوگوں کا خیال تھا کہ ان کی رُوح پرواز کر گئی ہے۔ لیکن ابھی ان میں جان تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی ان کے گھر تشریف لایا کرتے تھے تو وہ

ہنستے مسکراتے ہوئے آپؐ کا استقبال کیا کرتے تھے۔ لیکن آج ان کی ایسی حالت دیکھ کر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت صدمہ ہوا اور آپؐ پر رقت طاری ہو گئی آپؐ کی مبارک آنکھوں سے آنسو بہتے دیکھ کر صحابہ کرام رضؓ بھی رونے لگے اور سارا ماحول انتہائی غم زدہ ہو گیا تاہم آپؐ نے حاضرین کو حوصلہ اور دلاسا دیا اور حضرت سعدرضؓ کے لیے دُعا صحت فرمائی اور چشم اشکبار اور دلِ فگار کے ساتھ واپس تشریف لے گئے۔

(۳) حضرت انسؓ بن مالک انصاری راوی ہیں کہ کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، قیامت کب آئیگی۔"

آپؐ نے اس سے دریافت فرمایا "تم نے قیامت کے لیے کون سا سامان جمع کیا ہے (یعنی کونسی نیکیاں کی ہیں)"۔

عرض کیا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اور کچھ نہیں کر سکا البتہ اللہ اور اس کے رسولؐ کو محبوب رکھتا ہوں"۔

فرمایا "بس جس سے محبت رکھتے ہو اسی کے ساتھ تمہارا حشر ہو گا"۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سُن کر ہمیں جتنی خوشی ہوئی کبھی کسی دوسری بات سے نہیں ہوئی۔

(۴) یہ ماہ ذی قعدہ ۵ھ[1] کا ایک سوگوار دن تھا جب چشم فلک نے دیکھا کہ مسجد نبوی میں استادہ ایک خیمے کے اندر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز تھے اور نورانی صورت دوہرے بدن دراز قد والے رئیس الاوس حضرت سعدرضؓ بن معاذ آپؐ کے زانوئے اقدس پر سر رکھے ابدی نیند سو رہے ہیں۔

---

[1] تیئیس پروانے شمع رسالت کے صفحہ ۲۳۵-۲۳۶

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے سیل اشک رواں تھے اتنے میں صدیق اکبرؓ آتے ہیں اور یہ دلخراش منظر دیکھ کر ان کی چیخ نکل جاتی ہے اس کے ساتھ ہی بے اختیار ان کے منہ سے نکلتا ہے "ہائے میری کمر ٹوٹ گئی" حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "ابوبکر ایسا نہ کرو" اُدھر حضرت فاروقؓ بھی موجود ہیں شدت گریہ سے ان کی آواز گلو گیر ہو گئی ہے اور وہ بار بار انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھ رہے ہیں دوسرے صحابہ کرامؓ بھی شدت غم سے نڈھال ہیں اس ابدی سونے والے کا جنازہ اس شان سے اٹھتا ہے کہ اللہ کے ہزاروں پاکباز ترین بندے جن میں خود رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل ہیں اس کو باری باری کندھا دے رہے ہیں۔ کہ ایک طرف سے آواز آتی ہے کہ نعش تو بے حد ہلکی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "ہاں جنازہ فرشتوں نے اٹھا رکھا ہے" ادھر قبرستان بقیع میں ابوسعید خدریؓ قبر کھود رہے ہیں اور فرما رہے ہیں۔

"واللہ مجھے اس میں مشک کی خوشبو آرہی ہے"

تدفین سے فارغ ہونے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لاتے ہیں دیکھنے والے یہ دیکھ کر مبہوت رہ جاتے ہیں کہ محسن انسانیت ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم حزن و ملال کے پیکر بنے ہوئے ہیں ریش مبارک ہاتھ میں ہے اور آنکھوں سے مسلسل آنسو گر کر اسے تر کر رہے ہیں۔ اور زبان رسالتؐ سے یہ الفاظ ادا ہوتے ہیں کہ

"مرنے والے کی موت پر عرش رحمٰن لرز اٹھا اور آسمان کے دروازے اس کی روح کے لیے کشادہ کر دیئے گئے اور ستر ہزار فرشتے اس کے جنازے میں شریک ہوئے"

(۵) حضرت اسامہ بن زیدرضؓ فرماتے ہیں کہ جب میرے والد شہید کر دیئے

گئے (وہ جنگ موتہ میں بحیثیت سالار لشکر شہید ہوئے تھے) تو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے جب مجھے دیکھا تو آپؐ کی مبارک آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔ جب میں دوسرے دن آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپؐ نے مجھے دیکھ کر فرمایا تجھے دیکھ کر آج بھی وہی رنج ہوا جو کل تمہیں دیکھ کر ہوا تھا۔ لہ

حضرت زیدرضؓ کی بیٹی (اپنے والد کی شہادت کے بعد) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر بلبلا کر رو پڑیں۔ تو آپؐ بھی رونے لگے اور یہاں تک روئے کہ آپؐ کی آواز نکل گئی یہ دیکھ کر حضرت سعدرضؓ بن عبادہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیا؟ فرمایا۔

"یہ حبیبؐ کا اپنے حبیبؓ کے ساتھ شوق ہے"

(یعنی حضرت زیدرضؓ کی محبت کی وجہ سے ایسا ہوا ہے)

(۶) حضرت عبد اللہؓ ابن مسعود فرماتے ہیں۔ کہ ایک بار مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مجھے قرآن سناؤ"۔ میں نے عرض کیا "میں اور آپؐ کے سننے کے لیے قرآن پڑھوں حالانکہ قرآن آپؐ ہی پر نازل ہوا ہے"۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مجھے یہ بات زیادہ محبوب ہے۔ کہ میں اپنے غیر سے (یعنی دوسرے سے) قرآن سنوں"۔

حضرت عبد اللہ رضؓ ابن مسعود فرماتے ہیں۔ میں نے سورۂ النسآء پڑھی جب میں اس آیت پر پہنچا "فکیف اذ جئنا من کل امۃ بشھید وجئنا بک

لہ حیات الصحابہ جلد ہفتم صفحہ ۶۹۲۔

لہ حیات الصحابہ جلد ہفتم صفحہ ۷۲۸ ، ۷۲۹

عَلٰی هٰٓؤُلَآءِ شَهِیْدًا ؕ

ترجمہ:۔ (سو اس وقت بھی کیا حال ہوگا جب کہ ہم ہر ہر امت میں سے ایک ایک گواہ کو حاضر کریں گے اور آپ کو بھی ان لوگوں پر گواہی دینے کے لیے حاضر کریں گے)

تو آپؐ نے فرمایا "کافی ہے"

جب میں نے آپؐ کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا تو آپؐ کی دونوں مبارک آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

(۷) اوائل ۲ھ میں حضرت عثمان رضؓ بن مظعون کی وفات ہو گئی اور جب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ملی تو آپؐ حضرت ام العلا انصاریہؓ کے گھر تشریف لے گئے جہاں انہوں نے وفات پائی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی میت کو دیکھ کر آبدیدہ ہو گئے اور آپؐ نے تین مرتبہ جھک کر میت کی پیشانی کو بوسہ دیا اس وقت آپؐ کی مبارک آنکھوں سے[1] آنسو بہہ رہے تھے۔ جن سے حضرت عثمان رضؓ کا چہرہ تر ہو رہا تھا۔ پھر آپؐ نے فرمایا۔

"عثمان رضؓ میں تم سے جدا ہوتا ہوں تم دنیا سے اس طرح رخصت ہوئے کہ تمہارا دامن ذرہ برابر اس سے آلودہ نہ ہوا"

یہ فرماتے ہوئے آپؐ کی آواز بھر آ گئی وہاں موجود دوسرے لوگ بھی آہیں اور سسکیاں بھر رہے تھے۔ کسی نے آپؐ سے عرض کیا۔

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ان کو کہاں دفن کیا جائے"

اسی وقت مدینہ میں مسلمانوں کا کوئی خاص قبرستان نہیں تھا۔ سرور عالم

---

[1] تیس پروانے شمع رسالت کے صفحہ ۱۹۳، ۱۹۴

صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوڑی دیر تک سوچنے کے بعد فرمایا

"ان کی قبر بقیع میں کھودو"

چنانچہ ان کی قبر بقیع میں کھودی گئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے جنازے کے ساتھ وہاں تشریف لے گئے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور جب تدفین مکمل ہوگئی تو آپؐ نے قبر کے سرہانے ایک پتھر لگاتے ہوئے فرمایا۔

"آج سے میں بقیع کو مسلمانوں کا قبرستان قرار دیتا ہوں آئندہ جو بھی مسلمان مدینہ میں وفات پائے وہ یہیں دفن ہوگا"

آپؐ کی شفقت، رحمت اور محبّت

چونکہ آپؐ رحمۃ للعالمین تھے اس لیے آپؐ کا اخلاق سراسر رحمت تھا اور جو شخص آپؐ سے ایک بار ملاقات کرتا اسے جدا ہونا گوارا نہ ہوتا تھا۔

(۱) حضرت ابوہریرہ رضؓ بیان کرتے ہیں کہ "ایک دن میں بے حد بھوکا تھا۔ اور میں نے شدت گرسنگی سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھ رکھے تھے۔ اور میں راستے پر بیٹھا تھا۔ جدھر سے لوگ آتے جاتے تھے اتنے میں ابوبکر رضؓ وہاں سے گذرے میں نے اُن سے قرآن مجید کی ایک آیت پوچھی اور میرا مطلب یہ تھا کہ شاید وہ مجھے بھی اپنے ساتھ لیتے جائیں۔ مگر وہ چلے گئے پھر عمر رضؓ گزرے ان سے بھی میں نے ایک آیت اس نیت سے پوچھی مگر وہ بھی چلے گئے پھر ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور مجھے دیکھ کر مسکرانے لگے اور آپؐ نے میرے بشرے سے میری حالت سمجھ لی اور کہا "ابوہریرہ رضؓ"

ؔ نقوش رسول نمبر جلد چہارم صفحہ ۲۰۷ - ۲۰۸

"میں نے کہا "بے شک یا رسول اللہ" آپؐ نے فرمایا، چلو، میں بھی آپ کے ہمراہ چلا پھر جب آپ مکان پر پہنچے۔ تو آپؐ نے میرے لیے اندر آنے کی اجازت چاہی۔ اجازت لے کر میں بھی اندر گیا وہاں ایک برتن میں دودھ رکھا تھا۔ آپؐ نے پوچھا کہ "دودھ کیسا ہے اور کہاں سے آیا ہے" معلوم ہوا کہ فلاں شخص نے آپؐ کے لیے بھیجا ہے۔ آپؐ نے مجھ سے کہا "ابوہریرہ رضہ اہل صُفہ کو بلاؤ" اور اہل صفہ وُہ لوگ تھے جن کا گھر بار نہ تھا۔ جب کوئی چیز خیرات یا صدقہ کے طور پر آپؐ کے پاس آتی تھی تو آپؐ وُہ سب کی سب انہی لوگوں کو بھیج دیتے تھے اور اگر تحفتہً آتی تھی تو آپؐ ان لوگوں کو بُلا کر اُس کو ان میں بانٹ دیتے تھے۔ اور خود بھی ان کے ساتھ شریک ہو جاتے تھے مگر اس وقت مجھے ان لوگوں کا بُلانا ناگوار گذرا۔ اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ اس کا اہل صفہ کی نسبت تو میں زیادہ مستحق ہوں کہ اگر اس میں سے تھوڑا سا پی لوں تو ذرا جان میں جان آجائے مگر خیر قہر درویش برجان درویش میں ان کو بُلا لایا جب وُہ لوگ آ گئے تو آپؐ نے مجھے ان کو دودھ پلانے کا حکم دیا۔ مجھے امید نہ رہی کہ اس میں سے مجھے بھی کچھ ملیگا مگر فرمان برداری اور اطاعت کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ پس میں نے پیالہ لے کر ان میں سے ایک ایک کو دُودھ پلانا شروع کیا جب ایک آدمی سیر ہو کر پی لیتا تھا۔ تو وُہ پیالہ مجھے واپس کر دیتا تھا۔ میں دوسرے کو دے دیتا تھا۔ یہاں تک کہ اس طرح میں نے سب کو دودھ پلایا۔ اور میں آپؐ تک پہنچ گیا۔ آپؐ نے پیالہ مجھ سے لے کر اسے اپنے ہاتھ پر رکھ لیا اور میری طرف دیکھ کر مُسکرائے اور فرمایا، "ابوہریرہ رضہ اب میں اور تم باقی رہ گئے" میں نے عرض کیا "جی ہاں یا رسول اللہؐ" آپؐ نے فرمایا، "بیٹھ جاؤ اور پیو" میں بیٹھ گیا اور پیالہ لے کر دودھ پینا شروع کر دیا۔ پی چکا تو

آپؐ نے فرمایا اور پیو" میں نے اور پیا آپؐ نے فرمایا" اور پیو" یہاں تک کہ میں نے عرض کیا اے خدائے لایزال اب تو بالکل گنجائش نہیں رہی" آپؐ نے کہا" اچھا اب مجھے دے دو" میں نے پیالہ پیش کیا آپؐ نے اسے لے کر بسم اللہ کی اور خدا کا شکر ادا کیا اور پھر سب کا پس ماندہ دودھ نوش فرمایا (بخاری ص ۹۵۶)

سبحان اللہ کس قدر محبت اور ایثار تواضع اور انکسار کا ثبوت اس سے واقع سے ملتا ہے۔ اور حالت یہ تھی کہ ایسے واقعات ہر روز ہی پیش آتے رہتے تھے۔ یہ ہجرت کے بعد کا واقعہ ہے۔

(۲) ایک سفر کے دوران آپؐ چند دوستوں کی معیت میں تھے۔ انہوں نے صحرا میں ملنے والے ایک گڈریے سے بھیڑ خریدی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک رفیق سفر نے کہا" میں بھیڑ کو ذبح کر لیتا ہوں"

"تو میں اس کی کھال اتار دوں گا" دوسرے نے ذمہ داری کی۔ تیسرے صحابی نے گوشت پکانے اور کھانا تیار کرنے کی ہامی بھری ہر ایک نے کچھ نہ کچھ کام اپنے ذمے لے لیا۔ تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا" میں جا کر خشک لکڑیاں اکٹھی کرتا ہوں۔" تمام صحابہ نے جو موجود تھے۔ کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کام بھی ہم سب کئے لیتے ہیں۔ مگر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" میں لکڑیاں ضرور لاؤں گا یہ مناسب معلوم نہیں ہوتا کہ آپ سب لوگ تو کام کریں اور میں کوئی مدد نہ کروں"

لہ نقوش رسول نمبر جلد دوم صفحہ - ۶۶

(۲) سفر کے دوران آپؐ ہر فرد کے ساتھ رابطہ رکھتے اور بار بار لوگوں کے پاس جاتے تاکہ وہ خوش رہیں۔ ایسے ہی ایک موقع پر وہ اپنے پُرانے دوست حضرت جابرؓ کے پاس گئے جو اپنے بوڑھے اونٹ پر سوار جا رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود پر اس طرح سنجیدگی طاری کر لی کہ کوئی بھی دیکھنے والا سمجھ سکتا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مذاق فرما رہے ہیں۔ پھر انہوں نے جابرؓ سے پوچھا" کیا تم اپنا اونٹ میرے ہاتھ فروخت کرنا چاہتے ہو"

"ہاں، مگر ایک شرط پر کہ میں اونٹ مدینہ واپس جا کر آپؐ کے سپرد کروں گا"

جابرؓ نے جواب دیا

"پھر لو گے کیا؟"

"آپ بتائیے"

"ایک درہم میں بیچو گے؟" رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا۔

"اے اللہ کے نبیؐ! آپ مجھے لوٹنا چاہتے ہیں" جابرؓ پکارے

"تو چلو دو درہم لے لو"

"ہرگز نہیں"

"تو تین چار پانچ"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیمت بڑھائی اور بالآخر چالیس درہم تک پہنچ گئے اور حضرت جابرؓ رضامند ہو گئے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند اِدھر اُدھر کی باتیں کیں اور قافلے میں کسی اور شخص سے ملاقات کے لیے روانہ ہو گئے مدینہ پہنچ کر جابرؓ نے اپنی زوجہ سے تمام ماجرا کہہ سنایا اور

ل نقوش رسول نمبر جلد دوم صفحہ ۶۵۹، ۶۶۰

بتایا کہ کس طرح دورانِ سفر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خوشگوار ملاقات ہوئی تھی۔ وہ نیک بخت کچھ زیادہ ہی محتاط تھی۔ اور اس نے حضرت جابرؓ سے اصرار کیا کہ وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو مذاق تصوّر نہ کریں بلکہ اونٹ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر لے جائیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ملی۔ تو مسکرائے اور انہوں نے اپنے خزانچی کو حکم دیا کہ جابرؓ کو چالیس درہم ادا کر دیئے جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ اونٹ بھی بطور تحفہ جابرؓ کے حوالے کر دیا۔ یہ اونٹ اس کے بعد بھی کئی سال تک حضرت جابرؓ کے پاس رہا۔ جب بھی حضرت جابرؓ کو اس واقعہ کو یاد آتی۔ اور وہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس یادگار تحفے کو دیکھتے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد میں کھو جاتے۔

(۴) صحیح بخاری میں سہل بن سعد ساعدیؓ سے مروی ہے۔ کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ بنی عمرو بن عوف میں صلح کرانے کے واسطے تشریف لے گئے جب نماز کا وقت ہوا موذن نے صدیق اکبرؓ سے پوچھ کر اقامت کہی اور انہوں نے امامت کی اس عرصہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف فرما ہو گئے اور صف میں قیام فرمایا جب نمازیوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو دستک دینے لگے اس غرض سے کہ صدیق اکبرؓ خبردار ہو جائیں کیونکہ ان کی عادت تھی کہ نماز میں کسی طرف نہ دیکھتے تھے۔ جب صدیق اکبرؓ نے دستک کی آواز سنی تو گوشۂ چشم سے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں لہذا پیچھے ہٹنے کا قصد کیا اور اس پر آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اپنی

لہ نقوش رسول نمبر جلد چہارم صفحہ ۶۸۴

ہی جگہ پر قائم رہو۔ صدیق اکبرؓ نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور اس نوازش پر کہ آپؐ نے مجھے امامت کا حکم فرمایا اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا اور پیچھے ہٹ کر صف میں کھڑے ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ اے ابوبکر جب میں خود تمہیں حکم کر چکا تھا تو تم کو اپنی جگہ پر کھڑے رہنے سے کون سی چیز مانع ہوئی تھی عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابی قحافہ کا بیٹا اس لائق نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے بڑھ کر نماز پڑھائے۔

(۵) زرقانی[1] نے شرح مواہب اللدنیہ میں یہ حدیث نقل کی ہے کہ اسلع بن شریکؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی پر کجاوہ باندھا کرتا تھا۔ ایک رات مجھے نہانے کی حاجت ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کوچ کا ارادہ فرمایا اس وقت مجھے نہایت تردّد ہوا کہ اگر ٹھنڈے پانی سے نہا دوں تو مارے سردی کے مر جانے یا بیمار ہو جانے کا خوف ہے اور یہ بھی گوارا نہیں کہ ایسی حالت میں خاص سواری مبارک کا کجاوہ اونٹنی پر باندھوں مجبوراً کسی شخص انصاری سے کہہ دیا کہ کجاوہ باندھے۔ پھر میں نے چند پتھر رکھ کر پانی گرم کیا اور نہا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضؓ سے جا ملا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اسلع کیا سبب ہے کہ تمہارے کجاوے کو میں متغیر پاتا ہوں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے نہیں باندھا تھا۔ فرمایا کیوں۔ عرض کیا اسی وقت مجھے نہانے کی حاجت تھی۔ اور ٹھنڈے پانی سے نہانے میں جان کا خوف تھا اس لیے کسی اور کو باندھنے

---

[1] نقوش رسول نمبر جلد چہارم صفحہ ۶۹۴

کے لیے کہہ دیا تھا۔ اسلع رضؓ کہتے ہیں کہ اس کے بعد آیت تیمم نازل ہوئی تھی۔

(۶) حُنین وطائف کے معرکہ کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت تقسیم کیا تو مولفۃ القلوب کی قرآنی مد کے تحت نومسلم رؤسائے مکہ کو اس میں بہت سا حصہ دیا تاکہ ان کے دل مزید نرم ہوں اور وُہ احسان کے رشتے سے اسلامی ریاست کے ساتھ مربوط ہو جائیں انصار میں کچھ لوگوں نے عجیب سے احساسات کی رُو دوڑا دی کہا گیا کہ۔

"رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے قریش کو خوب انعامات دیئے اور ہمیں محروم رکھا حالانکہ ہماری تلواروں سے اب تک خون کی بوندیں ٹپک رہی ہیں"

"مشکلات میں ہم یاد آتے ہیں اور حاصل غنیمت دوسرے لوگ لے جاتے ہیں"

یہ چرچے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کانوں تک بھی پہنچے ایک چرمی خیمہ نصب کیا گیا اور اس میں انصار کا اجماع بلایا گیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ تم لوگوں نے ایسی اور ایسی باتیں کہی ہیں؟ جواب ملا کہ "آپؐ نے جو کچھ سُنا وُہ صحیح ہے۔ مگر یہ باتیں ہم میں سے ذمہ دار لوگوں نے نہیں کیں کچھ نوجوانوں نے ایسے فقرے کہے ہیں"

واقعہ کی تحقیق کے بعد آپؐ نے یہ تقریر کی۔

"کیا یہ سچ نہیں ہے کہ تم لوگ پہلے گمراہ تھے۔ خدا نے میرے ذریعے سے تم کو ہدایت دی؟ تم منتشر اور پراگندہ تھے۔ خدا نے میرے ذریعے سے

لہ محسن انسانیت صفحہ ۱۰۱، ۱۰۲۔

تم کو متحد اور متفق کیا؟

تم مفلس تھے خدا نے میرے ذریعے سے تم کو آسودہ حال کیا؟

(ہر سوال پر انصار کہتے جاتے تھے کہ بلاشبہ اللہ اور رسولؐ کا بہت بڑا احسان ہم پر ہے)

"نہیں، تم یہ جواب دو کہ اے محمدؐ، تم کو جب لوگوں نے جھٹلایا تو ہم نے تمہاری تصدیق کی تم کو جب لوگوں نے چھوڑ دیا تو ہم نے پناہ دی، تم جب مفلس ہو کر آئے تھے تو ہم نے ہر طرح کی مدد کی، تم جواب میں یہ کہتے جاؤ اور میں یہ کہتا جاؤں گا کہ ہاں تم سچ کہتے ہو۔ لیکن اے گروہ انصار! کیا تم کو یہ پسند نہیں کہ لوگ اونٹ اور بکریاں لے جائیں اور تم محمدؐ کو لے کر اپنے گھروں کو جاؤ"

انصار یہ سن کر بے اختیار چیخ اٹھے کہ "ہم کو صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم درکار ہیں"، رقت قلب سے ان کے آنسو جاری تھے اور ان سے ڈاڑھیاں بھیگ رہی تھیں۔

انصار[1] میں سے بعض کو خیال ہو گیا تھا کہ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شاید مدینہ منورہ نہ جائیں اور مکہ مکرمہ میں ہی قیام فرما رہیں اس تاثر نے ان میں شدید پریشانی اور دل شکستگی پیدا کی اور ان کی زبان پر ایک ایسی بات آئی جسے ان کی فطری روح ایثار سے کوئی مناسبت نہ تھی۔ مگر آپؐ کے صرف اس ارشاد نے کہ آپؐ انصار کے ساتھ جائیں گے ان کے دامن قلب سے تمام بے چینیوں پریشانیوں اور اضطراب افزائیوں کو دھو ڈالا اور وہ کاملاً آسودہ اطمینان ہو گئے

---

[1] رسول رحمت صفحہ ۴۶۳

(۷) حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک یہودی کے (جس کا نام سخنہ تھا) مقروض تھے۔ اگرچہ ادائے قرض کے وعدے میں تین روز باقی تھے۔ مگر یہودی ہمیشہ سے سرمایہ پرست چلے آرہے ہیں وُہ تین روز پہلے ہی آکر متقاضی ہوا بلکہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عفو وحلم سے فائدہ اٹھاتے ہوئے یہ بھی کہہ گزرا کہ عبد المطلب کے خاندان کے لوگ بڑے نادہند ہوتے ہیں حضرت عمر فاروق رضؓ اس وقت وہاں موجود تھے ان سے یہودی کی یہ گستاخی برداشت نہ ہو سکی اور انہوں نے یہودی کو سختی سے ڈانٹ دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمایا "عمر رضؓ تمہیں لازم تھا۔ کہ میرے ساتھ اور طرح کا اور اس شخص کے ساتھ اور طرح کا سلوک کرتے۔ مجھے حُسن ادا کے لیے کہتے اور مجھے حُسن تقاضا سکھاتے" اور یہ فرماتے ہوئے کہ اگرچہ یہ وعدہ پورا ہونے میں ابھی تک تین روز باقی ہیں۔ لیکن اے عمر رضؓ اس کا قرض ادا کر دو اور بیس صاع جنس زیادہ بھی دینا کیونکہ تم نے اسے سختی سے ڈانٹا ہے۔ (اس واقعہ سے متاثر ہو کر وہ یہودی مسلمان ہو گیا اس نے آپؐ کے حلم وبردباری کی آزمائش کے لیے یہ حرکت کی تھی)[۱]

(۸) ایک مرتبہ ایک چادر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو تحفہ میں ملی۔ آپؐ کو اس کی ضرورت بھی تھی۔ لیکن وہاں موجود ایک صحابی نے کہا دو کیا اچھی چادر ہے" آپؐ نے یہ چادر اپنے شانہ مبارک سے اتار کر ان کو دے دی جسے لیکر وُہ خوشی خوشی چل دیئے لوگوں نے مجلس نبوی سے باہر نکل کر انہیں ملامت کی کہ تم خوب جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کا سوال رد نہیں کرتے اور یہ بھی معلوم ہے کہ آپؐ کو اس کی اشد ضرورت ہے۔ پھر تمہیں سوال نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ اس صحابی نے یہ

---

[۱] رسولِ رحمت صفحہ ۶۹۲ [۲] رسولِ رحمت صفحہ ۶۸۸

سن کر کہا کہ میں نے یہ چادر اس لیے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے لی ہے کہ اس سے اپنا کفن بناؤں گا اور یہ میرے لیے باعث برکت ہوگا۔

(۹) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ آپؐ صاحب مکان سے اجازت لیے بغیر اندر داخل نہ ہوتے تھے۔ اور قاعدہ یہ تھا کہ دروازہ سے دائیں یا بائیں کھڑے ہو کر گھر والوں کو تین بار "السلام علیکم ورحمۃ اللہ" کہا کرتے تھے پھر اگر جواب ملا اور صاحب خانہ نے اجازت دی تو آپؐ مکان کے اندر تشریف لے جاتے تھے ورنہ واپس آجایا کرتے تھے۔ ایک بار آپؐ حضرت سعدؓ بن عبادہ۔ سیّد الخزرج کی ملاقات کے لیے ان کے ہاں تشریف لے گئے اور حسب قاعدہ دروازے کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا "السلام علیکم ورحمۃ اللہ" حضرت سعدؓ نے آپؐ کی آواز مبارک تو سن لی مگر جواب اس قدر دھیمی آواز میں دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک نہ پہنچ سکی۔ آپؐ نے دوبارہ فرمایا "السلام علیکم ورحمۃ اللہ" حضرت سعدؓ نے حسب سابق نہایت دھیمی آواز میں جواب دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری بار بھی السلام علیکم ورحمۃ اللہ فرمایا اور حضرت سعدؓ نے تیسری بار بھی نہایت آہستہ سے جواب دیا۔ آپؐ نے اجازت نہ پا کر واپسی کا ارادہ کیا اور ابھی ایک دو قدم ہی اٹھائے تھے کہ حضرت سعدؓ نے دروازہ کھولا اور پروانہ وار سامنے آکر عرض کیا۔

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپؐ پر قربان میں آپؐ کا سلام سن رہا تھا۔ لیکن آپؐ کے سلام کا جواب اس لیے آہستہ دے رہا تھا کہ آپؐ ہم پر کثرت سے سلام کریں"

حضرت سعدؓ کی یہ بات سن کر آپؐ نے تبسم فرمایا اور ان کے گھر کے اندر تشریف لے گئے واپسی پر حضرت سعدؓ نے اپنے گدھے پر چادر بچھائی

اور اپنے بیٹے قیس رض کو آپ کے ساتھ بھیجا آپ نے تھوڑی دور جانے کے بعد قیس رض سے فرمایا تم بھی گدھے پر سوار ہو جاؤ مگر انہوں نے ادب کی وجہ سے عذر کر دیا آپ نے پھر فرمایا یا گدھے پر سوار ہو جاؤ یا واپس چلے جاؤ۔ قیس رض کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گدھے پر سوار ہونے کی جرأت نہ ہوئی اور واپس چلے گئے۔

(۱۰) ہجرت کے کچھ عرصہ کا ذکر ہے کہ ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دوستوں کے حلقہ میں رونق افروز تھے۔ اور دین و دنیا کی باتیں ہو رہی تھیں دوران گفتگو آپ کو پیاس محسوس ہوئی اور آپ نے حاضرین سے پانی طلب فرمایا۔ آپ کا ارشاد سن کر ایک صحابی حضرت عمرو رض بن اخطب انصاری اٹھے اور کہیں سے پانی کا ایک پیالہ لے آئے لیکن جب آپ کی خدمت میں پیش کرنے لگے۔ تو اتفاقاً ان کی نگاہ پانی میں پڑے ہوئے ایک بال پر پڑی۔ انہوں نے جلدی سے وہ بال نکال کر پھینک دیا اور پھر پانی کا وہ پیالہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کیا آپ بہت خوش ہوئے اور ان کے سر اور چہرے پر دست مبارک پھیرتے ہوئے دعا کی

یا الٰہی اس کو صاحب جمال کر دے،،

حاضرین نے بڑے رشک سے ان کی طرف دیکھا کیونکہ رحمۃ للعالمین صلعم کی دعا تو ہر حال قبول ہو گی اور یہ صاحب حسن جمیل رہیں گے۔

آپ کی دعا کے طفیل حضرت عمرو رض کے چہرے پر بڑھاپے میں بھی جوانی جھلکتی تھی۔ اور ان کے سر اور ڈاڑھی کے بال بدستور سیاہ تھے ایک بھی سفید بال ان میں دکھائی نہ دیتا تھا اس لیے دیکھنے والے کو جوان نظر آتے تھے۔

(۱۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دوستوں کو اجازت دے رکھی تھی کہ اگر

انہیں کوئی اشکال پیش آئے تو بغیر کسی جھجک کے آپؐ سے جب چاہیں پوچھ سکتے ہیں آپؐ کی مدنی زندگی میں ایک بار دوستوں کی ایک محفل میں ایک شخص نے پوچھا۔

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید میں مسجد قبا کے متعلق جو ارشاد ہے "اس میں وہ لوگ ہیں۔ جن کو طہارت بہت پسند ہے۔ اور اللہ بھی ایسے پاک رہنے والوں سے محبت رکھتا ہے"

اس ارشاد میں اللہ پاک نے جن لوگوں کی طرف اشارہ کیا ہے وہ کون ہیں"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجلس میں موجود ایک صاحب یعنی حضرتؓ عویم رضؓ بن ساعدہ انصاری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا

"ان لوگوں میں یہ بھی شامل ہے"

یہ ارشاد نبوی حضرت عویم رضؓ کے مراتب عالیہ کی نشاندہی کرتا ہے۔

(۱۲) ایک روز حضرتؓ خزیمہ رضؓ بن ثابت خطمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپؐ پر قربان میں نے گذشتہ شب خواب میں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جبین مبارک کو چوم رہا ہوں"، ان کی یہ بات سن کر آپؐ متبسم ہوئے اور فرمایا "تم اپنے خواب کی تصدیق کر سکتے ہو"، اس پر انہوں نے آگے بڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جبین مبارک چوم لی۔[۲]

(۱۳) حضرتؓ[۳] عبدالرحمٰنؓ بن ابوبکر صدیق رضؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم کل ایک سو تیس[۱۳۰]

---

[۱] رحمت دارین کے سو شیدائی صفحہ ۶۱۵ [۲] خیر البشرؐ کے چالیس جانثار صفحہ ۱۵ا [۳] خیر البشرؐ کے چالیس جانثار صفحہ ۳۳۴

آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے۔ آپؐ نے فرمایا تم میں سے کسی کے پاس کچھ کھانا ہے۔ اتفاق سے اس وقت صرف ایک شخص کے پاس تقریباً تین سیر گندم کا آٹا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو گوندھنے کا حکم دیا۔ جب آٹا گوندھ لیا گیا تو ایک بڑے ڈیل ڈول والا مشرک اپنی بکریاں ہانکتا ہوا وہاں آنکلا۔ آپؐ نے اس سے پوچھا فروخت کرنے کا ارادہ ہے یا ہدیہ دینے کا؟ اس نے کہا فروخت کرنے کا آپؐ نے ایک بکری خرید کر (ذبح کرائی اور) پکوائی اور کلیجی کو بھوننے کا حکم دیا میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ایک سو تیس[۱۲] آدمیوں میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہ رہا جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کلیجی کا کوئی ٹکڑا نہ دیا ہو۔ جو کوئی موجود تھا اس کو تو (اسی وقت) دے دیا، جو موجود نہ تھا اس کا حصہ باقی رکھ چھوڑا پھر آپؐ نے بکری کا سالن دو بڑے برتنوں میں ڈالا اور تمام لوگوں نے سیر ہو کر کھایا پھر بھی دو پیالے بچے رہے جن کو ہم نے اونٹ پر رکھ لیا۔

(۱۴) رمضان ۲ھ ہجری میں جب غزوہ بدر کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے تو آپؐ کے ہمراہ صرف تین سو تیرہ جانثار تھے سامان اور سواری کی قلت تھی۔ چنانچہ ایک ایک اونٹ پر تین آدمی باری باری چڑھتے اترتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علی رضؓ اور حضرت ابولبابہ رفاعہ رضؓ بن عبدالمنذر کے حصے میں ایک اونٹ آیا۔ اور ایسا بھی ہوا کہ ابولبابہ رضؓ اپنی باری میں اونٹ پر چڑھنے سے گریز کرتے ہیں لیکن سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر انہیں اونٹ پر سوار ہونا پڑتا ہے لیکن وہ اونٹ پر بیٹھ کر بار بار عرض کرتے ہیں۔

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپؐ پر قربان۔

آپ اونٹ پر سوار ہو جائیے میں پیدل چلوں گا۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔
"نہیں بھائی۔ اب اونٹ پر سوار ہونے کی تمہاری باری ہے۔ اور تم مجھ سے زیادہ پیدل نہیں چل سکتے اور پھر میں بھی تو راہ حق میں پیادہ پا چلنے کے ثواب سے بے نیاز نہیں ہوں"

(۱۵) یہی حضرت ابو لبابہ رض تھے جنہوں نے غزوہ بنو قریظہ کے موقع پر ایک بار یہودیوں کو اشارۃً بتا دیا تھا کہ تم لوگ غداری کی سزا میں قتل کر دیئے جاؤ گے اور پھر اس غلطی پر خود کو مسجد نبوی کے ایک ستون سے بندھوا لیا تھا پھر جب توبہ قبول ہو گی اور ام المومنین حضرت ام سلمہ رض نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے اپنے حجرے سے پکار کر فرمایا ابو لبابہ مبارک ہو تمہاری توبہ قبول ہو گئی ہے اور لوگوں نے مبارک دینے کے بعد انہیں ستون سے کھولنا چاہا تو انہیں سختی سے منع کرتے ہوئے کہا کہ جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دست مبارک سے مجھ خطا کار کو نہ کھولیں گے میں اسی ستون سے بندھا رہوں گا چنانچہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے انہیں کھولا تو وہ فرط مسرت سے بے خود ہو گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے اقدس سے لپٹ کر عرض کی یا رسول اللہ۔ میں اپنا گھر بار راہ حق میں صدقہ کرتا ہوں آپ مجھے ہمیشہ کے لیے اپنے قدموں میں رہنے کی اجازت مرحمت فرمائیں
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صرف ایک تہائی مال کا صدقہ کرو۔

(۱۶) حضرت ابو ہریرہ رض کی روایت ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک

لے حیات الصحابہ جلد ہفتم صفحہ ۶۷۶۔

تولنے والے سے فرمایا "تول اور جھکتا ہوا تول"۔ تولنے والے نے کہا "یہ ایسا کلمہ ہے۔ (یعنی ایسی بات ہے) کہ میں نے اس سے پہلے کسی سے نہیں"۔ تو ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ تیرے لیے دین کے بارے میں جہالت اور سختی کی یہی بات کافی ہے۔ کہ تو اپنے نبی کو نہیں پہچانتا یہ سن کر اس نے ترازو ڈال دی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لپکا۔ اس کا ارادہ تھا کہ آپؐ کے دست مبارک کو بوسہ دے آپؐ نے اس سے اپنا دست مبارک علیحدہ کرتے ہوئے فرمایا یہ کیا؟ ایسا کام تو عجم کے لوگ اپنے بادشاہوں کے ساتھ کرتے ہیں۔ میں بادشاہ نہیں ہوں میں تو تمہیں میں سے ایک انسان ہوں"۔ اس کے بعد سے اس آدمی نے جھکتا ہوا تولا۔ اور اس بات کا پابند ہو گیا۔

(۱۷) حضرت الشیخ عبدالقیس رضؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ تجھ میں دو عادتیں ایسی ہیں جن کو اللہ پاک محبوب رکھتا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ وہ دونوں کون سی ہیں تو آپؐ نے فرمایا بردباری اور حیا میں نے عرض کیا کہ دونوں عادتیں مجھ میں پہلے سے تھیں یا بعد میں پیدا ہوئی تھیں آپؐ نے فرمایا "نہیں پہلے سے ہی ہیں"۔ (یعنی قبول اسلام سے پہلے کی ہیں)
میں نے کہا "تمام تعریف اس اللہ پاک کے لیے جس نے میری فطرت میں ایسی دو عادتیں رکھ دیں جن کو خود اللہ پاک دوست رکھتا ہے"۔

(۱۸) ایک مرتبہ کسی شخص[2] نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ مانگا آپؐ نے فرمایا اس وقت میرے پاس کچھ نہیں ہے تم میرے ساتھ آؤ۔ اس موقع پر حضرت عمرؓ بھی آپؐ کے ساتھ تھے۔ انہوں نے کہا "یا رسول اللہ صلی اللہ

---

[1] رسول رحمت صفحہ ۶۵۶، [2] رسول رحمت صفحہ ۶۹۰۔

علیہ وسلم جب آپؐ کے پاس کچھ نہیں تو آپؐ پر کیا ذمہ داری ہے،، آپؐ کے ساتھ اُس وقت ایک اور بھی صحابی تھے۔ انہوں نے کہا در یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپؐ دیتے جائیں عرش والا آپؐ کو محتاج نہ کرے گا،، اس کی یہ بات سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرطِ مسرت سے مسکرا دیئے۔

(۱۹) قبول اسلام سے پہلے جب اسلام کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لیے عدیؓ بن حاتم طائی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے ایک چمڑے کا گدا جس میں کھجور کی پتی بھری ہوئی تھی ان کی طرف کھسکا دیا تھا تاکہ وہ اس پر بیٹھیں اور خود زمین پر تشریف فرما ہوئے۔ لیکن جناب عدیؓ کو آپؐ کے روبرو اس پر بیٹھنا خلاف ادب محسوس ہوا اور وہ بھی زمین پر ہی بیٹھ گئے۔ چنانچہ گفتگو کے دوران یہ گدا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور عدیؓ کے درمیان پڑا رہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مہمان کی عزت افزائی کا اظہار تھا اور مہمان کی جانب سے ادب کا تقاضا تھا۔

(۲۰) سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار کسی صحابی کو دیکھا کہ اپنے غلام کو مار رہے ہیں تو فرمایا۔

"یہ تمہارے بھائی ہیں جنہیں خدا نے تمہارے ہاتھ میں دے دیا ہے جو خود کھاؤ وہی انہیں کھلاؤ جو خود پہنو وہی انہیں پہناؤ،،

(۲۱) ایک روز سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کاشانۂ اقدس میں رونق افروز تھے۔ اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رض کسی کام سے باہر گئی ہوئی تھیں ان کی واپسی میں خلاف توقع غیر معمولی دیر ہو گئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم مضطرب ہو گئے ابھی آپؐ

لہ رسولؐ رحمت صفحہ ۶۹۱۔

اس بارے میں کچھ سوچ ہی رہے تھے کہ ام المومنینؓ واپس تشریف لے آئیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا ور عائشہ رضؓ اتنی دیر کہاں لگائی "۔

ام المومنین رضؓ نے عرض کیا " یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ میں واپس آ رہی تھی کہ راستے میں ایک[1] قاری کی تلاوت قرآن کی آواز میرے کانوں میں پڑی۔ اس آواز میں کچھ ایسا سوز اور ایسی تاثیر تھی کہ میں اس میں محو ہو کر رہ گئی اور زمین نے میرے قدم پکڑ لیے اسی سبب سے واپسی میں دیر ہو گئی "

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم " اور تم نے اس قاری کو کس حال میں چھوڑا ؟ "

ام المومنین رضؓ " یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے آنے تک تلاوت میں مشغول تھا " حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور وفور اشتیاق میں اپنی ردائے مبارک سنبھالتے ہوئے باہر تشریف لائے دیکھا تو فی الواقع اس قاری کے حسن قرأت سے لوگ ٹھٹک کر کھڑے ہو گئے تھے۔ اور ان پر محویت اور استغراق کا عالم طاری تھا یوں معلوم ہوتا ہے جیسے تمام کائنات ساکن ہو گئی ہے۔ یہ دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رخ اقدس فرط مسرت سے چمکنے لگا اور زبانِ رسالت پر بے اختیار یہ الفاظ جاری ہو گئے۔

" الحمد لله الذی جعل فی امتی مثلك "

(ساری تعریف اس اللہ کے لیے ہے جس نے میری امت میں تمہارے جیسے شخص کو پیدا کیا)

---

[1] نیس پروانے شمع رسالت کے صفحہ ۲۱۷ - ۲۱۸ -

(۲۲) صحیح مسلم میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت[1] سلمان رضہ حضرت بلال رضہ اور حضرت صہیب رضہ
ایک جگہ اکٹھے بیٹھے تھے اتفاق سے ابوسفیان رضہ ان کے پاس سے گزرے ان
تینوں بزرگوں نے کہا۔
"خدا کی کوئی تلوار اس دشمن خدا کی گردن پر نہیں پڑی"
حضرت ابوبکر صدیق رضہ بھی کہیں قریب تھے۔ انہوں نے فرمایا۔
"یہ شخص قریش کا سردار ہے تمہیں ایسی سخت بات اس کے بارے
میں نہیں کہنی چاہئے تھی"
تینوں بزرگوں نے صدیق اکبر رضہ کے ارشاد کو پسند نہ فرمایا۔
حضرت ابوبکر صدیق رضہ نے یہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا
تو آپ نے فرمایا۔
"شاید تم نے ان لوگوں کو ناراض کر دیا انہیں ناراض کرنا گویا خدا کو ناراض کرنا ہے"
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سن کر صدیق اکبر رضہ بہت پشیمان ہوئے اور
فوراً ان بزرگوں کے پاس جاکر معذرت کی۔

(۲۳) حضرت[2] عبداللہ رضہ ابن مسعود کی ٹانگیں بہت پتلی تھیں اور وہ ان کو چھپائے رکھتے
تھے ایک دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کچھ صحابہ رضہ کے ہمراہ جنگل میں تشریف لے گئے
حضرت عبداللہ رضہ ابن مسعود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مسواک توڑنے کے
لیے پیلو کے درخت پر چڑھے۔ ان کی پتلی پتلی ٹانگیں دیکھ کر صحابہ کرام رضہ
ہنسنے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی ہنسی پسند نہ آئی اور فرمایا۔

---

[1] تیس پروانے شمع رسالت کے صفحہ ۱۲۶
[2] تیس پروانے شمع رسالت کے صفحہ ۱۴۳

"تم ابن ام عبد کی پتلی ٹانگوں پر ہنستے ہو حالانکہ یہی ٹانگیں حشر کے دن میزان عدل میں کوہ احد سے بھی زیادہ بھاری ہوں گی"

(۲۴) جنگ احزاب ۵ ہجری میں جب دشمنوں کی یلغار خطرناک حد تک پہنچ گئی اور بنو غطفان بھی بڑی تعداد میں مشرکین اور قریشی لشکر کے ساتھ شامل ہو گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نازک موقع پر بنو غطفان کے لیڈروں کو دوسرے مشرکین سے توڑنے کے لیے یہ ترکیب کی کہ ان کے سرداروں کو بُلا کر صلح کی گفتگو شروع کر دی انہوں نے واپس جانے کے لیے یہ شرط رکھی کہ اہل مدینہ اپنے پھلوں کی پیداوار کا ایک تہائی ہمیں دے دیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال تھا کہ اگر اس شرط پر فیصلہ ہو جائے تو اہل مدینہ اپنے غطفانی پڑوسیوں کی لوٹ مار سے محفوظ ہو جائیں گے تاہم حتمی بات کرنے کے لیے پہلے آپؐ نے اس شرط کے بارے میں انصار سے مشورہ کرنا مناسب سمجھا،

حضرت سعدؓ بن معاذ رئیس اوس اور حضرت سعدؓ بن عبادہ رئیس خزرج نے عرض کیا،"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ جو فرما رہے ہیں، یہ اللہ کا حکم ہے جس کو ماننے کے ہم پابند ہیں یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں بچانے کے لیے یہ تجویز فرما رہے ہیں"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،"یہ اللہ کا حکم نہیں ہے بلکہ تم لوگوں پر مشرکین کا دباؤ کم کرنے کے لیے میں ایسا کر رہا ہوں۔ کیونکہ سارے عرب نے متحد ہو کر تم پر یلغار کر دی ہے"، اس پر دونوں سرداروں نے یک زبان ہو کر عرض کیا،

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپؐ ہمیں صرف بچانے کے لیے یہ معاہدہ

لہ تیس پروانے شمع رسالت کے صفحہ ۲۴۶

کر رہے ہیں۔ تو ہماری استدعا ہے کہ یہ شرط کسی صورت میں نہ مانیں بنو غطفان تو ہم سے اس وقت بھی کھجور کی ایک گٹھلی تک خراج کے طور پر نہ لے سکے۔ جب ہم مشرک تھے۔ اور اب جب کہ ہمیں اللہ اور اللہ کے رسول پر ایمان لانے کا شرف حاصل ہے یہ ہم سے کیا خراج لیں گے ہمارے اور ان کے درمیان اب صرف تلوار فیصلہ کرے گی "۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے جذبۂ ایمان سے اتنے متاثر ہوئے کہ بنو غطفان کے سرداروں کو صاف جواب دے دیا۔

(۲۵) حضرت انس رضہ فرماتے ہیں کہ ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کسی کام سے بھیجا میں نے کہا خدا کی قسم میں نہیں جاؤں گا (یہ واقعہ حضرت انس رضہ کے لڑکپن کا ہے) اور میرے جی میں تھا کہ جس کام کے لیے آپؐ نے مجھ سے کہا ہے میں جاؤں گا چنانچہ میں نکلا یہاں تک کہ میرا گزر چند لڑکوں پر ہوا جو بازار میں کھیل رہے تھے۔ میں وہاں رک گیا اتنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیچھے سے میری گدی پکڑلی میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو آپؐ مسکرا رہے تھے آپؐ نے فرمایا اے انیس میں نے تمہیں جہاں کا حکم دیا ہے وہاں گیا تھا میں نے عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ابھی جا رہا ہوں۔

(۲۶) حضرت علی رضہ فرماتے ہیں کہ میں اور جعفر رضہ اور زید رضہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپؐ نے حضرت زید رضہ کے لیے فرمایا "تم میرے بھائی اور مولیٰ ہو" یہ سن کر حضرت زید رضہ خوشی سے اچھل پڑے پھر آپؐ نے حضرت جعفر رضہ کے لیے فرمایا "تم صورت اور سیرت میں میرے مشابہ ہو"

لہ ۲ہ حیات الصحابہ جلد ہفتم صفحہ ۶۳۵، ۶۳۸،

یہ سن کر حضرت جعفرؓ زیادہ خوشی سے اُچھل پڑے۔ اس کے بعد آپؐ نے میرے بیے فرمایا، "تُو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں" (یعنی ہم دونوں ایک ہی ہیں) تو میں حضرت جعفرؓ سے بھی زیادہ خوشی سے اچھل پڑا۔

(۲۷) حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب غزوہ حنین میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چند حضرات کو زیادہ نوازا تو اقرعؓ بن حابس کو سو اونٹ، عینیہؓ کو بھی سو اونٹ اور چند دوسرے حضرات کو بھی اسی طرح اونٹ دیئے تو ایک شخص نے یہ دیکھ کر کہا کہ اس تقسیم سے اللہ کی خوشنودی کا ارادہ نہیں کیا گیا ہے میں نے کہا میں ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تیری بات کا ذکر کروں گا چنانچہ میں نے آپؐ سے یہ بات کہی۔ تو آپؐ نے فرمایا اللہ پاک حضرت موسیٰ علیہ السلام پر رحم کرے وہ اس سے بھی زیادہ تکلیف دیئے گئے ہیں اور آپؐ نے اس شخص کی اس ناگوار بات پر صبر کیا اور اسے کچھ نہ کہا۔

(۲۸) صحیح مسلم میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت جریرؓ بن عبداللہ البجلی کو دیکھتے تو متبسم ہو جاتے اور آپؐ کے روئے انور پر بشاشت پھیل جاتی اگر کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں جریرؓ کا ذکر آجاتا تو آپ نہایت اچھے الفاظ میں ان کا ذکر فرماتے خود حضرت جریرؓ کا بیان ہے کہ:۔

"ایک مرتبہ میں مدینہ منورہ آیا اور سواری بٹھا کر کپڑوں کے تھیلے سے اپنا حُلّہ نکالا اور اسے زیب تن کر کے مسجد نبوی کی طرف روانہ ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت خطبہ دے رہے تھے۔ میں سلام کر کے بیٹھ گیا۔ لوگ میری طرف عجیب شفقت کے انداز میں

لہ حیات الصحابہ جلد ہفتم صفحہ ۴۴۲، سے تین سو پروانے شمع رسالت کے صفحہ ۳۸۶

دیکھنے لگے میں نے اپنے قریب کے آدمی سے پوچھا "

"عبداللہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرا تذکرہ فرما رہے تھے"

انہوں نے کہا "ہاں ابھی خطبہ کے دوران میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تھوڑی دیر میں اس دروازہ یا کھڑکی کے راستے تمہارے پاس یمن کا بہترین شخص آئے گا۔ اس کے چہرے پر بادشاہی کی علامت ہوگی" میں اپنے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ ارشادات سن کر بہت مسرور ہوا اور اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کیا۔

(۲۹) صحیح بخاری میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ایک حبشی کو یاد فرمایا اور پوچھا کہ وہ کہاں ہے لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ تو فوت ہو چکا ہے۔ آپؐ نے فرمایا "تو تم نے کیوں مجھے اس کی اطلاع نہیں دی" لوگوں نے کہا وہ ایسا ایسا تھا گویا انہوں نے اس کی تحقیر و مذمت کی آپؐ نے فرمایا اس کی قبر کہاں مجھے نشان دہی کرو چنانچہ آپؐ اس قبر پر تشریف لے گئے اور نماز پڑھی۔

(۳۰) حضرت انسؓ رضہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ میں نماز شروع کرتا ہوں۔ اور میرا ارادہ ہوتا ہے کہ میں اسے طویل ادا کروں اتنے میں کسی بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو اپنی نماز میں اختصار کر دیتا ہوں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اس کی ماں پر بچے کے رونے سے کس قدر سخت رنج واقع ہوتا ہے۔

(۳۱) حضرتؓ عائشہ صدیقہ رضہ فرماتی ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک جب

لہ نقوش رسول نمبر جلد سوم صفحہ ۲۴۲ لہ لہ حیات الصحابہ جلد ہفتم صفحہ ۶۵۵ - ۶۵۴

کسی آدمی کی کوئی ناگوار بات پہنچتی۔ تو آپؐ اس طرح نہیں فرمایا کرتے تھے کہ فلاں آدمی کو کیا ہو گیا ہے کہ وُہ ایسی ایسی بات کہتا یا کرتا ہے بلکہ آپؐ اس طرح فرماتے تھے کہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ ایسا ایسا کہتے ہیں۔

(۳۲) صحیح بخاری میں جنگ خندق کا واقعہ درج ہے کہ ایک روز خندق میں ایک چٹان ایسی آئی تھی جہاں کدالیں مار مار کر صحابہ رضؓ عاجز آ گئے مگر وہ ٹوٹتی نہیں تھی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع دی گئی تو آپؐ خود وہاں تشریف لائے اور خود کدال چلانا شروع کی اس وقت آپؐ نے اپنے شکم مبارک پر پتھر باندھا ہوا تھا کیونکہ تین روز سے فاقہ تھا آپؐ نے چند ضربات سے اس چٹان کو ریزہ ریزہ کر دیا۔

(۳۳) حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب عبداللہ بن ابی (رئیس المنافقین) نے وفات پائی اور اسکے بیٹا حضرت عبداللہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی نماز جنازہ پڑھانے کے لیے درخواست کی تو آپؐ وہاں تشریف لے گئے اور نماز جنازہ پڑھانے کا ارادہ کیا میں اپنی جگہ سے ہٹا اور میت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان حائل ہو گیا کیونکہ مجھے یہ گوارا نہ تھا کہ آپؐ اس منافق کی نماز جنازہ پڑھائیں جس نے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی بے حد کوشش کی تھی۔ اس لیے میں نے کہا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ اللہ کے دشمن عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھائیں گے جس نے فلاں فلاں دن ایسا اور ایسا کہا تھا اور اس کی دشمنی کی باتوں کا شمار کرانے لگا۔ میں نے دیکھا کہ آپؐ متبسم تھے۔ میں نے جب اس قسم کی بہت سی باتیں

لہ حیات الصحابہ جلد ہفتم صفحہ ۲۴۳۔

کہیں تو آپؐ نے فرمایا،، اے عمر پیچھے ہٹو مجھے اللہ نے اختیار دیا ہے۔ سو میں نے اختیار پر عمل کیا ہے کہ مجھ سے کہا گیا ہے کہ،، آپ خواہ ان (منافقین) کے لیے استغفار کریں یا نہ کریں اگر آپؐ ستر بار بھی استغفار کریں گے تب بھی اللہ تعالےٰ ان کو نہ بخشے گا (سورۃ التوبہ رکوع ۱۰) یہ اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے اللہ اور رسولؐ کے ساتھ کفر کیا اور اللہ تعالےٰ ایسے سرکش لوگوں کو ہدایت نہیں کیا کرتا ،،

مجھے اگر علم ہو جائے کہ میں ستر مرتبہ سے زیادہ اس کے لیے استغفار کروں تو اس کی مغفرت ہو جائے گی تو میں اتنی بار استغفار کرتا حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد آپؐ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور جنازہ کے ساتھ چلے اور اس کی قبر پر ٹھہرے یہاں تک کہ اس کے دفن سے فارغ ہوئے میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اتنی جرأت کی تھی کہ مجھے بعد میں سخت تعجب ہوا پس خدا کی قسم تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ یہ دو آیتیں نازل ہوئی (سورہ توبہ رکوع ۱۱)

اور ان میں سے کوئی مر جائے تو اس (کے جنازہ) پر کبھی نماز نہ پڑھئے اور نہ (دفن کے لیے) اس کی قبر پر کھڑے ہوجیئے کیونکہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا ہے۔ اور وہ اس حالت کفر میں ہی مرے ہیں۔ اور ان کے اموال اور اولاد آپؐ کو تعجب میں نہ ڈالیں اللہ کو صرف یہ منظور ہے کہ ان (مذکورہ چیزوں) کی وجہ سے دنیا میں (بھی) ان کو گرفتار عذاب رکھے اور ان کا دم حالت کفر میں ہی نکل جائے ،، اس کے بعد آپؐ نے اپنی وفات تک نہ کسی منافق کی نماز جنازہ پڑھائی اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوئے۔

(۲۴) عہدِ رسالت کے اواخر کا ذکر ہے کہ ایک دن رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جانثاروں کے درمیان رونق افروز تھے۔ اور کسی مسئلے کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ اثنائے گفتگو میں اچانک کچھ صحابہ رض کی آوازیں معمول سے زیادہ بلند ہو گئیں دربارِ رسالت میں صحابہ رض کی یہ بلند آہنگی اللہ تعالیٰ کو پسند نہ آئی اور فوراً یہ آیت نازل ہوئی۔

ترجمہ:۔ اے لوگوں جو ایمان لائے ہو اپنی آواز نبیؐ کی آواز سے بلند نہ کرو اور نہ نبیؐ کے ساتھ اونچی آواز سے بات کیا کرو جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ کرتے ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارا کیا کرایا سب غارت ہو جائے اور تمہیں خبر بھی نہ ہو،،

اس آیت کے نزول پر صحابہ کرام رض خوفِ الٰہی سے لرز اٹھے۔ اور انہوں نے عہد کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی آوازوں کو ہمیشہ پست رکھیں گے۔ حاضرین مجلس میں سے ایک صاحبِ رسول جن کی آواز بہت پاٹ دار تھی اس قدر متاثر ہوئے کہ گھر جا کر کنجِ عزلت میں بیٹھ گئے اور ہر وقت توبہ و استغفار میں مشغول رہنے لگے۔ جب مسلسل چند دن تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مجلس میں نہ دیکھا تو صحابہ رض سے ان کے بارے میں دریافت فرمایا، کہ کہیں علیل تو نہیں ہیں۔

سید الاوس حضرت سعد رض بن معاذ نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی میں خبر لاتا ہوں،، چنانچہ وہ ان صاحبِ رسول کے گھر پہنچے تو دیکھا کہ حزن و ملال کی تصویر بنے بیٹھے ہیں حضرت سعد رض نے کہا "آپ چند دن سے

لہ تیس پروانے شمع رسالت کے صفحہ ۲۷،۴۲۸

مجلس نبوی میں نظر نہیں آئے آج حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے آپ کا حال دریافت کرنے کے لیے بھیجا ہے۔

انہوں نے کہا ، خیریت کہاں بارگاہ الٰہی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اونچی آواز سے بولنے کی ممانعت اور وعید نازل ہو چکی ہے آپ جانتے ہیں کہ مجلس نبوی میں آپ سب سے زیادہ میری ہی آواز بلند ہو جاتی ہے اب یہ غم میری کمر کو توڑے ڈالتا ہے کہ میرا سارا عمل رائیگاں گیا اور میں دوزخی ہو گیا ،،

حضرت سعد رضہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس جا کر ساری بات بتائی تو آپ صلعم نے فرمایا۔

،، وہ دوزخی نہیں بلکہ اہل جنت میں سے ہیں ،،

یہ حضرت ثابت رضہ بن قیس انصاری تھے۔

(۳۶) رمضان[لہ] ۸ھ ہجری میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں فاتحانہ داخل ہوئے تو قریش کے ایک سردار سہیل بن عمرو (جنہوں نے حدیبیہ میں قریش مکہ کی نمائندگی کی تھی) بھاگ کر اپنے گھر کے اندر دبک گئے اس وقت ان کی جو کیفیت تھی اس کو بعد میں انہوں نے ان الفاظ میں بیان کیا۔

،، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ میں داخل ہوتے ہی مجھ پر اس قدر دہشت طاری ہوئی کہ میں گھر میں دبک گیا۔ اور اپنے فرزند ابو جندل رضہ کو بلا کر کہا ،،

،، اے لخت جگر جس طرح بن پڑے محمد صلعم سے سفارش کر کے میری

لہ تیس پروانے شمع رسالت کے صفحہ ۴۳۹

جان بخشی کراؤ"۔

حضرت ابو جندل رضؓ نے باپ کے ہاتھوں بڑی سختیاں جھیلی تھیں لیکن اس موقعہ پر انہیں سب کچھ بھول گیا اور انہوں نے باپ کو بچانے کی حامی بھر لی۔ وہاں سے سیدھے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور التجا کی۔

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے والد کو امان مرحمت فرمایئے"۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابو جندل رضؓ کی قربانیوں سے واقف تھے۔ بلا تامل ان کی سفارش مان لی اور فرمایا۔

"سہیل خدا کی امان میں ہے۔ وہ کسی خوف وخطر کے بغیر گھر سے نکلے کسی مسلمان کو اجازت نہیں ہے کہ وہ اس کو گزند پہنچائے میری عمر کی قسم سہیل صاحب عقل وشرف ہے ایسا شخص نعمت اسلام سے محروم نہیں رہ سکتا"۔

(اس زمانہ تک عمر وغیرہ کی قسم کھانے کی ممانعت نہیں ہوئی تھی)

ابو جندل رضؓ خوش خوش اپنے والد کے پاس گئے اور انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے آگاہ کیا وہ بے اختیار پکار اٹھے۔

"خدا کی قسم محمدؐ بچپن میں بھی نیک تھے۔ اور بڑی عمر میں بھی نیک ہیں"۔

(۲۷) امام ذہبی رحؒ نے حضرت ثابتؓ بن قیس کے صاحب زادے محمدؓ بن ثابت سے اور علامہ طبرانی رحؒ نے ان کی صاحب زادی سے اسی قسم کا ایک اور واقعہ بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ جب سورۂ لقمان کی یہ آیت نازل ہوئی۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ

لہ ہیں پروانے شمع رسالت کے صفحہ ۴۵۵ - ۴۵۶

ترجمہ :بے شک اللہ تعالیٰ کسی تکبّر کرنے والے کو پسند نہیں فرماتے ،،
تو حضرت ثابت رضؓ ہیبت الہٰی سے لرزہ براندام ہو گئے اور گھر میں بیٹھ کر رونا شروع کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی بھیج کر بُلا بھیجا اور پوچھا ،،
"کیا بات ہے ،،
انہوں نے عرض کیا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں زینت جمال اور اپنی تعریف پسند کرتا ہوں مجھے ڈر ہے کہ اس آیت کی رو سے کہیں تباہ نہ ہو جاؤں ،،
آپؐ نے فرمایا "اے ثابت رضؓ کیا تم اس بات سے راضی نہیں کہ تم اس طرح بھلائی کی زندگی گزارو کہ تمہاری تعریف کی جائے اور شہادت کی موت پا کر تم جنت میں داخل ہو؟ ،،
عرض کیا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ باتیں تو مجھے پسند ہیں ،،

(۲۸) ایک دفعہ حضرت ثابت رضؓ علیل ہو گئے اور چلنے پھرنے کے قابل نہ رہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تو آپؐ ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ اور ان الفاظ میں انکی شفایابی کے لیے دُعا کی۔
اذھب الباس رب الناس عن ثابت بن قیس بن شماس۔

(۲۹) صحیحین میں حضرت انسؓ رضؓ بن مالک سے روایت ہے کہ ایک دن آفتاب ڈھلنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور صحابہ کو ظہر کی نماز پڑھائی جب سلام پھیر چکے تو منبر پر کھڑے ہوئے اور قیامت کا ذکر فرمایا اسی ضمن میں یہ بھی ذکر کیا کہ قیامت سے پہلے بڑے بڑے واقعات

---

[1] رحمت دارینؐ کے سو شیدائی صفحہ ۱۹۹ - ۲۰۰ ،

رُونما ہوں گے اس کے بعد (حالت جلال میں) فرمایا جسے جو پوچھنا ہو پوچھ لے خدا کی قسم جب تک میں اس جگہ کھڑا ہوں تم مجھ سے جو دریافت کرو گے میں تم کو بتاؤں گا۔ یہ سن کر لوگ بہت روئے۔ ادھر آپؐ بار بار فرماتے تھے۔ کہ پوچھو پوچھو۔ آخر عبداللہ رضؓ بن حذافہ کھڑے ہوئے اور پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے والد کون ہیں فرمایا تیرا باپ حذافہ ہے۔ جب اس کے بعد بھی آپؐ یہی فرماتے رہے کہ پوچھو اور پوچھو تو عمر رضؓ گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور کہا ہم اللہ کو رب۔ اسلام کو دین اور محمدؐ کو رسول مان کر راضی ہیں ان کی بات سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے پھر فرمایا خبردار اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں محمدؐ کی جان ہے ابھی ابھی دیوار کی طرف جنت اور دوزخ مثالی طور پر میرے سامنے پیش کی گئی تھیں میں نے برائی اور بھلائی کا ایسا منظر جیسا آج دیکھا کبھی نہیں دیکھا۔

بعض شارحین حدیث نے لکھا ہے کہ اس واقعہ کا پس منظر یہ تھا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو غیر متعلق سوالات پوچھنے سے ممانعت فرمائی تھی اس پر بھی بعض طبائع سوال سے باز نہ آئیں تو آپؐ کو جلال آگیا اور اسی حالت جلال میں آپؐ نے منبر پر کھڑے ہو کر اعلان فرما دیا کہ اچھا اب جسے جو پوچھنا ہو پوچھ ہی لے۔ حضرت عبداللہ رضؓ بن حذافہ نے اپنے باپ کے بارے میں جو سوال کیا ہے اس کی وجہ یہ تھی کہ بعض لوگ ان کے نسب میں تہمت لگاتے تھے۔

(۴۰) دجنگ اُحد میں شہید ہونے والے حضرت وہبؓ بن قابوس اور ان کے بھتیجے حارث رضؓ بن عقبہ کی مثلہ شدہ لاشیں دیکھ کر) رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ان دونوں سرفروشوں کے اخلاص عمل کا اس قدر اثر ہوا کہ آپؐ

نے فرمایا "میں تم سے راضی ہوں"

حضرت وہب رض بن قابوس کی قبر کھدنے تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاؤں کی جانب کھڑے رہے حضرت وہب رض کو سرخ لکیروں یا سرخ بوٹیوں کی ایک چادر کا کفن پہنایا، چادر چھوٹی تھی پاؤں ننگے رہ گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر حرملہ گھاس ڈلوادی۔ اور پھر اپنے ہاتھوں سے ان کو سپرد خاک کیا۔

سیدنا حضرت سعد رض بن ابی وقاص فرمایا کرتے تھے کہ "جو ہمت اور دلاوری وہب رض بن قابوس سے غزوۂ احد میں دیکھی گئی ویسی کسی معرکہ میں کسی سے دیکھنے میں نہیں آئی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ باوجود ان زخموں کے جو آپ ؐ کے جسم اطہر پر تھے آپ ؐ نے وہب رض کو خود جا کر قبر میں اتارا آپ ؐ کے پاس ایک چادر سرخ لکیروں یا سرخ بوٹیوں کی تھی اس کو اوڑھا کر دفن فرمایا ——— کاش میری موت بھی ایسی ہی ہوتی"[۱]

(۶۱) سنہ ۱۰ ہجری میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے لیے مکہ معظمہ تشریف لے گئے حج سے فارغ ہونے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے موئے اقدس ترشوانے کے لیے کسی آدمی کی تلاش ہوئی، حضرت معمر رض بن عبداللہ عدوی جو موتراشی کا کام جانتے تھے حاضر خدمت ہوئے اور اس خدمت کے لیے درخواست کی۔ جب انھوں نے استرہ ہاتھ میں لیا تو سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے متبسم ہو کر فرمایا۔

---

[۱] رحمت دارین ؐ کے سو شیدائی صفحہ ۲۳۱ - ۲۳۲ -

[۲] رحمت دارین ؐ کے سو شیدائی صفحہ ۲۱۹ -

"بھائی تم کو اللہ کے رسول نے اپنے کان کی لو پر اس حالت میں قابو دے دیا ہے کہ تمہارے ہاتھ میں اُسترہ ہے"

معمرؓ نے بے ساختہ عرض کیا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپؐ پر قربان، خدا کی قسم یہ اللہ تعالیٰ کا مجھ پر عظیم احسان اور کرم ہے کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے اقدس تراشنے کا شرف حاصل ہوا ہے"

(۴۲) ۹ھ میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک کے لیے روانہ ہوئے تو تیس ہزار جان نثار آپؐ کے ہم رکاب تھے۔ حضرت عبداللہ ذوالبجادین رضؓ بھی ان جانثاروں میں شامل تھے۔ چلنے سے پہلے یا اثنائے راہ میں وُہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دُعا فرمایئے کہ اللہ تعالےٰ مجھے مرتبہ شہادت سے فائز کر دے"، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جاؤ کسی درخت کی چھال اُتار لاؤ"

جب وُہ چھال اُتار کر لائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وُہ چھال ان کے بازو پر باندھ دی اور فرمایا۔

"میں عبداللہ کا خون کافروں پر حرام کرتا ہوں"

حضرت عبداللہ نے عرض کیا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں آپؐ میرا خون کافروں پر حرام کر رہے ہیں لیکن میں تو شہادت پانے کا طلب گار ہوں"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب تم اللہ کی راہ میں جہاد کی نیت سے نکل

لہ رحمت دارینؐ کے سو شیدائی صفحہ ۲۲۶ - ۲۲۷۔

آئے اور پھر لڑائی سے پہلے تمہیں بخار آجائے۔ اور اس بخار سے تم وفات پاجاؤ تب بھی تم شہید ہی ہو گئے "

حضرت عبداللہ رضؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سن کر مطمئن ہو گئے خدا کی قدرت لشکر اسلام جب تبوک پہنچا۔ تو حضرت عبداللہ رضؓ کو شدید بخار آگیا اور اسی بخار سے وہ لشکر گاہ میں عالم بقا کو سدھا ہو گئے۔ تدفین رات کے وقت عمل میں آئی اس وقت چشم فلک نے عجیب منظر دیکھا حضرت بلال حبشی رضؓ کے ہاتھ میں مشعل تھی۔ اور اس کی روشنی میں سرور کون و مکان صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضؓ اور حضرت عمر رضؓ کے ساتھ مل کر قبر کھود رہے تھے۔ جب قبر کھد چکی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں رفیقوں کی مدد سے حضرت عبداللہ رضؓ کی میت کو لحد میں رکھا اس وقت آپؐ ان سے فرما رہے تھے "اَدَبًا اِلٰی اَخَاکُمَا" (اپنے بھائی کا ادب ملحوظ رکھو) جب قبر پر مٹی ڈال جا چکی۔ تو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی۔

"الٰہی میں اس سے راضی تھا تو بھی اس سے راضی رہ "

فقیہ امت حضرت عبداللہ رضؓ بن مسعود بھی اس موقع پر موجود تھے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سن کر میرا جی چاہا کہ اے کاش عبداللہ رضؓ ذوالبجادین کی بجائے مجھے موت آجاتی (یعنی اس قبر والے کی جگہ میں ہوتا کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دست مبارک سے مجھے دفن کرتے اور میرے لیے اس طرح دعا فرماتے)

(۴۳) صحیح بخاری میں حضرت سلمہ رضؓ بن اکوع سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ

لہ خیر البشرؐ کے چالیس جانثار صفحہ ۱۹۳ -

صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے۔ کہ ایک جنازہ لایا گیا اور آپؐ سے عرض کیا گیا کہ اس کی نماز پڑھ دیجئے آپؐ نے فرمایا "اس پر کچھ قرض تو نہیں ہے؟ لوگوں نے عرض کیا "نہیں"، پھر فرمایا "کچھ چھوڑ بھی مرا ہے"؟ عرض کیا گیا "نہیں"، آپؐ نے اس پر نماز پڑھی۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک اور جنازہ لایا گیا اور لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز پڑھنے کی درخواست کی آپؐ نے پوچھا "اس پر کچھ قرض نہیں ہے"؟ عرض کیا گیا "ہاں ہے"، فرمایا "کچھ چھوڑ مرا ہے"؟ عرض کیا گیا تین دینار آپؐ نے اس کی بھی نماز پڑھی۔ پھر تیسرا جنازہ لایا گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز پڑھنے کے لیے عرض کیا گیا آپؐ نے دریافت فرمایا "کیا یہ کچھ چھوڑ مرا ہے"؟ عرض کیا گیا "نہیں"، فرمایا اس پر کچھ قرض ہے؟ عرض کیا گیا تین دینار۔ فرمایا تم لوگ اپنے آدمی پر نماز پڑھو۔ (میں نہیں پڑھوں گا) ابو قتادہ رضؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر جو قرض ہے وہ میں اپنے ذمے لیتا ہوں آپؐ نماز پڑھیں تو آپؐ نے اس کی نماز پڑھی۔

(۴۴) شعبان ۵؁ ہجری میں جب لشکر اسلام نے بنو مصطلق کی سرکوبی کے لیے مُرَیسیع نامی کنوئیں (یا چشمے) کے قریب پڑاؤ ڈالا اور شومئی اتفاق سے ایک مہاجر اور انصاری کے درمیان جھگڑا ہو گیا تو رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبَی نے فتنہ پھیلانے کی خاطر اپنے منافقین ساتھیوں سے کہا۔

"یہ سب کچھ تمہارا اپنا ہی کیا دھرا ہے اگر تم مہاجرین کی امداد بند کر دو تو وہ تنگ آکر خود ہی مدینہ چھوڑ دیں گے خدا کی قسم مدینے واپس جا کر ہم

لہ خیر البشرؐ کے چالیس جانثار صفحہ ۲۵۷، ۲۵۸

میں سے جو عزت والا ہے وہ ذلیل کو شہر بدر کر دے گا"
حضرت زید رض بن ارقم جو اس وقت لڑکے ہی تھے یہ سن رہے تھے انہوں نے اپنے چچا حضرت عبد اللہ رض بن رواحہ سے کہا جنہوں نے یہ معاملہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گوش گزار کر دیا آپ نے جب حضرت زید رض سے پوچھا تو انہوں نے ساری بات دہرا دی لیکن عبد اللہ بن ابی صاف مکر گیا اور جھوٹی قسم کھائی۔ حضرت زید رض کو سخت افسوس ہوا کہ جلد ہی سورۂ منافقون نازل ہوئی تو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے یہ آیات [1] پڑھیں اور پھر ہنستے ہوئے حضرت زید رض کا کان پکڑ کر فرمایا۔
"لڑکے کا کان سچا تھا اللہ نے خود اس کی تصدیق فرما دی"
حضرت عمر رض نے مارے غصے کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اجازت دیں تو میں اس منافق کا سر اڑا دوں" لیکن رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "نہیں ایسا مت کرو لوگ کہیں گے کہ محمد اپنے ساتھیوں کو قتل کراتے ہیں" اور مدینہ واپسی پر جب خود عبد اللہ بن ابی کے نیک بیٹے عبد اللہ نے اپنے باپ کو شہر میں داخل ہونے سے روک دیا اور کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر تمہیں شہر میں داخل نہیں ہونے دوں گا اور تم اقرار کرو کہ تم ذلیل ہو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم عزت والے ہیں تو یہ بات سن کر چیخنے چلانے لگا جب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ملی تو آپ نے عبد اللہ کو کہلا بھیجا کہ اپنے باپ کو گھر آنے دو جب تک یہ ہم میں موجود ہیں ہم ان سے اچھا برتاؤ ہی کریں گے

---

[1] سورۂ منافقون آیت نمبر ۸ ۔

(۴۵) ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت کعبؓ بن مالک انصاری کے مکان پر تشریف لے گئے تو انہوں نے بڑی مسرت و شادمانی کا اظہار کرتے ہوئے آپؐ کا استقبال کیا آپؐ نے تشریف فرما ہونے کے بعد مسکراتے ہوئے ان سے فرمایا ابو عبداللہ اپنے کچھ اشعار تو سناؤ"

ابو عبداللہ کعبؓ بڑے پائے کے شاعر تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درباری شاعر تھے۔ جب کہ عبداللہؓ بن رواحہ اور حضرت حسانؓ بن ثابت بھی درباری شاعر تھے۔ حضرت کعب رضی کے اشعار کافروں پر بڑے گراں گزرتے تھے۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر اپنے کئی اشعار سنائے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں سن کر بہت محظوظ ہوئے اور فرمایا "اور سناؤ"۔ انہوں نے تعمیل ارشاد میں کئی اور اشعار سنائے آپؐ بہت خوش ہوئے اور ارشاد فرمایا "اور"۔

حضرت کعبؓ نے بڑے ذوق و شوق سے اپنے کئی اور اشعار سنائے اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائش کر کے حضرت کعبؓ سے تین بار ان کے اشعار سنے اور پھر فرمایا۔

"کفار پر ان کی زد تیر سے زیادہ سخت ہے"

جب یہ آیت نازل ہوئی وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ (اور شاعروں کی پیروی کرنے والے تو گمراہ لوگ ہوتے ہیں) تو حضرت کعبؓ بن مالک حضرت حسان رضی بن ثابت اور حضرت عبداللہؓ بن رواحہ روتے ہوئے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا "یا رسول اللہ حبیب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی تو وہ جانتا تھا کہ ہم سب شاعر ہیں"

لہ خیر البشر کے چالیس جانثار صفحہ ۲۲۵۔

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تسلی دی اور فرمایا تم ان شعراء میں سے نہیں ہو جن کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے بلکہ ان لوگوں میں سے ہو جن کے بارے میں فرمایا گیا ہے۔

"ہاں مگر جو لوگ ایمان لائے اور اچھے اچھے کام کیے اور اللہ کا کثرت سے ذکر کیا"

ایک اور موقع پر حضرت کعبؓ نے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ "یا رسول اللہ شعر گوئی کے بارے میں آپؐ کیا فرماتے ہیں"، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا "کوئی مضائقہ نہیں مسلمان اس کی وجہ سے تلوار اور زبان دونوں سے جہاد کرتا ہے"

(۴۶) ۸ھ ہجری میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کا محاصرہ اٹھا لیا اور اپنے جان نثاروں کے ساتھ جعرانہ کی طرف روانہ ہوئے جہاں غزوہ حنین سے حاصل کردہ کثیر مالِ غنیمت تقسیم کرنا تھا تو راستے میں اتفاقاً حضرت ابو رُہمؓ کلثوم غفاری کی اونٹنی آپؐ کی اونٹنی سے بھڑ گئی اور ان کا جوتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رانِ مبارک سے رگڑ کھا گیا جس سے آپؐ کو بے حد تکلیف ہوئی اور آپؐ نے ان کے پاؤں پر کوڑا مار کر فرمایا "اپنا پاؤں پیچھے ہٹاؤ میری ران زخمی ہو گئی ہے"۔

یہ سن کر کلثومؓ غفاری لرز اٹھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عتاب نازل ہو گیا ہے کہیں آخرت برباد نہ ہو جائے صبح کو جب لشکرِ اسلام جعرانہ پہنچا تو وہ حسبِ معمول اونٹ چرانے کے لیے جنگل میں چلے گئے اور جب واپس

لہ خیر البشرؐ کے چالیس جان نثار صفحہ ۲۱۳-۲۱۴۔

آئے تو لوگوں سے دریافت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے طلب تو نہیں کیا تھا؟ جب لوگوں نے بتایا کہ ہاں آپؐ نے تمہیں یاد کیا تو بڑے پریشان ہوئے اور ترساں و لرزاں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے، لیکن یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رخِ انور پر شفقت اور محبت کے آثار ہویدا تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا۔

"تمہارے جوتے سے میری ران زخمی ہو گئی تھی۔ اور میں نے کوڑا مار کر تمہارے پاؤں کو ہٹایا تھا۔ میرے کوڑے سے یقیناً تمہیں تکلیف پہنچی ہو گی اس کے عوض بکریاں کا یہ ریوڑ انعام لے لو۔"

فرطِ حیرت اور مسرت سے یہ صاحب بار بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روئے تاباں کی طرف دیکھتے اور اپنی قسمت پر ناز کرتے تھے۔

(۴۷) صحیح بخاری میں حضرت جابر رضؓ بن عبداللہ سے روایت ہے کہ حضرت معاذ رضؓ اپنے محلّے کی مسجد میں بنو سلمہ کے لوگوں کو نماز پڑھایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے عشاء کی نماز میں سورۂ بقرہ پڑھی ایک صاحب نے (جو دن بھر کے کام کی وجہ سے سخت تھکے ہوئے تھے ان کی لمبی قرأت کی وجہ سے)، علیحدہ ہو کر ہلکی سی نماز پڑھ لی حضرت معاذ رضؓ کو اطلاع ملی تو انہوں نے فرمایا کہ یہ شخص منافق ہے ان صاحب کو حضرت معاذ رضؓ کی بات سخت ناگوار گزری وہ فوراً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے اور عرض کی۔

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم محنت کش ہیں اپنے ہاتھوں سے مزدوری کرتے ہیں اور اونٹوں کے ذریعے پانی بھرتے ہیں آج معاذ رضؓ نے ہمیں نماز

لہ خیر البشرؐ کے چالیس جانثار صفحہ ۲۵۷۔

بڑھائی اور اس میں سورۂ بقرہ شروع کر دی۔ اس لیے میں نے اپنی نماز علیحدہ پڑھ لی۔ اس پر معاذ رضؓ خیال کرتے ہیں کہ میں منافق ہو گیا ہوں "

حضرت معاذ رضؓ بھی بارگاہ نبوی میں حاضر تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے مخاطب ہو کر تین بار فرمایا "یا معاذ اَفَتَّانٌ اَنْتَ (اے معاذ کیا فتنہ برپا کرو گے) اس کے بعد فرمایا صرف وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا اور سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى جیسی (چھوٹی) سورتیں پڑھ لیا کرو۔ (کیونکہ مقتدیوں میں بوڑھے اور ارباب حاجت سبھی قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔)

حضرت معاذ رضؓ کی عادت تھی کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تنہا ہوتے تو وہ آپؐ سے کچھ نہ کچھ سوال ضرور کرتے۔ اگر کبھی وہ کچھ نہ پوچھتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے، معاذ تم نے تنہائی ہونے کے باوجود مجھ سے کوئی سوال کیوں نہیں کیا؟

(۲۷۸) متعدد ارباب سیر نے لکھا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضؓ بن جبل کو یمن کا امیر بنایا اور وہ تیار ہو کر آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے کچھ دور تک ان کی مشایعت فرمائی ایک روایت میں ہے کہ حضرت معاذ رضؓ اونٹ پر سوار تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیادہ پا چل رہے تھے اور حضرت معاذ رضؓ سے گفتگو کرتے جاتے تھے۔ قیاس غالب یہ ہے کہ حضرت معاذ رضؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش اور حکم کے مطابق سواری سے نہیں اترے ہوں گے۔ اثنائے گفتگو میں آپؐ نے فرمایا۔

لہ خیر البشرؐ کے چالیس جان نثار صفحہ ۲۴۱-۲۴۴

"معاذ رض تم پر قرض بہت ہے اگر کوئی ہدیہ لائے تو قبول کر لینا میری طرف سے اجازت ہے"

حضرت معاذ رض حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے رخصت ہونے لگے تو آپ ؐ نے فرمایا "شاید اس کے بعد تم مجھ سے نہ مل سکو اور جب مدینہ واپس آؤ تو میری قبر دیکھو"

حضرت معاذ رض عاشق صادق تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سن کر بے تاب ہو گئے اور دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ آپ ؐ نے فرمایا۔

"روؤ نہیں، اس طرح رونا اچھی بات نہیں"

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سن کر حضرت معاذ رض خاموش ہو گئے اور بڑے ادب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وداعی سلام کیا آپ ؐ نے فرمایا۔

"جاؤ اللہ تمہیں حفظ و امن میں رکھے ہر قسم کی مصیبتوں سے بچائے اور جن و انس کے شر سے محفوظ رکھے"

اور فرمایا "اے معاذ رض عیش و عشرت سے ہمیشہ اجتناب کرنا کیونکہ خدا کے بندے عیش و تنعم کے دلدادہ نہیں ہوتے۔

(۴۹) ماہ ذی قعدہ ۵ ھ ہجری میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو غزوہ احزاب پیش آیا اس غزوہ میں مشرکین کا ایک لشکر گراں مدینہ پر چڑھ آیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کے متعلق صحابہ رض سے مشورہ کیا حضرت سلمان رض فارسی ایران کے جنگی طریقوں سے خوب واقف تھے انہوں نے عرض کی۔

له تیس پروانے شمع رسالت کے صفحہ ۱۲۳

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دشمن کے ٹڈی دل کے مقابلے میں ہماری تعداد بہت تھوڑی ہے۔ اس لیے کھلے میدان میں لڑنا مناسب نہ ہوگا بہتر یہ ہے کہ مدینہ کے چاروں طرف خندق کھود کر شہر کو محفوظ کر دیا جائے۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تجویز کو پسند فرمایا اور خندق کھودنے کا کام جاری کر دیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تین ہزار صحابہ رضؓ اس کام میں شریک ہوئے اور تقریباً پندرہ دن کی محنت شاقہ کے بعد پانچ گز چوڑی، اور پانچ گز گہری خندق تیار ہو گئی تقسیم کار کے وقت انصار اور مہاجرین میں حضرت سلمان رضؓ کے متعلق ایک دلچسپ بحث چھڑ گئی انصار کہتے تھے سلمان رضؓ ہمارے ساتھ ہیں، اور مہاجرین کہتے ہیں "ہمارے ساتھ ہیں" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بحث کا حال سنا تو فرمایا۔

سَلْمَانُ مِنَّا اَهْلَ الْبَيْتِ

(سلمان میرے اہل بیت سے ہیں)

(۵۰) حضرت[1] مقداد رضؓ بن عمرو (الاسود) فرماتے ہیں۔

"ایک دفعہ مجھ پر اور میرے دو ساتھیوں پر بڑا سخت وقت آیا ہم سخت عسرت میں مبتلا ہو گئے یہاں تک کہ ایک وقت کی روٹی کے لیے بھی ترستے تھے جب مسلسل فاقوں تک نوبت پہنچی تو ہم نے صحابہ رضؓ سے درخواست کی کہ وہ ہمارے کفیل بن جائیں لیکن کسی نے ہماری (مستقل) کفالت کی حامی نہ بھری (کہ اس وقت سب اپنے اپنے حال میں مبتلا تھے) بالآخر

---

[1] تیس پروانے شمع رسالت کے صفحہ ۷۱ تا ۷۲

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اپنی حالت بیان کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم تینوں کو اپنے گھر لے گئے۔ (مسند احمد بن حنبل کی روایت کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے میزبان حضرت کلثوم رض بن ہدم کے گھر میں جگہ دی) اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صرف تین اور بعض روایات کے مطابق چار بکریاں تھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کا دودھ پیا کرو چنانچہ ہم ان کا دودھ پی لیتے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ رکھ چھوڑتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تشریف لاتے پہلے ہمیں آہستگی سے سلام کرتے۔ اس طرح کہ جو سوتا ہو وُہ جاگ نہ پڑے اور جو جاگتا ہو وُہ سن لے پھر آپؐ مسجد میں جاکر نماز پڑھتے۔ نماز سے فارغ ہو کر پھر تشریف لاتے اور اپنے حصّے کا دودھ نوش فرماتے ایک دن میں اپنے حصّے کا دودھ پی چکا تو شیطان نے میرے دل میں وسوسہ ڈالا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنا بہت سا وقت انصار کے ہاں گزارتے ہیں وُہ آپؐ کی خدمت میں اشیائے خورد و نوش ہدیتہً پیش کرتے ہوں گے۔ آپؐ ان کو تناول فرماتے ہوں گے۔ اور آپؐ کو اس دودھ کی ضرورت نہیں ہوگی، چنانچہ یہی تصوّر کرکے میں سارا دودھ پی گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کچھ بھی باقی نہ رکھا لیکن دودھ پینے کے بعد خیال آیا کہ ممکن ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھوکے ہوں، اور آپؐ جب اپنے حصّے کا دودھ نہ پائیں گے تو مجھے بد دعا دیں اس طرح میرا دین اور دنیا دونوں برباد ہو جائیں گے۔ یہ خیال آتے ہی میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور میں سخت بے چین ہو گیا کسی پہلو قرار نہ آتا تھا اتنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے معمول کے مطابق نرم آواز میں سلام کیا پھر نماز پڑھی اس کے بعد دودھ کا برتن دیکھا تو وُہ خالی تھا۔ حضور صلی اللہ

علیہ وسلم نے آسمان کی طرف دیکھا میں سمجھا کہ بس آپ میرے لیے بددعا کریں گے اور میں برباد ہو جاؤں گا۔ لیکن یہ دیکھ کر میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی کہ بددعا کی بجائے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی "الٰہی جس نے مجھے کھلایا اسے کھلا اور جس نے مجھے سیراب کیا اسے سیراب کر اب میں چادر لپیٹ کر اس ارادہ سے اٹھا کہ ان بکریوں میں جو سب سے زیادہ فربہ ہو اس کو ذبح کروں اور اس کا گوشت بھون کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کروں لیکن تینوں بکریوں کو ٹٹولا تو معلوم ہوا کہ ان کے تھن دودھ سے بھرے ہوئے ہیں اب میں نے ایک برتن کو ہاتھ میں لیا اور اللہ کا نام لے کر اس میں دودھ دوہنا شروع کر دیا جب وہ بھر گیا اور اس پر جھاگ نظر آنے لگی تو میں نے یہ دودھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا آپ نے فرمایا "کیا تم اپنا حصہ پی چکے"

میں نے عرض کیا "آپ پی لیجئے"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ دودھ پی کر باقی کا مجھے عنایت فرمایا میں نے عرض کی۔

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ پی لیجئے"، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ دودھ پیا لیکن برتن میں کچھ دودھ پھر بھی موجود رہا۔ آپ نے پھر مجھے عنایت فرمایا مجھے معلوم ہو گیا کہ آپ خوب سیر ہو چکے ہیں اور یہ آپ کی دعا کی برکت ہے کہ دودھ ختم نہیں ہوا۔ اور آپ نے اپنی دعا کی برکت میں مجھے بھی شامل کر لیا ہے میں فرط مسرت سے بے خود ہو گیا۔ اور اس قدر ہنسا کہ زمین پر گر پڑا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا "ابو الاسود یہ کیا ہے!"

میں نے واقعہ عرض کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت تھی تم نے اپنے دونوں ساتھیوں کو کیوں نہ جگایا کہ وہ بھی اس دودھ سے سیراب ہوتے"۔

(۵۱) صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت سلمہ بن اکوع نے حدیبیہ میں پہلی بار اپنے قبیلے کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر موت کی بیعت کی تھوڑی دیر کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ ان پر پڑی تو آپؐ نے فرمایا، "اے ابن اکوع کیا تم بیعت نہیں کرو گے"، انہوں نے عرض کیا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تو بیعت کر چکا"، فرمایا "پھر بیعت کر لو"، انہوں نے فوراً تعمیل ارشاد کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ازراہ کرم انہیں ایک ڈھال رحمت فرمائی تیسری مرتبہ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر ان پر پڑی تو فرمایا "سلمہ بیعت نہ کرو گے" عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپؐ پر قربان میں تو دو مرتبہ بیعت کر چکا ہوں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کیا حرج ہے تیسری مرتبہ سہی" حضرت سلمہؓ نے فوراً تیسری مرتبہ بیعت کا شرف حاصل کیا۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ آپؐ نے جو ڈھال حضرت سلمہ کو عنایت فرمائی تھی وہ ان کے پاس نہیں ہے پوچھا سلمہ وہ ڈھال کہاں ہے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے چچا کے پاس کوئی ہتھیار نہ تھا ان کو دے دی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے اور فرمایا۔

"سلمہ تمہاری مثال تو اس آدمی جیسی ہے جس نے دعا کی تھی کہ الٰہی مجھ کو ایسا دوست دے جو مجھ کو اپنی جان سے بھی پیارا ہو"

---

[۱] خیر البشرؐ کے چالیس جانثار صفحہ ۱۸۰

(۵۲) ایک ؁ھ مرتبہ حضرت عبدالرحمٰن رضؓ بن عوف اور حضرت خالد رضؓ بن ولید کے درمیان کسی بات پر تلخ کلامی ہو گئی اور حضرت خالد رضؓ نے حضرت عبدالرحمٰن رضؓ کو کوئی سخت بات کہدی) سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو آپ کو حضرت خالد رضؓ کی بات ناگوار گزری (ایک روایت کے مطابق حضرت عبدالرحمٰن رضؓ نے بارگاہ رسالت میں حضرت خالد رضؓ کی شکایت کی) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد رضؓ کو بلا بھیجا اور ان سے فرمایا

"خالد تم میرے بدری صحابہ میں سے کسی کو تکلیف نہ دو کیونکہ تم میں سے کوئی شخص کوہ اُحد کے برابر سونا خرچ کرلے تو ان (اہل بدر) کے نصف کو بھی نہیں پہنچ سکتا"

(۵۳) سنہ ؁ ہجری رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے لیے مکہ معظمہ تشریف لے گئے تو حضرت سعد رضؓ بن ابی وقاص سخت علیل ہو گئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی شدید علالت کا حال سنا تو عیادت کے لیے تشریف لے گئے حضرت سعد رضؓ زندگی سے مایوس ہو چکے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مالدار آدمی ہوں۔ ایک بیٹی کے سوا کوئی وارث نہیں اگر آپ اجازت دیں تو میں اپنا دو تہائی مال صدقہ کر دوں۔ اور ایک تہائی بیٹی کے لیے چھوڑ دوں" آپ نے فرمایا "نہیں"

عرض کیا "اگر دو تہائی نہیں تو نصف ہی سہی"، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر نفی میں جواب دیا حضرت سعد رضؓ نے کہا پھر ایک تہائی صدقہ کرنے کی

لہ ٢ہ رحمت دارین کے سو شیدائی صفحہ ۱۰۱ صفحہ ۵۹ -- ۶

اجازت مرحمت فرمائیں ،، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور ایک تہائی بھی بہت ہے اگر تم اپنے وارثوں کو مالدار اور تونگر چھوڑو تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ مفلس ہوں اور لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں ،،

اس کے بعد حضرت سعد رضؓ نے اشکبار ہو کر عرض کی ’’ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مکہ میں مر رہا ہوں حالانکہ میں راہ حق میں اس سرزمین کو ہمیشہ کے لیے خیر باد کہہ چکا ہوں ،، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دلاسا دیا اور ان کے چہرے اور شکم پر دست مبارک پھیر کر دعا فرمائی ’’ اے اللہ سعد رضؓ کو شفا دے اور اس کی ہجرت کو کامل کر ،،

(۵۴) بیعت عقبہ ثانی کے موقع پر حبیب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے حاجیوں کو اللہ کی طرف دعوت اسلام کی رغبت دلائی اور ایک مختصر سی تقریر کی تو لوگ اپنی اپنی جگہ سے اٹھے تاکہ آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کریں تو اس گروہ کے سب سے کمسن نوجوان اسعد بن زرارہ نے آپؐ کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام لیا اور کہا۔

’’ ٹھہرو اے اہل یثرب ہم اپنے اونٹ دوڑاتے ہوئے ان کے پاس اس کے سوا کسی اور وجہ سے نہیں آئے کہ ہم جانتے ہیں کہ یہ اللہ کے رسول ہیں اور آج ان کو نکال کر اپنے ساتھ لے جانا تمام عرب کی دشمنی مول لینا ہے اس کے نتیجہ میں تمہارے نوجوان قتل ہوں گے اور تلواریں تمہارا خون چاٹیں گی لہذا تم اگر اس کو برداشت کرنے کی طاقت اپنے اندر پاتے ہو تو ان کا ہاتھ تھام لو اور تمہارا اجر اللہ کے ذمہ ہے لیکن اگر تمہیں اپنی جانوں کا

لہ حضرت محمدؐ نزول وحی سے ہجرت تک صفحہ ۲۸۸ - ۲۸۹ -

خوف ہے تو پھر ابھی سے چھوڑ دو اور صاف صاف عذر کر دو کیونکہ اس وقت عذر کر دینا اللہ کے ہاں زیادہ قابل قبول ہو گا۔"

یہ سن کر سب لوگ بول اٹھے۔

"سعدرضؓ ہمارے راستے سے ہٹ جاؤ۔ خدا کی قسم ہم اس بیعت کو ہرگز نہ چھوڑیں گے اور نہ اس سے ہاتھ کھینچیں گے"

لوگ بیعت کے لیے آگے بڑھے تو ابو الہیثم بن التیہان بول اٹھا۔

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے اور دوسرں لوگوں (یہود) کے درمیان حلیفانہ تعلقات ہیں جن کو اب ہم کاٹ دینے والے ہیں اس کے بعد کہیں ایسا تو نہ ہو گا کہ جب اللہ تعالیٰ آپؐ کو غلبہ عطا کرے تو آپؐ ہمیں چھوڑ کر اپنی قوم (قبیلے) میں واپس تشریف لے جائیں" محمد صلی اللہ علیہ وسلم (مسکراتے ہوئے) "نہیں۔ بلکہ اب خون کے ساتھ خون اور قبر کے ساتھ قبر ہے"

(یعنی میرا مرنا اور جینا اب تمہارے ساتھ ہے) میں تمہارا ہوں اور تم میرے ہو جس سے تمہاری لڑائی اس سے میری لڑائی اور جس سے تمہاری صلح اس سے میری صلح"

(۵۵) ماہ صفر ۱۱ھ کے آغاز سے ہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پاک نے سفر آخرت کی تیاریاں شروع کر دی ہیں آپؐ ایک روز احد تشریف لے جاتے ہیں۔ جہاں آپؐ کے جان نثار دفن ہیں جہاں آپؐ کے چچا حمزہ رضؓ مدفون ہیں۔ آپ ان سب شہداء کے لیے سجدے میں سر رکھ کر دعا کرتے ہیں ان دوستوں کی یاد سے دل بھر آتا ہے اور آپؐ مدینہ میں واپس آکر مسجد نبوی

لہ حضرت محمدؐ ہجرت سے الرفیق الاعلیٰ تک ۳۱۵ - ۳۱۶ -

میں صحابہ رضؓ کی ایک جماعت سے فرماتے ہیں۔

"لوگو! میں تم سے پہلے رخصت ہونے والا ہوں اور خدا کے سامنے تمہارے متعلق شہادت دینے والا ہوں۔ واللہ میں حوض کوثر کو یہاں سے دیکھ رہا ہوں مجھے سلطنتوں کے خزانوں کی کنجیاں تفویض کر دی گئی ہیں (یعنی مختلف ممالک دعوت حق کے نتیجے میں فتح ہونے والے ہیں) مجھے یہ اندیشہ نہیں کہ تم میرے بعد مشرک ہو جاؤ گے۔ ڈر یہ ہے کہ دنیوی مفاد میں نہ پڑ جاؤ۔"

پھر رات کو گورستان بقیع میں جا کر اہل قبور کے لیے دعائے مغفرت فرماتے ہیں اور ان سے مخاطب ہو کر ارشاد فرماتے ہیں۔

"ہم بھی جلد ہی تم سے آملنے والے ہیں۔"

پھر ایک روز بطور خاص صحابہ رضؓ کی ایک جماعت کو جمع کر کے فرماتے ہیں۔

"مرحبا اے مسلمانو! اللہ تمہیں اپنی رحمت میں رکھے۔ تمہاری شکستہ دلی دُور فرمائے۔ تمہیں رزق دے تمہاری مدد کرے تمہیں عروج دے تمہیں امن وامان میں رکھے۔ میں تم کو اللہ کے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں اور تم کو اللہ ہی کی نگرانی میں سونپتا ہوں۔ اور تم کو اس سے ڈراتا ہوں کیونکہ میں کھلا کھلا متنبہ کرنے والا ہوں۔ دیکھو اللہ کی بستیوں میں اس کے بندوں کے درمیان تکبر اور سرکشی کی روش اختیار نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اور تمہیں فرمایا ہے کہ یہ آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کے لیے خاص کریں گے جو زمین میں سرکشی اور فساد مچانے کی نیت نہ رکھتے ہوں۔ اور عاقبت (کی کامیابی) تو ہے ہی متقین کے لیے سلام ہو تم سب پر اور ان سارے لوگوں پر جو اسلام قبول کر کے میری بیعت میں شامل ہوں گے۔

(۵۶) ضمادؓ جو بنو ازد کے رئیس اور طبیب تھے جھاڑ پھونک بھی کیا کرتے تھے ایک بار قریش کی مجلس سے اٹھ کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے گھر جا کر ملے آپؐ انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوئے ضماد آپ کے پرانے دوستوں میں سے تھے اس لیے (بعثت کے بعد پہلی بار) ان سے مل کر بے حد خوشی ہوئی ضماد نے کچھ دیر تک بات چیت کرنے کے بعد کہا میں نے سنا ہے آپ کو جنون کا عارضہ لاحق ہو گیا ہے۔ خیر کوئی بات نہیں اگر واقعی ایسا ہو گیا ہے تو میں ابھی جھاڑ پھونک کا کرشمہ دکھاتا ہوں آپؐ فوراً ٹھیک ہو جائیں گے " ان کی بات سن کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

" تمام ستائشیں اللہ کے لیے ہیں۔ ہم اسی کی ستائش کرتے ہیں " اسی سے مدد مانگتے ہیں۔

جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا غلط راستہ پر نہیں ڈال سکتا جسے اللہ راستے سے پھرا دے اسے کوئی ہدایت کرنے والا سیدھے راستہ پر نہیں ڈال سکتا۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ یگانہ و یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے بندے اور رسول ہیں "

ضماد یہ کلام سن کر مبہوت رہ گئے ہیں انہیں جھاڑ پھونک کرنے کا ہوش تک نہیں رہا ہے انہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اصرار کر کے تین بار یہ کلام سنا اور بے اختیار بول اٹھے۔

ﻟﮧ حضرت محمدؐ نزول وحی سے ہجرت تک۔ ۱۴۰ - ۱۴۱

"خدا کی قسم میں نے ایسا کلام کبھی نہیں سنا۔
میں نے کاہنوں کا کلام سنا ہے شاعروں کا کلام سنا ہے، ساحروں کا کلام سنا ہے مگر ایسا کلام نہیں سنا۔ یہ تو سمندر کی تہہ تک پہنچتا ہے"۔
پھر انہوں نے اسلام قبول کیا[1] اور اپنی طرف سے اور اپنی قوم کی طرف سے آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

(۵۷) قبا کی ایک جانب سے بڑی شیریں آواز سنائی دیتی ہے کوئی بڑے ترنم سے پڑھ رہا ہے وہ کامیاب ہے جو مسجد کی تعمیر کرتا ہے۔
اور اٹھتے بیٹھتے قرآن پڑھتا ہے۔
اور رات کو (عبادت کے لیے) جاگتا رہتا ہے۔
کبھی کبھی اس آواز کے ساتھ بہت سی دوسری آوازیں بھی شامل ہو جاتی ہیں لیکن اس کے ہر فقرے کے ساتھ اس کی آواز سنائی دیتی ہے۔ جو شیریں بیانی میں اپنی مثل آپ ہے اور جس کے میٹھے بول سننے کی خاطر کائنات اپنے آغاز سفر سے ہی بے قرار رہی ہے۔ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز ہے عجیب نظارہ ہے۔ صحابہ رضؓ کی ایک مبارک جماعت کلثوم رضؓ بن ہدم کے اس قطعۂ زمین پر موجود ہے جہاں یہ بزرگ اپنی کھجوریں سکھایا کرتے تھے۔ ان میں سے کچھ کدال چلا رہے ہیں کچھ پتھر لا رہے ہیں کچھ دیوار اٹھا رہے ہیں اور عبداللہ رضؓ بن رواحہ۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب صحابی اور شاعر۔ پتھر اٹھاتے ہوئے اپنے اشعار بڑے ترنم سے پڑھتے جاتے ہیں جن کی آواز کے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز بھی شامل ہو جاتی ہے جسے سن کر

[1] حضرت محمدؐ ہجرت کے الرفیق الاعلیٰ تک صفحہ ۱۴، ۱۵۔

صحابہ رضؓ کے قلب وجگر میں بجلیاں سی کوندتے لگی ہیں۔
دنیا کے مبارک ترین بندوں کی یہ جماعت مسجد کی تعمیر میں مصروف ہے یہ سب سے پہلی مسجد ہے جس کی تعمیر میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ نفس نفیس شرکت فرمائی ہے انہوں نے اس کی بنیاد اپنے دست مبارک سے رکھی ہے اور اس کی تعمیر میں خود بھی مزدوروں کی طرح کام کیا ہے وہ جب کوئی وزنی پتھر اٹھاتے ہیں۔ تو صحابہ رضؓ عرض کرتے ہیں۔

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ماں باپ آپؐ پر قربان ہو جائیں آپؐ اس پتھر کو چھوڑ دیں اسے ہم خود اٹھالیں گے"

آپؐ مسکرا کر ان کی درخواست قبول فرماتے ہیں اور جب اس پتھر کو صحابہ رضؓ لے جاتے ہیں تو آپؐ پھر ایک بھاری پتھر اٹھا لیتے ہیں۔ تاکہ اسے مسجد تک پہنچا دیں۔ تاکہ محنت و مزدوری کو شرف انسانیت کا درجہ مل جائے تاکہ اس کے بعد کسی کو اپنا ہاتھوں سے کام کرتے ہوئے عار محسوس نہ ہو۔

(۵۸) عبداللہ بن ابی الحمساء ایک تاجر اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دوست ہے یہ بعثت سے پہلے کا واقعہ ہے کہ ایک بار عکاظ کے بازار میں اس سے کوئی تجارتی سودا طے ہو جاتا ہے۔ اور وہ آپؐ سے کہتا ہے۔

"یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ یہیں ٹھہریں میں تھوڑی دیر میں آتا ہوں"

آپؐ وہیں ٹھہر جاتے ہیں۔ عبداللہ اپنے کسی کام کی وجہ سے چلا جاتا ہے کاروبار کی مصروفیت بعض اوقات اس قدر محویت طاری کر دیتی ہے کہ

لہ حضرت محمدؐ ولادت سے نزول وحی تک صفحہ ۱۲۸ – ۱۲۹

انسان اپنے گرد و پیش تک سے بے خبر ہو جاتا ہے عبداللہ بھی اسی کیفیت سے دو چار ہو گیا ہے اسے جناب (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) سے کیئے ہوئے وعدہ کا خیال تک نہیں رہا۔ اس واقعہ کو یکسر بھول گیا ہے اور اس عالم میں تین دن گزر گئے ہیں ایک روز فراغت ہوئی تو کتاب ماضی کے اوراق الٹنے لگا بھول بسری باتیں اکثر اوقات فرصت میں ہی یاد آتی ہیں۔ عبداللہ کے تحت الشعور سے ایک تصویر ابھری اور شعور کے پردوں پر اس کے نقوش رقم ہو گئے۔ وہ یکایک چونک اٹھا۔

"اوہ۔ یہ کیا ہوا" اس نے زیر لب کہا

"میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سودا طے کیا تھا۔ اور تھوڑی دیر میں واپس آنے کا وعدہ کر کے چلا آیا تھا۔ آج تین دن گزر چکے ہیں۔ میں اس کو بالکل ہی بھول گیا ہوں وہ بھی سوچتے ہوں گے کہ عبداللہ کو اپنے وعدہ کا پاس نہیں"

یہ سوچ کر وہ بازار عکاظ کی طرف روانہ ہونے کا ارادہ کرتا ہے۔

"کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) وہاں موجود ہوں گے" اس نے سوچا "مجھے امید نہیں ہے۔ ان کا سامان تو فروخت ہو چکا تھا۔ پھر وہاں ٹھہرنا بے معنی ہے۔ اس نے چند قدم بڑھائے ہوں گے۔ کہ ایک خیال بجلی کی مانند اس کے ذہن میں کوند اٹھا۔

"اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) وہاں نہ ہوتے تو ضرور میرے پاس آتے اور مجھے وعدہ یاد دلاتے۔ وہ یقیناً وہیں ہیں۔ انہیں اپنے وعدے کا پاس ہے آج تک کسی نے انہیں اپنے قول و قرار سے پھرتے نہیں دیکھا۔ وہ صادق کہلاتے ہیں مکہ کے ہر شخص کو اس کا اعتراف ہے۔ ہو نہ ہو وہ ضرور وہیں ہوں گے۔

عبداللہ کی رفتار میں تیزی آجاتی ہے وہ جلد جلد قدم اٹھاتا ہوا بازار عکاظ کی طرف روانہ ہو جاتا ہے اور مقررہ جگہ پر پہنچ کر دیکھتا ہے۔ کہ جناب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) وہاں بدستور موجود ہیں، ندامت سے اس کا سر جھک جاتا ہے۔ پیشانی عرق آلود ہو جاتی ہے وہ آگے بڑھ کر ایک مجرم کی طرح کہتا ہے۔

"محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے بے حد افسوس ہے کہ میں وقت پر نہ پہنچ سکا۔ دراصل میں اس معاملہ کو یکسر بھول گیا تھا مجھے معاف کر دو"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس دوست کی طرف شفقت سے دیکھتے اور نہایت بردباری اور ملائمت سے فرماتے ہیں۔

"عبداللہ تم نے مجھے مشقت میں مبتلا کیا ہے میں تین دن سے متواتر تمہارے انتظار میں رہا ہوں"

عبداللہ آپ کا ہاتھ تھپتھپاتے ہوئے کہتا ہے۔

"پیارے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کتنے اچھے ہیں، لوگ سچ کہتے ہیں آپ واقعی امین اور صادق ہیں۔

(۵۹) ۶ھ ہجری ختم ہو چکی تھی اور ۷ھ ہجری کا آغاز تھا جب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خیبر کے لیے تشریف لے گئے۔ مسلمانوں کے لشکر کی وحشت سے یہودیوں نے اپنے مضبوط قلعوں میں پناہ لی۔ اور مسلمانوں کا محاصرہ بہت دنوں تک جاری رہا۔ اثنائے محاصرہ کا ہی ذکر ہے کہ ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی بکریوں کو یہودیوں کے ایک قلعہ میں جاتے دیکھا تو اپنے صحابہ کرام رض سے فرمایا۔

"آج مجھے ان بکریوں کا گوشت کون کھلائے گا۔

ارشاد نبوی سن کر صحابہ کرام رض میں سے حضرت ابوالیسر کعب رض بن عمرو انصاری

۔۔۔ بن کا قد چھوٹا تھا۔ کھڑے ہوئے اور عرض کی ۔

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہیں اس کام کے لیے حاضر ہوں "

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اس جذبہ سے بہت خوش ہوئے اور حضرت کعبؓ نتائج سے بے پرواہ ہو کر ان بکریوں میں جا گھسے حالانکہ دشمنوں کی طرف سے پتھر یا تیر مارنے کا ہر وقت خطرہ تھا۔ انہوں نے دو بکریوں دونوں بغلوں میں دبوچ لیں اور بچ بچا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے صحابہ رضؓ نے فوراً انہیں ذبح کیا اور ان کا گوشت پکا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ آپؐ ان کی اس کارگزاری پر بہت خوش ہوئے اور ان کے لیے دعا کی ۔

(۶۰) رمضان ۲ھ میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ بدر کے لیے تشریف لے گئے اور بدر کے قریب ایک مقام پر پڑاؤ ڈالا تو حضرت حبابؓ[1] بن منذر انصاری نے عرض کی ۔

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مقام پر اترنے کا حکم اللہ نے دیا ہے یا آپؐ کی ذاتی رائے ہے ۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "یہ میری ذاتی رائے ہے ۔"

حضرت حبابؓ نے عرض کیا ۔

"میرے ماں باپ آپؐ پر قربان۔ کیا یہ بہتر نہ ہو گا کہ ہم پانی کے پاس اتریں اور تمام کنوؤں پر قبضہ کر کے ایک حوض تیار کر لیں اس طرح ہمارے لشکر

---

[1] [2] رحمت دارین رضؓ کے سو شیدائی صفحہ ۵۴۱، ۵۶۸

کو پانی بآسانی ملتا رہے گا، اور دشمن پانی کی وجہ سے پریشان ہو جائے گا۔،

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے صحابہ کرام رض سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

"یہ صحیح کہتے ہیں یہی طریقہ کار بہتر ہے"

چنانچہ آپ اپنے جان نثاروں کے ساتھ چاہ بدر پر رونق افروز ہوئے۔

(۶۱) صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عتبانؓ رض بن مالک انصاری کے مکان اور مسجد کے درمیان ایک نشیبی جگہ (وادی) تھی۔ بارش ہوتی تو تمام پانی وہاں جمع ہو جاتا تھا۔ نظر کی خرابی کی وجہ سے حضرت عتبان رض کے لیے اس پانی میں سے گذر کر مسجد تک پہنچنا سخت مشکل تھا۔ اس لیے وہ ایسی صورتِ حال میں گھر پر نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔ ایک دن انہوں نے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا:

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بارش ہوتی ہے تو مسجد اور میرے مکان کے درمیان گہرا پانی کھڑا ہو جاتا ہے میری نظر اس پانی سے گزر کر مجھے مسجد تک پہنچنے کی اجازت نہیں دیتی۔ اس لئے مجبوراً ایسی حالت میں گھر میں نماز ادا کر لیتا ہوں اگر کسی دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں قدم رنجہ فرما کر نماز پڑھا دیں تو اسی جگہ کو سجدہ گاہ بنا لوں"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بہت اچھا میں آؤں گا"

دوسرے دن سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رض کی معیت میں حضرت عتبان رض کے گھر تشریف لے گئے اور ان سے پوچھا کہ تم کہاں

لہ رحمت دارینؐ کے سو شیدائی صفحہ ۵۶۶ - ۵۶۷

نماز پڑھنا چاہتے ہو۔ انہوں نے وہ مقام جہاں بارش کے دنوں میں ہمیشہ نماز پڑھتے تھے، بتادی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں دو رکعتیں ادا کیں اس کے بعد کچھ دیر وہاں تشریف فرما رہے حضرت عتبان رضؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بُھنا ہوا گوشت پیش کیا آپؐ نے حضرت ابوبکر رضؓ کے ہمراہ اسے تناول فرمایا اور واپس تشریف لے گئے۔

اس کے بعد حضرت عتبان رضؓ نے نابینائی کے عذر پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے گھر پر نماز پڑھنے کی اجازت مانگی لیکن آپؐ نے اس بنا پر ان کی درخواست کو شرف پذیرائی نہ بخشا کہ ان کے کانوں تک اذان کی آواز پہنچتی تھی۔

(۶۲) ذی قعدہ ۶ھ ہجری میں حُدیبیہ کے مقام پر قریش مکہ کے سفیر بنو ثقیف کے ایک سردار عروہ بن مسعود نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے گفت و شنید کرنے اور گرد و پیش کا جائزہ لینے کے بعد مکہ واپس جا کر آپؐ کے متعلق بڑی تفصیل سے بتایا کہ۔

"برادران قریش مجھے دنیا کے بڑے بڑے فرمانرواؤں کے درباروں میں جانے کا اتفاق ہوا ہے۔ میں قیصر و کسریٰ کے دربار اور نجاشی کی شان و شوکت دیکھی ہے لیکن خدا کی قسم میں نے کسی زر خرید غلام کو بھی اپنے بادشاہ کی اتنی عزت کرتے نہیں دیکھا جتنی کہ محمدؐ کے ساتھی ان کی عزت کرتے ہیں۔ محمدؐ تھوکتے ہیں تو لوگ آگے بڑھ کر ان کے تھوک کو اپنے ہاتھوں میں لیتے ہیں اور جوش عقیدت میں اپنے چہرے اور ہاتھوں پر مل لیتے ہیں۔ محمدؐ وضو کرتے ہیں۔ تو یہ لوگ مستعمل پانی کے ایک ایک قطرے پر اس طرح

۱؎ رحمت دارینؐ کے سو شیدائی صفحہ ۲۵۹۔

ٹوٹ پڑتے ہیں۔ کہ معلوم ہوتا ہے اس کی خاطر آپس میں لڑمریں گے۔ محمدؐ کوئی حکم دیتے ہیں تو ہر شخص بجاآوری کے لیے لپکتا ہے۔ محمدؐ جب کوئی بات کرتے ہیں تو سب آوازیں پست ہو جاتی ہیں محمدؐ کی عظمت کا یہ حال ہے کہ ان کا کوئی ساتھی ان کی طرف نظر بھر کر نہیں دیکھ سکتا۔ میری مانو تو محمدؐ کی تجویز منظور کر لو۔ یہ نہایت پسندیدہ اور معقول ہے"۔

(۶۳) حضرت براءؓ بن عازب انصاری مدینہ شریف کے ایک جلیل القدر صحابی تھے اور سنت رسول اللہ پر سختی سے کاربند تھے ایک بار ان کے ایک شاگرد ان سے ملاقات کے لیے حاضر ہوئے تو آپ نے اس مرتبہ اور درجہ ہونے کے باوجود آگے بڑھ کر خود ان کا استقبال کیا اور سلام کرنے میں پہل کی۔ اور ان کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر خوب ہنسے۔ پھر ان سے فرمایا۔

"جانتے ہو میں نے ایسا کیوں کیا"۔

انہوں نے عرض کیا "آپ ہی فرمایئے"۔

فرمایا "میں نے ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا ہی کرتے دیکھا تھا۔ اس موقع آپؐ نے ارشاد فرمایا ہے، کہ جب دو مسلمان اس طرح ملیں اور ان کی کوئی ذاتی غرض ایک دوسرے سے وابستہ نہ ہو تو اللہ تعالیٰ دونوں کو بخش دیتا ہے"۔

اس واقعہ سے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے دوستوں سے ملنے کا طریقہ بھی معلوم ہوتا ہے، اور جنت کی راہ بھی کھلتی ہے۔

لہ رحمت دارینؐ کے سو شیدائی صفحہ ۵۱۳

(۶۴) صحیح بخاری میں ہے کہ بنو مخزوم کی ایک عورت سے (جس کا نام بعض روایات میں فاطمہ بنت اسود آیا ہے) چوری کی لغزش سرزد ہو گئی (با ختلاف روایت اس نے کسی کا زیور چوری کر لیا یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کاشانہ اقدس سے ایک چادر چرا لی) اور وہ پکڑی گئی۔ بنو مخزوم کے لوگ گھبرائے ہوئے حضرت اسامہ رضؓ کے پاس پہنچے اور ان سے درخواست کی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس خاتون کی سفارش کریں (یہ واقعہ فتح مکہ کے بعد ان دنوں کا ہے جب آپؐ نے مکہ معظمہ میں قیام فرمایا تھا)

حضرت اسامہ رضؓ نے ان کی بات مان لی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے التجا کی کہ اس خاتون سے رعایت فرمائی جائے حضرت اسامہ رضؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بے حد محبوب تھے لیکن حدود اللہ کا معاملہ تھا اس لیے حضرت اسامہ رضؓ کی بات سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روئے انور پر تکدر کے آثار نمودار ہوئے اور آپؐ نے فرمایا۔

"اسامہ کیا تم مجھ سے اللہ تعالیٰ کی قائم کی ہوئی حدود کے بارے میں (رعایت کی) گفتگو کرتے ہو"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سن کر حضرت اسامہ رضؓ لرز اٹھے اور عرض کیا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپؐ پر قربان، میرے لیے مغفرت طلب فرمایئے شام ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا۔

"اما بعد پہلے لوگ اس وجہ سے ہلاک ہوئے کہ جب ان میں کوئی شریف

لہ رحمت دارین کے سو شیدائی صفحہ ۱۵۸

(معزز اور امیر) آدمی چوری کرتا تو اس کو چھوڑ دیتے ۔ اور جب ان میں کوئی کمزور (معمولی) آدمی چوری کرتا تو اس پر حد قائم کرتے ، قسم اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں محمدؐ کی جان ہے اگر فاطمہؓ بنت محمدؐ بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا چنانچہ اس خاتون پر حد جاری کی گئی اور اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا اس کے بعد اس کی زندگی میں یکسر انقلاب آگیا اور اس نے اپنی توبہ کو نہایت پرہیز گاری اور استقامت کے ساتھ نباہا ۔

(۶۵) صلح نامہ حدیبیہ کے تحریر ہو جانے کے بعد مسلمانوں میں غم کی ایک لہر پھیل گئی کیونکہ ان کے خیال میں یہ تحریر مسلمانوں کی کمزوری پر محمول ہے ، حالانکہ خود خالق اکبر نے اسے فتح مبین فرمایا ہے ، لیکن اس کی مصلحتیں اس وقت سمجھ میں نہ آنے کی وجہ سے مسلمانوں کا غم و اندوہ کے مارے یہ حال ہو گیا تھا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سر منڈوانے اور قربانی کرنے کا حکم دیا تو وہ سب کے سب بے حس و حرکت بیٹھے رہے اور ان کے لیے حرکت کرنا بھی محال ہو گیا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جاں نثاروں کی یہ حالت دیکھ کر صدمہ ہوا اور آپؐ مغموم ہو کر اپنے خیمے میں تشریف لے گئے جہاں اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے آپؐ نے ام المومنین حضرت ام سلمہؓ سے فرمایا ۔

"لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ میں نے حکم دیا اور تعمیل نہیں ہوئی "

اس پر ام المومنین نے عرض کیا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر صحابہؓ غم و اندوہ کی وجہ سے ایسا نہیں کر رہے ہیں تو آپؐ غمگین نہ ہوں اور خود حلق کرائیں تاکہ دوسرے آپؐ کی طرف دیکھ کر اس پر عمل کریں ۔

لہ حضرت محمدؐ ہجرت سے الرفیق الاعلیٰ تک صفحہ ۲۲۷ ۔

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تجویز کو پسند فرمایا اور اپنے حجام خراش رض بن اُمیہ بن فضل خزاعی کو طلب فرمایا۔ اور جب صحابہ رض نے انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک تراشتے دیکھا تو جیسے نیند سے بیدار ہوتے ہیں۔ یکدم چونک اٹھے اور پھر ایک دوسرے کا سر مونڈنے اور قربانیاں دینے لگے۔

(۶۶) مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کے صحن سے باہر اسیرانِ بدر کا ایک گروہ کھڑا ہے اور ان کے مستقبل کا فیصلہ کرنے کے لیے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دوستوں کی جماعت کے ساتھ جلوہ افروز ہیں۔ اور یہ طے پاتا ہے کہ

۱۔ اسیروں سے فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دیا جائے۔

۲۔ فدیہ کی رقم زیادہ سے زیادہ چار ہزار درہم ہو۔

۳۔ بعض کے لیے تین ہزار، بعض کے لیے دو ہزار اور بعض کے لیے ایک ہزار ہو۔

۴۔ جن میں فدیہ ادا کرنے کی استطاعت نہ ہو مگر وہ پڑھے لکھے ہوں تو وہ مسلمان بچوں کو پڑھنا لکھنا سکھا دیں۔ انہیں رہا کر دیا جائے۔

۵۔ جو کچھ بھی نہ دے سکتے ہوں۔ انہیں محض احسان رکھ کر چھوڑ دیا جائے۔

اسیرانِ بدر میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد۔ ابوالعاص بن ربیع جو آپؐ کی بیٹی سیدہ زینب رض کے شوہر ہیں اور جنہیں کفارِ قریش زبردستی اپنے ساتھ مکہ سے بدر کے میدان میں لے آئے ہیں۔ اپنے مستقبل کا فیصلہ سننے کے لیے کھڑے ہیں

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک میں ایک ہار ہے آنکھوں سے آنسو رواں ہیں پوری مجلس پر رقت طاری ہے۔ اور ابوالعاص نہایت خاموشی اور

لہ حضرت محمدؐ ہجرت سے الرفیق الاعلےٰ تک صفحہ ۹۷ - ۹۸۔

اداسی کے عالم میں ان کو دیکھ رہے ہیں کافی دیر کے بعد جب طبیعت ذرا سنبھلی ہے تو آپؐ صحابہ رضؓ سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں۔

"اگر تمہاری مرضی ہو تو بیٹی کو ماں کا ہار واپس کر دو"

آقا اپنے جانثاروں سے ان کی مرضی پوچھ رہے ہیں سالار لشکر اپنے غازیوں سے ان کی رائے طلب کر رہے ہیں۔ حالانکہ مومنین کے لیے آپؐ کا فیصلہ قبول کرنا انتہائی سعادت اور دلی مسرت کا باعث ہے لیکن معلم انسانیت اپنی مرضی پر صحابہ رضؓ کی رائے کو فوقیت دے رہے ہیں تاکہ آنے والوں کی آنکھیں کھل جائیں اور وہ اپنی مرضی سے دوسروں پر کوئی فیصلہ نہ تھوپا کریں بالخصوص جہاں اپنا مفاد سب سے زیادہ نمایاں ہو۔

بھلا یہاں کس کو انکار ہو سکتا ہے۔ ان کے سر جھک گئے ہیں۔ ہار بلا تامل واپس کر دیا گیا ہے یہ ہار حضرت زینبؓ۔ جگر گوشۂ رسولؐ کا ہے جو انہوں نے اپنے شوہر جناب ابو العاص بن ربیع کی رہائی کے لیے زر فدیہ کے طور پر مکہ سے بھیجا ہے یہ ہار انہیں ان کی والدہ حضرت خدیجہ رضؓ نے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے پہلی رفیقۂ حیات تھیں۔ جہیز میں دیا تھا۔ اس ہار کو دیکھ کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دل بے قرار ہو گیا ہے یادیں تازہ ہو کر بے چین کر گئی ہیں اپنی غمگسار رفیقۂ حیات کی یہ نشان دیکھ کر آنکھیں بے اختیار اشکبار ہو گئی ہیں۔

یہ ہار تو حضرت زینب رضؓ کی والدہ محترمہ کی نشانی ہے یہ انہیں کے پاس رہنا چاہیئے لیکن ہار کی واپسی کا معاملہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضؓ کے سامنے پیش کر دیا ہے تاکہ ان کی منظوری اور رضامندی حاصل کی جائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مرضی سے اپنی بیٹی کا ہار واپس کرنا مناسب نہیں سمجھا ہے کیونکہ یہ

عدل کے خلاف ہے صحابہ رض نے بہ طیب خاطر اسے منظور کر لیا ہے اور ہار کی قیمت ابوالعاص کے زر فدیہ میں اس شرط پر شمار کر لی گئی ہے کہ وہ مکہ جا کر جگر گوشۂ رسولؐ سیدہ زینب رض کو مدینہ بھیج دیں گے۔

(۶۷) غزوۂ احد سے کچھ عرصہ پہلے کا ذکر ہے کہ ایک دن بارگاہ رسالت میں ایک مقدمہ پیش ہوا ایک انصاری خاتون رُبیع رض کے ہاتھ سے انصار ہی کی ایک لڑکی کا دانت ٹوٹ گیا تھا اس لڑکی کے وُرثاء قصاص کا مطالبہ لے کر بارگاہ نبوی میں پیش ہوئے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سارے حالات سن کر فیصلہ صادر فرمایا کہ "دانت کے بدلے دانت۔ رُبیع رض کا دانت توڑا جائے گا"

اس خاتون کے بھائی بھی وہاں موجود تھے ان کو اپنی بہن سے بے پناہ محبت تھی۔ اگرچہ وہ ایک سچے مسلمان اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق تھے، لیکن بہن کی محبت کے جذبہ سے مغلوب ہو کر بے اختیار ان کی زبان سے نکل گیا۔ "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، خدا کی قسم رُبیع رض کا دانت نہ توڑا جائے گا"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "بھائی اللہ کا یہی حکم ہے ہاں لڑکی کے وُرثا دیت لے کر اپنے مطالبے سے دست بردار ہو جائیں تو دوسری بات ہے"

اسی وقت رحمت خداوندی جوش میں آئی اور لڑکی کے وُرثا دیت لینے پر راضی ہو گئے اس طرح ان صاحب رسولؐ کی پیاری بہن رُبیع رض کا دانت بچ گیا رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"اللہ کے بعض بندے ایسے ہیں کہ جب قسم کھا بیٹھے ہیں تو اللہ ان کی قسم پوری کر دیتا ہے"

لہ رحمت دارینؐ کے سو شیدائی صفحہ ۵۲۴

یہ صاحب رسولؐ جن کی قسم کی لاج رب ذوالجلال والاکرام نے رکھی اور محبوب رب العالمینؐ نے جن کے خاصان خدا میں ہونے کی تصدیق فرمائی سیدنا حضرت انس رضؓ بن نضر انصاری تھے۔

(۶۸) حضرت[1] جابر رضؓ بن عبداللہ انصاری فرماتے ہیں کہ ہم ایک غزوہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے (شارحین حدیث نے لکھا ہے کہ یہ غزوہ بنی المصطلق تھا) کہ ایک مہاجر نے ایک انصاری کے لات ماردی۔ اس پر مہاجر نے دوسری مہاجرین کو اپنی مدد کے لیے پکارا اور انصاری نے دوسرے انصار کو۔ آپؐ نے یہ شور وغل سُنا تو فرمایا کہ یہ کس زمانہ جاہلیت کی آوازیں آرہی ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا کہ ایک مہاجر نے کسی انصار کو لات ماردی ہے (اس پر کچھ ہنگامہ برپا ہو گیا ہے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان ناشائستہ کلمات کو چھوڑ دو۔ یہ قصہ کہیں۔ (رئیس المنافقین) عبداللہ بن ابی نے بھی سن لیا اس نے کہا اچھا کیا ایک مہاجر نے یہ حرکت کی ہے؟ ذرا مدینہ پہنچ لیں۔ جو باعزت فریق ہے، وہ ذلیل کو نکال باہر کرے گا۔ حضرت عمر رضؓ کو ابن ابی کے الفاظ کا علم ہوا تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ اجازت دیں تو میں اس منافق کی گردن اڑا دوں آپؐ نے فرمایا (نہنے رد) لوگ کہیں گے کہ میں اپنے لوگوں کو بھی قتل کر دیتا ہوں۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم وضو[2] فرماتے تو صحابہ رضؓ دست مبارک سے

---

[1] رحمت دارینؐ کے سو شیدائی صفحہ ۴۴۵-۴۴۶۔

[2] رسول رحمت صفحہ ۶۹۳

گرنے والے پانی کو چلو بھر کر برکت کے لیے بدن پر مل لیتے۔ آپؐ نے ایک بار پوچھا "ایسا کیوں کر رہے ہو" عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا اور اس کے رسولؐ کی محبت میں"

آپؐ نے فرمایا "اگر کوئی اس بات کی خوشی حاصل کرنا چاہتا ہے کہ وہ خدا اور رسولؐ سے محبت رکھتا ہے تو چاہیئے کہ جب وہ بات کرے تو سچ بولے جب اسے کوئی امانت سونپی جائے تو اس کا حق ادا کرے اور اگر کسی کا پڑوسی ہے۔ تو حقِ ہمسائیگی اچھی طرح سے نبھائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غیر مستحق لوگوں کو گداگری سے سختی کے ساتھ روکتے تھے ایک مرتبہ ایک انصاری نے آپؐ سے سوال کیا آپؐ نے پوچھا "کیا تمہارے گھر میں کچھ پونجی بھی ہے" اس نے کہا "ایک ٹاٹ ہے جسے اوڑھتا بچھاتا ہوں ایک پیالہ ہے جس میں پانی پیتا ہوں" آپؐ نے فرمایا، "جاکر اسے لے آؤ" وہ جاکر لے آئے آپؐ نے تمام صحابہ رضؓ کے سامنے اسے بغرض فروخت پیش کیا ایک صحابی نے ایک درم پر لینا چاہا۔ دوسرے صحابی سے قیمت میں اضافہ کر کے دو درہم میں لے لیا آپؐ نے دونوں درہم انصاری کے حوالے کیے اور فرمایا "ایک درہم کا غلہ لے کر گھر میں دے آؤ۔ اور دوسرے درہم کا ایک کلہاڑا خرید کر میرے پاس لے آؤ"، وہ کلہاڑا خرید لایا آپؐ نے خود اپنے دست مبارک سے دستہ لگایا اور حکم دیا کہ جنگل میں جاکر لکڑیاں کاٹ لاؤ اور بیچو پندرہ دن تک تمہاری شکل نہ دیکھوں، وہ لکڑی کاٹ لایا اسے فروخت کیا دس درہم ہاتھ آئے تو یہ رقم لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپؐ نے فرمایا اس رقم سے غلہ اور کچھ کپڑا خرید کر گزارہ کرو گداگری سے یہ بہتر ہے، وہ تو آدمی کے چہرے کا داغ ہے۔

ایک مرتبہ آپؐ راستے سے گزرے تو ایک بلند عمارت نظر آئی آپؐ نے فرمایا کس کا مکان ہے۔ لوگوں نے ایک انصاری کا نام لیا آپؐ خاموش ہو گئے لیکن بات ذہن میں رکھی، اور جب وہ انصاری آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام کیا تو آپؐ نے منہ پھیر لیا انہوں نے اپنے دوستوں سے پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیوں مجھ سے ناراض ہیں لوگوں نے واقعہ بیان کیا تو وہ فوراً گئے اور اس مکان کو گرا دیا آپؐ دوسری بار اس طرف سے گزرے تو فرمایا وہ عمارت کیا ہوئی لوگوں نے بتایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صاحب خانہ نے آپؐ کی ناراضگی کے خوف سے اسے گرا دیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا "ہر وہ گھر جو ضرورت سے زائد ہو صاحب خانہ پر وبال ہے۔"

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہم ترین ضروری حقوق

۱۔ عظمت :۔ آپؐ کی عظمت و شرف کو ایمان کی بنیاد بنایا جائے۔
۲۔ محبت :۔ دنیا و ما فیہا سے بڑھ کر آپؐ سے محبت کی جائے۔
۳۔ اطاعت :۔ زندگی کے ہر شعبے اور لمحے میں آپؐ کی اطاعت کو دستور العمل بنایا جائے۔

جو ان حقوق کی ادائیگی میں جس قدر زیادہ خلوص اور جانثاری سے منہمک ہو گیا وہ اسی قدر زیادہ محبوب اور عظیم انسان بن گیا۔

منم و این تمنا کہ بہ وقت جاں سپردن
بہ رخِ تو دیدہ باشم و تو در دیدہ باشی
خواہم کہ ہمیشہ در ہوائے تو زیم
خاکے شوم و بزیر پائے تو زیم
مقصودِ من بندہ ز کونین توئی
از بہر تو میرم و از برائے تو زیم

ہماری چند دیگر مطبوعات

صل علیٰ محمد ــــــ عابد نظامی

◎ نعتوں کا حسین و جمیل مرقع ٭ قیمت -/۳۹ روپے

شاہنامہ اسلام ــــــ حفیظ جالندھری

◎ اردو نظم میں تاریخ اسلام کے ولولہ انگیز واقعات ٭ قیمت ۴ حصص -/۱۲۰ روپے

ہم کیوں مسلمان ہوئے ــــــ پروفیسر عبدالغنی فاروق

◎ ۶۶ نامور نومسلموں کے ولولہ انگیز واقعات کا مجموعہ ٭ قیمت -/۴۸ روپے

تاریخِ تصوف ــــــ علامہ محمد اقبال ؒ

◎ علامہ اقبال مرحوم کی ایک نادر و نایاب تصنیف ٭ قیمت ۲۵/۵۰ روپے

النبی الامی ــــــ استاد شہید آیت اللہ مرتضیٰ المطہری

◎ ایران کے انقلابی مجاہد کی سیرتِ رسول پر ایک عالمانہ تصنیف ٭ قیمت ۱۵ روپے

اسلامی فقہ ــــــ مولانا مجیب اللہ ندوی

◎ مہد سے لحد تک زندگی کے تمام مسائل کا بیان فقہ حنفی کے تحت ٭ قیمت ۶۶ روپے

زنداں کے شب و روز ــــــ زینب الغزالی مصری

◎ اخوان المسلمون کی ممتاز سکالر خاتون کی روداد قفسی ٭ قیمت ۲۴ روپے

اسلام کا نظامِ عشر و زکوٰۃ ــــــ سید اسعد گیلانی ایم۔ این۔ اے

◎ اسلامی معیشت کے اہم اور بنیادی موضوع پر ایک جامع کتاب ٭ قیمت ۲۰ روپے

بارانِ رحمت ــــــ فقیر وحید الدین

◎ احادیث کا خوبصورت انتخاب ٭ عربی اردو انگلش تین زبانوں میں شائع شدہ ٭ قیمت ۵ روپے

ناشر: مکتبہ تعمیرِ انسانیت۔ اردو بازار۔ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سرورِ عالم
صلی اللہ علیہ وسلم
کا شانہ مبارک میں

علی اصغر چوہدری

مکتبہ تعمیر انسانیت ○ اُردو بازار ، لاہور